دُعائیہ کلمات

حضرت مولانا و مفتی ابو القاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم

مُہتمم دار العلوم دیوبند

تالیف

محمد اسجد ابن حافظ عبد الرزاق صاحب سرائے (ہریدوار)

دار المعارف دیوبند

دعائیہ کلمات

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم
مہتمم دارالعلوم دیوبند

تالیف

محمد سجد ابن حافظ عبد الرزاق صاحب سرائے (ہریدوار)

دارالمعارف دیوبند

نام کتاب: معین المنطق
نام مؤلف: محمد اسجد ابن حافظ عبدالرزاق سرائے (ہردوار)
Mob.9837982847
معاون: محمد صائم ابن نسیم احمد مظفر نگری
کمپوزنگ: مرحبا کمپیوٹر سینٹر دیوبند
Mob.9758762786,8868997323
سن طباعت: صفر المظفر ۱۴۳۹ھ مطابق نومبر ۲۰۱۷ء
ناشر: دارالمعارف، دیوبند

ملنے کے پتے:

دارالمعارف، دیوبند ۲۴۷۵۵۴
ضلع سہارنپور، یوپی، انڈیا
9917994859

النادی العربی دارالعلوم زکریا
جنوبی افریقہ
Tel: (+2711) 8592784
Mob: (+27) 72 800 0564
Email:
nadi.duz@gmail.com

DARUL MA'ARIF
DEOBAND
SAHARANPUR, INDIA
Mpb:9634460409
01336-222908

AL Nadi Al Arabi, Darul Ulum Zakariyya
P.O. Box 10786
Lenasia 1820,
South Africa,
Tel: (+2711) 8592784
Mob: (+27) 72 800 0564
Email: nadi.duz@gmail.com

فہرس

انتساب
صانع عالم
اللہ جل جلالہ
اور ہادئ عالم
محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے نام

مفتی ابو القاسم نعمانی
مہتمم دار العلوم دیوبند الہند
PIN-247554 (U.P.) INDIA Tel: 01336-222768 E-mail: info@darululoom-deoband.com

Ref....... Date....................

دعائیہ کلمات

علوم عقلیہ میں علم منطق کو جو اہمیت حاصل ہے اس کی بنا پر ہر دور میں درس نظامی کے نصاب میں کتب منطق کو خاص مقام حاصل رہا ہے، یہ الگ بات ہے کہ ایک دور تھا جب منطق و فلسفہ اور دیگر علوم عقلیہ میں مہارت ہی کو معیار کمال سمجھا جاتا تھا، لیکن آہستہ آہستہ ان علوم سے متعلق کتابوں کی تعداد نصاب تعلیم میں کم ہوتی گئی، مگر اس امر سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کم از کم منطق کی بنیادی اصطلاحات اور اہم ضوابط سے واقفیت کے بغیر بہت سی خالص دینی کتابوں کا بھی کما حقہ سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے، وجہ یہ ہے کہ ان کتابوں میں خالص منطقی اصطلاحات کا جگہ جگہ استعمال کیا گیا ہے۔

اس وقت مولوی محمد اسجد سلمہٗ کی مرتب کردہ کتاب "معین المنطق" پیش نظر ہے جس میں مرتب موصوف نے منطق کی مصطلحات کو امہات کتب سے اخذ کر کے سلیقہ سے جمع کر دیا ہے، پہلا حصہ عربی زبان میں اور دوسرا حصہ اردو زبان میں ہے، امید ہے کہ سہولت پسندی کے اس ماحول میں یہ کتاب منطق سے شغف رکھنے والوں کے لیے فن سے مناسبت پیدا کرنے میں معاون ثابت ہوگی، اللہ تعالی مرتب کی محنت کو قبول فرمائے اور مزید کام کرنے کی توفیق بخشے۔

ابو القاسم نعمانی
مہتمم دار العلوم دیوبند
۱۲/۲/۱۴۳۹ھ = ۲/۱۱/۲۰۱۷ء

کلمات عالیہ

حضرت مولانا منیر الدین احمد عثمانی نقشبندی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

استاذ وناظم اعلیٰ دار الاقامہ دار العلوم دیوبند

حامداً و مصلّیاً، امّا بعد!

منطق ایک فطری فن ہے، منطق انسان کی ماہیت وسرشت میں داخل ہے، طبعاً انسان منطقی ہوتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اپنی طبعی زبان اور محاورات میں منطقی اصطلاحات کثرت سے استعمال کرتا، اگر چہ وہ انسان منطقی اصطلاحات سے قطعاً واقف نہیں ہوتا، وہ اپنی مادری زبان میں جنس، نوع، فصل اور فرد خوب استعمال کرتا ہے، کلی جزئی کا استعمال نوک زبان ہوتا ہے، مثلاً ایک آدمی بازار سے سودا سلف خریدنے جاتا ہے اور خرید کردہ اشیاء لے کر واپس لوٹتا ہے اور کوئی اس سے سوال کرتا ہے کہ آپ کے ہمراہ خرید کردہ اشیاء کیا ہیں؟ تو وہ کبھی متعین شی کا نام لیتا ہے، مثلاً وہ جواب میں کپڑا کہتا ہے جب وہ صرف کپڑا خرید کر کے آتا ہے اور کبھی وہ نوع کے ذریعہ جواب دیتا ہے، مثلاً مختلف سبزیاں، آلو، بیگن، پالک وغیرہ تو وہ جواب میں سبزی کہتا ہے، اور کبھی وہ جنس کے ذریعہ جواب دیتا ہے، جب وہ مختلف ماہیت رکھنے والی اشیاء خرید کر کے لوٹتا ہے، مثلاً سبزی، کپڑا اور دال چاول وغیرہ لے کر بازار سے لوٹتا ہے تو جواب میں سامان کہتا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان فطری طور پر منطق سے آشنا ہوتا ہے۔

اسی طبعی فن پر عزیزی مولوی محمد اسجد سلمہ نے قلم اٹھایا ہے، اور نہایت عرق ریزی کر کے امہات کتب سے اصول اخذ کئے ہیں اور استفادۂ عام کے لیے پیش کردئے ہیں، یہ عاجز مصروفیت کی وجہ سے پوری کتاب پر نظر نہیں ڈال سکا، البتہ گرامی قدر جناب مفتی کوکب عالم صاحب، مولانا توحید عالم صاحب (اساتذۂ دار العلوم دیوبند) اور مفتی عبد القادر صاحب (استاذ مدرسہ خادم العلوم باغوں والی) نے پوری عربی عبارت پر عمیق نظر ڈالی اور اعتماد کیا ہے، اسی لیے اس عاجز کو بھی بھروسہ ہے۔

دعا ہے کہ اللہ جل مجدہ قبول فرمائے اور استفادہ کو عام وتام فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

(حضرت مولانا) منیر الدین احمد عثمانی نقشبندی (صاحب)

خادم تدریس وناظم اعلیٰ دار الاقامہ دار العلوم دیوبند

۲۷/۱/۱۴۳۹ھ

کلمات بابرکت

حضرت مولانا سید شاہد حسین صاحب مدظلہ العالی

صدر المدرسین دار العلوم اسعدیہ ایکڑ خورد

حضرت مولانا محمد طیب صاحب دامت برکاتہم العالیہ

مدرس، مدرسہ دار العلوم اسعدیہ ایکڑ خورد

حامداً و مصلیاً أما بعد!

عزیز القدر مولوی محمد اسجد سلمہٗ مدرسہ دار العلوم اسعدیہ ایکڑ خورد کے طالب علم رہے ہیں، اس لیے بچپن سے انہیں قریب سے دیکھنے سمجھنے اور برتنے کا موقع ملا۔

آں عزیز بچپن سے ہی ذہین وفطین اور محنتی ہونے کے ساتھ سلیم المزاج، یکسو اور نیک تھے، پڑھنے میں انہماک، لایعنی سے اجتناب، اساتذہ سے تعلق وارتباط نیک فالی کی دلیل تھی، امید تھی کہ یہ بچہ علم ودانش کے میدان میں کچھ خاص کر دکھائے گا۔

الحمد للہ اس امید کے خوش آئندہ آثار ظاہر ہونے شروع ہو گئے، طلب علم کے مروجہ نصاب کو مکمل کرنے سے پہلے ہی موصوف نے تحریری میدان میں طبع آزمائی شروع کر دی، اور منطق وفلسفہ جیسے خشک موضوع پر (جو بدقسمتی سے طلبہ وعلماء کی بے اعتنائی کا شکار ہے) ایک رسالہ (معین المنطق) لکھ ڈالا، جس میں انہوں نے انتہائی خوش اسلوبی سے منطق وفلسفہ کی اصطلاحات، تعریفات، امثلہ کو جمع کر دیا ہے، اور شوقین اور سہولت پسند دونوں طرح کے طلبہ کے لیے عربی اور اردو دونوں کا جامہ پہنا دیا۔

رسالہ کا علمی پایہ طے کرنا تو اربابِ فن کا کام ہے جو بعض کہنہ مشق اساتذہ نے اپنی

تقاریظ میں طے بھی کر دیا ہے، البتہ یہ ناکارہ اپنی بے بصیرتی کے باوجود علم ودانش کے افق پر ایک نیّرِ تاباں کے طلوع کی جھلک صاف دیکھ رہا ہے۔

میں پُر امید ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے روشن مستقبل کے لیے دعاء گو ہوں اللہ تعالی آں عزیز کو نظرِ بد سے بچا کر زمانہ کے دست و برد سے محفوظ رکھے اور علم وعمل واخلاق کی عظیم دولت سے مالا مال فرمائے، آمین یارب العلمین۔ فقط

ناکارہ سید شاہد حسین

مدرس مدرسہ دارالعلوم اسعدیہ ایکڑ خورد

۲۹ر محرم الحرام ۱۴۳۹ھ

المصدق

بندہ محمد طیب

مدرس مدرسہ دارالعلوم اسعدیہ ایکڑ خورد

۲۹ر محرم الحرام ۱۴۳۹ھ

تقریظ

حضرت مولانا مفتی کوکب عالم صاحب دامت برکاتہم العالیہ

استاذ دارالعلوم دیوبند

نحمده ونصلي على رسوله الكريم أما بعد!

تعلیم وتعلم میں ''مقصود بالذات درجہ'' علوم شرعیہ یعنی تفسیر وحدیث اور فقہ کو حاصل ہے، ان کی کما حقہ تحصیل کے لیے علوم عربیہ نحو، صرف اور علوم عقلیہ منطق وفلسفہ کو مقصود بالتبع کا درجہ حاصل ہے، اس لیے کہ ان کے بغیر رسوخ فی العلم بہت مشکل ہے، یہی وجہ ہے جس کی بنا پر درس نظامی میں ان کو اہمیت کے ساتھ داخل نصاب کیا گیا ہے، عقلی علوم سے برگشتہ اس کی افادیت کا انکار کرتے ہیں حالاں کہ یہ انکار حقائق کے اعتراف سے انحراف ہے۔

زیرِ نظر رسالہ ''معین المنطق'' میں منطق کی تعریفات واصطلاحات عمدہ ترتیب سے یکجا کر دی گئیں، تاکہ یاد کرنے اور سمجھنے میں سہولت ہو، امید ہے کہ رسالہ باذوق طلبہ کے لیے نہایت مفید ومعاون ثابت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ جامعِ رسالہ مولوی ''محمد اسجد'' زید علمہ کو مزید علمی ودینی ترقیات نصیب فرمائے آمین۔

خیر خواہ

(مفتی) کوکب عالم

مدرس دارالعلوم دیوبند

۱۵/۱/۱۴۳۸ھ

تقریظ

حضرت مولانا توحید عالم صاحب دامت برکاتہم بجنوری

استاذ دارالعلوم دیوبند

الحمدلله کفی و سلام علی عباده الذین اصطفی:أما بعد !

علم ومعرفت ایک ایسا جوہر نایاب ہے جو انسان کو تمام مخلوقات میں اشرف واعلی بناتا ہے، علم ومعرفت ہی وہ دولتِ عظمیٰ تھی جس نے حضرت انسان (ابوالبشر سیدنا آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام) کومسجود بنادیا، اور علم وآگہی اور فہم وادراک کی یہ دولت انسان خلیفۃ اللہ فی الارض کے مبارک ومسعود عہدے ومنصب پر فائز ہوا۔

الحمد للہ ایشیا کی عظیم دینی درسگاہ، ازہر ہند دارالعلوم دیوبند کے فضلا اور سپوت ہمیشہ قرآن وسنت اور علوم دینیہ کی خدمات کے حوالے سے نمایاں رہے ہیں، ہر دور میں مختلف علوم وفنون کو اپنی محنتوں اور کاوشوں کا محور بنا کر دینی وعلمی خدمات کا فریضہ ادا کرتے رہے ہیں۔

فالحمد لله علی ذلك حمداً کثیراً۔

پیش نظر کتاب ” معین المنطق “ بھی اسی سلسلۃ الذھب کی ایک سنہری کڑی ہے، جسے برادرم مولوی محمد اسجد سلمہ ہردواری متعلم دارالعلوم دیوبند نے انتھک محنت، مسلسل کاوش اور شب وروز کی جدوجہد کے بعد علم دوست قارئین علماء وطلبہ کی خدمت میں پیش کیا ہے، عزیز موصوف اس حوالے سے قابلِ مبارک باد اور لائق مدح وستائش ہیں کہ علوم عقلیہ منطق وفلسفہ سے عام طور پر طلبہ کی دلچسپیاں کم ہوتی اور گھٹتی جارہی ہیں، اور طلبہ کی ایک معتد بہ تعداد ان علوم کو بے فائدہ اور ضرورت سے زائد باور کرنے لگے ہیں، لیکن اس کے علی الرغم بہت نصیب ور اور خوش بخت طلبہ ان علوم آلیہ (علم صرف، علم نحو، علم منطق، علم فلسفہ، علم معانی، علم بیان، علم بدیع اور علم کلام وغیرہ) کو بھی علوم شریعت (علم تفسیر، علم اصول تفسیر، علم حدیث، علم اصول حدیث، علم فقہ اور علم اصول فقہ) کے خدام اور ذرائع ہونے کی

وجہ سے پوری اہمیت دیتے ہیں، اوران کے حصول میں کوئی کوتاہی یا سستی نہیں برتتے، بلکہ جتنی محنت اور یکسوئی کے ساتھ علوم عالیہ کے کسب وحصول میں اپنے کو کھپاتے ہیں بالکل اسی طرح ان علوم آلیہ کے حاصل اور اخذ کرنے میں خود کو لگائے رہتے ہیں، اور ایسا کرنا باعثِ سعادت بھی ہے اور فہم شریعت کے لئے ضروری بھی، امت کے اسلاف واکابر کی بڑی تعداد اسی نظریئے کی مؤید رہی ہے، ان کے اقوال وافعال اس کے شاہدِ عدل ہیں، ماضی قریب کی ایک عبقری اور بے مثال شخصیت حکیم الامت مجددِ ملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے فرمایا: میرے نزدیک قرآن کریم پڑھانے اور منطق پڑھانے میں کوئی فرق نہیں دونوں کا اجر وثواب برابر ہے؛ کیوں کہ دونوں سے مقصد رضائے الٰہی ہے۔

الغرض پیش نظر کتاب "معین المنطق" اس لحاظ سے وقت کی ضرورت ہے کہ اس کتاب کے مؤلف محترم زید مجدہ نے منطق کی اصطلاحات کو امہات الکتب سے عربی زبان ہی میں یکجا جمع کر دیا ہے جو مواد اور تعریفات بڑی محنت اور متعدد کتابوں کی چھان پھٹک کے بعد حاصل ہوئیں وہ سب اس مختصر کتاب میں مل جائیں گی، اس لئے یہ کتاب منطق کے تمام درجات طلبہ اور ابتدائی اساتذہ کرام کے بہترین رفیق اور اسم بامسمی ثابت ہوگی، نیز مؤلف نے اس کا اردو ترجمہ بھی ساتھ لگا دیا ہے، جو کتاب کو دوآتشہ کر رہا ہے۔

راقم السطور نے کتاب کے عربی حصہ کو از اول تا آخر حرف بہ حرف پڑھا ہے، اور جہاں بھی حذف واضافہ یا ترمیم کی ضرورت محسوس ہوئی مشورے دیے جن کو مؤلف سلمہ نے قبول فرمایا یہ ان کی سعادت اور نیک بختی کی دلیل ہے، فجزاه الله تعالى خيراً۔

اللہ تعالی مؤلف کی اس ابتدائی کاوش کو شرف قبولیت عطا فرما کر ذخیرۂ آخرت بنائے اور مزید علمی خدمات کے لئے قبول فرمائے۔ آمین یا رب العلمین.

توحید عالم قاسمی

خادم التدریس دار العلوم دیوبند

۱۶ر محرم الحرام ۱۴۳۹ھ یوم السبت

تقریظ

حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب مظفر پوری مدظلہ العالی

استاذ مدرسہ خادم العلوم باغوں والی (مظفرنگر)

اس میں شک نہیں کہ ہندوستان کی علمی دنیا پر ایک ایسا زمانہ بھی گذرا ہے جب معقولات کو تمام فنون پر بالادستی حاصل تھی، ایک ایک شخص اپنی پوری پوری زندگی ان کی تحصیل اور ان کی حذاقت و مہارت پیدا کرنے میں گذار دیتا تھا، کسی عالم کو اس وقت تک سند قبول حاصل نہیں ہوتی تھی جب تک کہ وہ معقولات کے اندر اپنا امتیاز قائم نہ کرے، اگر کسی نے حدیث، تفسیر، فقہ اور ان کے متعلقہ تمام فنون پڑھ ڈالے، لیکن منطق وفلسفہ کی کتابوں میں سے (جن کی تعداد چالیس پچاس سے متجاوز ہوتی تھی) ایک کتاب بھی اگر نہیں پڑھی تو وہ مولوی کہلانے کا حقدار نہیں ہوتا تھا، علماء واہل علم کے مابین کسی کے نمایاں مقام حاصل کرنے کا موقوف علیہ یہ تھا کہ آیا انہوں نے منطق وفلسفہ کی کسی کتاب پر کوئی حاشیہ یا شرح تحریر کی ہے یا نہیں۔

لیکن پھر خدا خدا کر کے اس طوفان میں کمی آئی اور ان چالیس پچاس کتابوں میں سے صرف شرح شمسیہ (قطبی)، سلم اور شرح ہدایۃ الحکمت وغیرہ جیسی کتابوں پر اکتفا کرلیا گیا، لیکن ظاہر ہے کہ ہر زمانہ کا مذاق جدا جدا ہوتا ہے، اس لئے اب طلبہ کی ان چند کتابوں سے بھی دلچسپی کافی کم ہوگئی اور اس کی جگہ دیگر فنون نے لے لی۔

تاہم اس کی وجہ سے معقولات کی ضرورت بالکلیہ ختم نہیں ہوگئی بلکہ اب بھی ان کی اہمیت بدستور باقی ہے، کم از کم اتنا فائدہ تو ضرور ہے کہ ان کی اصطلاحات کو سمجھے بغیر سلف کی کتابوں سے استفادہ مشکل ہے، خاص کر وہ کتابیں جو اسی معقولی رنگ میں لکھی گئی ہیں، اسی

لئے مدارس میں تاہنوز ان کا وجود ہے، اور دیگر فنون کی طرح ان کی خدمات کا سلسلہ بھی جاری ہے، اور اہلِ علم اس میدان میں بھی دادِ تحقیق دے رہے ہیں۔

ان ہی محنتی اور شوقین حضرات کی صف میں ہمارے سامنے دو حوصلہ مند، باہمت اور عزم و استقلال کے پیکر طالب علم ہے؛ مولوی محمد اسجد اوران کے معاون مولوی محمد صانم سلمہما اللہ تعالیٰ ہیں، جنہوں نے اپنی جہد مسلسل اور سعی پیہم کے ذریعہ ایک قابل قدر کارنامہ انجام دیا ہے، چنانچہ منطق وفلسفہ کی متعدد کتابوں اوران کے شروح وحواشی کی ورق گردانی کر کے ایک مفید رسالہ "معین المنطق" کے نام سے تصنیف کیا ہے، جس میں ان دونوں فنون کی مشہور اصطلاحات کو جمع کر دیا ہے، اور جمع ہی نہیں کیا بلکہ تجدید وتکثیر امثلہ کے ذریعہ انہیں بہت مفید بنادیا ہے، اور اس پر مستزاد یہ کہ ان عربی اصطلاحات کو اردو زبان کا جامہ بھی پہنا دیا ہے جوانتہائی سہل اور مطلب خیز ترجمہ کی حیثیت رکھتا ہے، اس طرح یہ کتاب عربی اور اردو دونوں سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے ع۔

بہ رنگ ارباب صورت را، بہ وار باب معنی را

کی مصداق بن گئی ہے۔

احقر نے کتاب کو شروع سے آخر تک دیکھا، طالب علمانہ فروگذاشتہ کے باوجود اسے نافع ترین پایا۔ دوران مطالعہ کچھ حذف و اضافہ بھی کیا اور مفید مشورے بھی دئے اور اب دعاء گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے افادے کو عام وتام فرمائے اور ہر دو عزیز کو علمی و عملی ترقیات سے نوازے:۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

فقط والسلام

احقر الانام، عبدالقادر غفرلہ

۱۰/۱/ ۱۴۳۹ھ

مقدمہ

از: حضرت مولانا مفتی محمد قاسم صاحب دامت برکاتہم العالیہ استاذ دارالعلوم دیوبند
حضرت مولانا مفتی حیان صاحب دامت برکاتہم العالیہ استاذ جامعۃ الشیخ دیوبند

حامداً و مصلیاً.

أما بعد! بلاشبہ کسی بھی انسان کے حق میں کامیابی حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ایسا علم ہے جو انسان کو اعلی وارفع اوصاف عطا کرے، علم ایک لامتناہی شیء ہے، لیکن جس علم کے ذریعہ عقل انسانی مزین اور آراستہ ہوتی ہے، اعمال درست ہوتے ہیں زندگی پایۂ تکمیل کو پہنچتی ہے، اور نجات اخروی کے لیے موقوف علیہ کی حیثیت رکھتا ہے، وہ دو قسم کے علوم ہیں(۱) علوم نقلیہ (۲) علوم عقلیہ

اللہ رب العزت نے علوم نقلیہ (قرآن وحدیث) کی تعلیم کے لیے انبیاء ورسل کو دنیا میں مبعوث فرمایا تا کہ انسان ان علوم کے ذریعہ اپنے رب کا تقرب اس کی خوشنودی حاصل کر سکے، اور جہنم کی سختیوں سے نجات پا کر جنت کا مستحق بن سکے۔

اور علوم عقلیہ وہ علوم ہیں جن کی بدولت انسان اپنی جنس سے ممتاز ہو جاتا ہے، انہیں علوم کے متنوع اقسام میں سے عقلِ انسانی کو صیقل کرنے والا، جلا بخشنے والا اور حدو برہان کی معرفت عطا کرنے والا ایک مہتم بالشان علم، علم منطق ہے جس کا حامل اور جس کے اصول و ضوابط کی رعایت کرنے والا استدالی غلطی سے محفوظ رہتا ہے۔

علاوہ ازیں یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ علم کلام سے متعلق تمام کتب اور اعتقاد سے تعلق رکھنے والے تمام مضامین؛ جیسے علامہ جرجانیؒ کی شرح مواقف، علامہ تفتازانیؒ کی شرح مقاصد اور شرح نسفیہ اور عقیدۃ الطحاوی وغیرہا کتب، اسالیب عقلیہ اور اصطلاحاتِ

منطقیہ سے پُر اور لبریز ہیں، جن سے استفادہ بدونِ استعانت بالمنطق ناممکن ہے۔

بہر حال علم کلام کی کتابوں کو چھوڑیے! اصول فقہ سے متعلق بعض تصانیف کی بنیاد بھی اسباب عقلیہ، قواعد منطقیہ اور غزالی، رازی اور بیضاوی کے مختلف دیوانوں پر ہے، علم منطق اور اس کے قواعد میں مہارت کے بغیر جن دیوانوں اور کتابوں کا مطالعہ اور ان سے استفادہ ناممکن ہے۔

اے منطق کے تئیں اپنے دل میں نفرت رکھنے والوں! کیا منطق دشوار ہونے کی وجہ سے اس سے عداوت کی جائے، اور اس کی تعلیم و تعلم کو چھوڑ دیا جائے، کیا ہر چیز میں سہولت و یُسر اور عیش و آرام کا طالب بن کر ان اعلی علمی ذرائع کو پس پشت ڈال دیا جائے، بلاشبہ ذہین و ذکی کو منطق کی ضرورت نہیں اور کند ذہن اس سے منتفع نہیں ہوسکتا، لیکن اصطلاحات کلامیہ اور بعض اصطلاحات اصول فقہیہ کو سمجھنے میں ہر شخص اس فن کا محتاج ہے، لہذا معلوم ہوا کہ کسی کو اس سے مفر نہیں ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ علم العقائد اور اصول فقہ کی کتابوں کا پڑھنا اور ان سے استفادہ کرنا منطق کی اصطلاحات سے استعانت اور منطق کے قواعد کی رعایت کے بغیر ممکن نہیں ہے، چناں چہ علامہ تفتازانیؒ فرماتے ہیں کہ علم الکلام، اصول فقہ سے اور اصول فقہ، فقہ سے پہلے ہے، جس کا مطلب اور لب لباب یہ ہے کہ علوم شرعیہ کی پہلی بنیاد علم کلام اور دوسری بنیاد اصول فقہ ہے لہذا علم منطق سے محروم شخص ان دونوں علوم سے محروم شمار ہوگا، اگرچہ اپنے آپ کو زمانہ بھر میں اعلم الناس شمار کرے۔

والسلام

پیشِ لفظ

کسی علم کے جمیع مسائل کا عالمِ فن کے ذہن میں مستحضر رہنا ضروری نہیں ہے، بلکہ کتابوں اوراس کے مسائل کے بہ کثرت مطالعے سے ذہن میں فن کا اجمالی نقشہ حاصل ہو جانا کافی ہے (جس کو ملکہ بھی کہا جاتا ہے) تاکہ وہ عالم اس ملکے کی معاونت سے تفصیلی مسائل کو مستحضر کرسکے یا حاصل کرسکے اگرچہ بالفعل وہ مسائل مستحضر نہ ہوں۔

لیکن ہر علم وفن کی اصطلاحات کو جاننا بے حد ضروری ہے، تاکہ اس فن کی تقریر کما حقہ سمجھ سکے، بہ ایں وجہ تمام علوم وفنون میں اہلِ فن کی مخصوص اصطلاحات ذکر کی گئی ہیں جن کو جاننے سے معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی فن سے اچھی طرح مناسبت پیدا کر لیتا ہے، اوران اصطلاحات سے بے خبر شخص وادیٔ تیہ میں بھٹکتا رہتا ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ علوم وفنون کو حاصل کرنے کے لیے ایسے مقدمات کا جاننا ضروری ہے جو حصولِ مقاصد میں معین ہوں۔

زیرِ نظر کتاب "معین المنطق" بھی اسی ضرورت کی ایک کڑی ہے، جس میں ابتدائی درجات سے درجات عالیہ تک درس نظامی میں پڑھائی جانے والی کتب منطق میں مستعمل تمام تر اصطلاحات کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے، خواہ وہ اصطلاحات فن منطق سے تعلق رکھتی ہوں یا نہ رکھتی ہوں، شروع کتاب میں مرقات وسلم کی ترتیب پر بحث کے اعتبار سے اصطلاحات جمع کی گئی ہیں، اور وہ اصطلاحات جن کا باضابطہ کسی بحث سے تعلق نہیں ہے لیکن وہ اصطلاحات کتب منطق میں مستعمل ہیں، اخیر کتاب میں "متفرقات" کے عنوان سے باب قائم کرکے ان اصطلاحات کو وہاں لکھا گیا ہے، نیز عربی اصطلاحات کے ساتھ ساتھ دوسرے حصہ میں اردو میں بھی اصطلاحات کو لکھا گیا ہے تاکہ ہر ایک طالب علم اس کتاب سے نفع اٹھا سکے۔

اشارات

اکثر و بیشتر جگہ حوالے میں صرف ایک لفظ (مثلاً ''س، ش یا ق'' وغیرہ) لکھا ہوا ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس اجمال کی جانب بھی اشارہ کردیا جائے، تاکہ دل میں خلجان باقی نہ رہے۔

س؛ سے مراد سلم العلوم ہے۔

ق؛ سے مراد قطبی ہے۔

ش؛ سے مراد شرح تہذیب ہے۔

م؛ سے مراد مرقات ہے۔

ک؛ سے مراد کتاب التعریفات ہے۔

ملا؛ سے مراد ملا مبین ہے۔

ایک اہم فریضہ کی ادائیگی

میں اولاً اللہ رب العزت کا اور ثانیاً مشفق والدین کا شکر گزار ہوں کہ جن کی بے پایاں شفقتیں ابتدائے آفرینش سے اب تک میرے ساتھ جزءِ لاینفک کی طرح رہی ہیں، اور انہوں نے تعلیم کے لئے مجھے فارغ کر کے مؤنۃ کو برداشت کرنے کا بیڑا اٹھایا، پھر میں شکر گذار ہوں اپنے برادران حقیقی اور ہمشیرہ کا، اور بالخصوص استاذِ محترم حضرت مولانا مفتی قاسم صاحب استاذ دار العلوم دیوبند وحضرت مولانا مفتی حیان صاحب استاذ جامعۃ الشیخ حسین احمد المدنی دیوبند کا، قدم قدم پر جن کی راہنمائیاں اور مفید مشورے مجھے حاصل ہوتے رہے ہیں، جن مشوروں نے قدم آگے بڑھانے میں میرے لئے مشعلِ راہ کا کام کیا، پھر حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب استاذ مدرسہ اسلامیہ عربیہ خادم العلوم باغوں والی کا، کہ حضرت نے مرۃ بعد مرۃ کتاب کے دونوں حصوں (عربی و اردو) پر نظر ثانی کر کے اسے اغلاط سے پاک کیا، اور حضرت مولانا مفتی کوکب عالم صاحب وحضرت مولانا توحید عالم صاحب اساتذۂ دار العلوم دیوبند کا، کہ جن عظیم شخصیات نے اپنا قیمتی وقت دیکر کتاب کے

عربی حصہ کو حرف بہ حرف پڑھا اور مفید مشوروں سے نوازا، جو میرے لئے باعثِ سعادت وفخر کی بات ہے،اور دیگر اساتذہ کرام کا بھی شکر گزار ہوں اس موقع پر جن حضرات کی دعائیں مجھے ملیں اور میرے لئے مشعلِ راہ کا کام کیا۔

اور رفیق محترم مفتی محمد معظم رفیع کشن گنجوی اور مولوی محمد صائم کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے ہر موڑ پر میرا ساتھ دیا، میری حوصلہ افزائی کی ،کام کو کرنے میں ہر ممکن مدد مجھے ان سے حاصل ہوئی ،اللہ تعالیٰ تمام مذکورین کو اوران حضرات کے علاوہ جن دیگر ساتھیوں کا اس کتاب کو منظر عام پر لانے میں کسی بھی طرح کا تعاون رہا ہے سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین یا رب العلمین

علاوہ ازیں مجھ نااہل کو اپنی کم علمی ، بے مائگی اور نا تجربہ کاری کا مکمل احساس ہے اور یہ حقیری علمی کاوش یقیناً میری بساط سے بالاتر تھی ،محض اساتذۂ کرام کی توجہات وعنایات اور دعاؤں نے اس کاوش کو قابل اشاعت بنادیا۔

نیز ارباب علم وفن سے مجھے امید ہے کہ اگر اس میں انہیں کوئی خامی نظر آئے تو میری نا تجربہ کاری کے سبب مجھ نااہل کو معاف فرمائیں گے،اور نشاندہی فرمائیں گے تاکہ اس کی اصلاح کی جا سکے،اخیر میں اللہ تعالی سے دست بدعاء ہوں کہ اس رسالہ کو بغض وعناد رکھنے والوں کی نگاہ سے محفوظ رکھے اور بلاوجہ نکتہ چینی کرنے والوں کے شر سے اس رسالہ کو بچائے ،طلبہ وعلماء مدارس کے لیے اسم بامسمی بنادے اور مجھ حقیر کے لیے (دنیا میں) علم نافع اور (آخرت میں) رضائے الٰہی اور بخشش کا ذریعہ بنائے آمین یا رب العلمین۔

محمد اسجد ابن حافظ عبدالرزاق

سرائے (ہردوار)

۱۴۳۸/۱/۲۵ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

مقدمة العلم

العلم: هو الصورة الحاصلة من الشيء عند العقل. (م،ش)

العلم على قسمين ؛حصوليّ، وحضوريّ

العلم الحصولي: هو حصول العلم بالشيء بعد حصول صورته في الذهن ويسمى بالعلم الانطباعي. (ک)

العلم الحضوري:هو حصول العلم بالشيء بدون حصول صورته في الذهن كعلم زيد لنفسه.(ک)

تنقسم العلم إلى قسمين أيضاً ؛تصوُّرٌ، وتصديقٌ

التصور: هو مالم يكن فيه إذعان للنسبة الخبرية كغلام زيدٍ. (ملا)

التصديق: هو اعتقاد لنسبة خبرية إيجابيةً كانت أوسلبيةً كقولنا زيد أبو خالدٍ. (تهذيب،س)

التصور والتصديق كل منهما على قسمين: بديهيٌّ، ونظريٌّ

البديهيُّ: هو الذي يحصل بلا نظر وكسب، كتصور الحرارة والبرودة وكالتصديق بأن النفيَ والإثبات لايجتمعان ولايرتفعان ويقال له الضروري أيضا.(م)

النظريُّ: هوالذى يحتاج فى حصوله إلى النظر والكسب كتصور العقل والنفس وكالتصديق بأن العالم حادث ويقال له الكسبيُّ أيضا. (م،ق،س)

التعريف المطلق: مايُبَيَّن به حقيقة الشيء كقولک الانسان حيوان ناطق.

موضوع كل علم: مايُبحَث فيه عن عوارضه الذاتية له كبدن الإنسان لعلم الطب فإنه يبحث فيه عن أحواله من حيث الصحة والمرض. (م،ش،ق)

العوارض الذاتية: ما يعرض للشيء إما أولاً وبالذات كالتعجب اللاحق للإنسان من حيث إنه إنسان أو بواسطة جزئه كعروض الحركة للانسان بواسطة جزئه "الحيوان" وإما بواسطة أمرٍ خارج عنه مساوٍ لذلك الشيء كالضحک الذي يعرض حقيقةً للمتعجب ثم ينسب عروضه إلى الإنسان بالعرض و بالمجاز. (ش)

العوارض الغريبة: هي العوارض لأمر خارج أعم من المعروض كالحركة اللاحقة للأبيض، بواسطة أنه جسم، وهو أعم من الأبيض وغيره، والعوارض للخارج الأخص كالضحک العارض للحيوان بواسطة أنه انسان، وهو أخص من الحيوان، والعوارض بسبب المباين كالحرارة العارضة للماء بسبب النار وهي مباينة له. (ق)

الغرض: نتيجةٌ مطلوبة يصدر الفعل لأجله من الفاعل. (مفتاح التهذيب)

تعريف المنطق: هو قانونٌ يعصم مراعاتُه الذهنَ عن الخطاء في الفكر. (ش)

موضوع المنطق: المعرف والحجة. (ش)

المعرف والقول الشارح: هو عبارة عن المعلوم التصوريّ من حيث إنه يوصل إلى مجهول تصوريٍّ كالحيوان الناطق الموصل إلى تصور الإنسان. (ش)

الحجة: هي عبارة عن المعلوم التصديقيّ من حيث إنه يوصل إلى مطلوب تصديقيٍّ كقولنا العالم متغير وكل متغير حادث الموصل إلى التصديق بقولنا العالم حادث. (ش)

الفكر: هو ترتيب أمور معلومة للتأدي إلى المجهول. (ق)

الترتيب لغةً: جعل كل شيء في مرتبته.

واصطلاحا : جعل الأشياء المتعددة بحيث يطلق عليها الاسم الواحد ويكون ببعضها نسبة الى البعض الآخر بالتقدم والتأخر (ق)

الغرض والغاية للمنطق: صيانة الذهن عن الخطإ في الفكر.

التصورات

مقدمة الكتاب

الوضع لغةً: جعل اللفظ بإزاء المعنى. (ك)

واصطلاحاً: تخصيص شيءٍ بشيءٍ بحيث متى أُطلق أو أُحِسَّ الشيءُ الأَوَّلُ فُهِمَ منه الشيءُ الثاني. (حاشيه م)

الدلالة لغةً: هوالإرشاد. (م)

واصطلاحاً: كون الشيء بحيث يلزم من العلم به العلم بشيء آخر كعلم النار بالنظر إلى الدخان. (م،ش،ق)

الدلالة لها قسمان ؛لفظيةٌ، وغيرلفظيةٍ

الدلالة اللفظيّة: مايكون الدال فيه لفظاً كدلالة لفظ زيد على مسماه. (م،ش،ق)

الدلالة الغير اللفظيّة: ما لا يكون الدال فيه لفظاً كدلالة الدخان على النار. (م،ش،ق)

وكل منهما على ثلثة أنحاءٍ؛

الدلالة الوضعية: هيما تكون بسبب وضع الواضع وتعيينه الأول بإزاء الثاني كدلالة لفظ زيد على مسماه وكدلالة الدوال الأربع على مدلولاتها. (ش)

الدلالة الطبعية: هي ما يكون فيها حدوث الدال عند عروض المدلول بسبب اقتضاء الطبع كدلالة لفظ أح أح على وجع الصدر وكدلالة صهيل الفرس على طلب الماء والكلأ.(ش،ق)

الدلالة العقلية: هي دلالة يجد العقل بين الدال والمدلول علاقة ذاتية ينتقل لأجلها منه إليه كدلالة لفظ ديزِن المسموع من وراء الجدار على وجود اللافظ وكدلالة الدخان على النار.(كشاف)

الدلالة اللفظية الوضعية على ثلثة أقسام؛ مطابقيٌّ، وتضمنيٌّ، والتزاميٌّ.

المطابقيُّ: هي أن يدل اللفظ على تمام ما وضع ذلك اللفظ لهُ كدلالة الإنسان على مجموع الحيوان والناطق.(م)

التضمنيُّ: هي أن يدل اللفظ على جزء المعنى الموضوع له كدلالة الإنسان على الحيوان فقط..(م)

الالتزاميُّ: هي أن لايدل اللفظ على الموضوع له ولا على جزئه بل على معنى خارج لازم للموضوع له كدلالة لفظ العمى على البصر . (م)

اللازم: هو ما ينتقل الذهن من الموضوع له إليه كدلالة الانسان على قابل العلم وصنعة الكتابة و كدلالة العمى على البصر. (م)

بحث اللفظ

اللفظ: ما يتلفظ به الإ نسان كقولك زيدٌ، وخالدٌ، وقلمٌ، وفصلٌ.

اللفظ الدال بالمطابقي على قسمين؛ مفردٌ، ومركبٌ.

المفرد: مالا يقصد بجزئه الدلالة على جزء معناه كدلالة همزة الإستفهام على معناه ودلالة زيد على مسماه ودلالة عبدالله على المعنى العَلَمِيِّ.(م)

المركب: مايُقصَد بجزئه الدلالة على جزء معناه كدلالة زيد قائم على

معناه ودلالة رامی السهم علی فحواه.(م)

تقسیم المفرد باعتبار استقلال المعنی وعدم استقلاله

اللفظ المفرد علی ثلثة أنحاء؛ إسمٌ، وکلمةٌ، وأداةٌ.

الاسم: ما یکون معناه مستقلا بالمفهومیة أي لم یکن فی فهمه محتاجا إلی ضم ضمیمة، ولم یقترن ذلک المعنی بزمان من الأزمنة الثلثة کزید وعمر. (م)

الکلمة: مایکون معناه مستقلا بالمفهومیة ویقترن ذلک المعنی بزمان من الأزمنة الثلثة کضرب وفعل. (م)

الأداة: مالم یکن معناه مستقلا بالمفهومیة کفي.(م)

تقسیم المفرد باعتبار وحدة المعنی

هو علی ثلٰثة أقسام؛ عَلَمٌ، ومتواطٍ، ومشککٌ.

العَلَمُ: مایکون معناه واحدا معینا مشخصا کزید. (م،ق)

المتواطي: ما یکون له أفراد کثیرة ویصدق ذلک المعنی علی سائر أفراده علی سبیل الاستواء من غیرأن یتفاوت بأوَّلِیَّة أوأولوِیَّة أوأشدِّیَّة أوأزیَدِیَّة کالإنسان بالنسبة إلی زید و عمرو و خالد.(م)

التفاوت علی أربعة أقسام

(۱) التفاوت فی الاولیت (۲) التفاوت فی الاولویت (۳) التفاوت فی الشدت (٤) التفاوت فی الزیادت

أوَّلیّة: هي أن یکون ثبوت الکلي لبعض الأفراد علة لثبوت للبعض الآخر کالوجود فان ثبوته لزید علة لثبوته لابنه عمرو.

أولويّة: معناه أن ثبوت الكلي لبعض الأفراد بالنظر إلى ذاته والبعض الآخر إلى غيره كالضوء فان ثبوته للشمس بالنظر إلى ذاته وللأرض بالنظر إلى الغير.

أشدّية: الشدة عبارة عن كون أحد الفردين بحيث ينتزع عنه العقل أمثال الآخر غير متمائزة في الوضع كالبياض فإن تحققه في الثلج أكثر منه في العاج بحيث ينتزع العقل من الثلج بياضات كثيرة مثل العاج ويقابلها الضعف.

أزيديّة: الزيادة هي كون أحد الفردين بحيث ينتزع عنه أمثال الآخر إلا أن الأمثال فيها متغايرة في الوضع ويقابلها النقصان.

المشكّكُ: ما يكون له أفراد كثيرة ولا يكون صدق ذلك المعنى العام في جميع أفراده على وجه الاستواء كالوجود بالنسبة إلى الواجب والممكن. (م)

تقسيم المفرد باعتبار كثرة المعنى

هو على أربعة أقسام؛ مشتركٌ، ومنقولٌ، وحقيقةٌ، ومجازٌ

المشترك: هو الذي كثر معناه ووضع ذلك اللفظ لكل معنى ابتداءً بأوضاع متعددة علىحدة كالعين. (م،ش،س)

المنقول: هو اللفظ الذي كثر معناه ووضع أولاً لمعنى ثم استعمل في معنى ثان لأجل مناسبة بينهما واشتهر في الثاني وترك موضوعه الأول كالصلوة والصوم. (م)

المنقول باعتبار الناقل على ثلثة أقسام: شرعيٌ، وعرفيٌ، واصطلاحيٌ

المنقول الشرعي: مايكون ناقله أرباب الشرع كالصلوة فانه كان في الأصل بمعنى الدعاء ثم نقل شارع إلى أركان مخصوصة. (م)

المنقول العرفي: ما يكون ناقله عرفا عاما كالدابة فانه كان في الأصل موضوعا لما يدب على الأرض ثم نقله العامة للفرس أو لذات القوائم الأربع. (م،ش،ق)

المنقول الاصطلاحي : ما يكون ناقله عرفاً خاصاً وطائفةً مخصوصةً كلفظ الإسم فانه كان في اللغة بمعنى العلوّ ثم نقله النحاة إلى كلمة مستقلة في الدلالة غير مقترنة بزمان ممن الأزمنة الثلثة. (م،ش،ق)

الحقيقة :هو اللفظ الذي كثر معناه ويستعمل في المعنى الموضوع له كالأسد بالنسبة إلى الحيوان المفترس.

المجاز : هو اللفظ الذي كثر معناه ويستعمل في معنى غير الموضوع له لعلاقة بينهما كالأسد بالنسبة إلى الرجل الشجاع.

تقسيم المجاز باعتبار العلاقة

هوعلى قسمين؛ استعارةٌ، ومجازٌمرسلٌ.

الاستعارة: هي مجاز علاقته المشابهة كأسدٍ في قولنا رأيت أسداً يرمي. (دروس البلا غه ،س)

المجازالمرسل : هي مجاز علاقته غيرالمشابهة كقوله تعالى يجعلون أصابعهم في اٰذانهم . (س،ک،دروس البلاغة،مختصرالمعانی)

الملاحظة : وحصروا المجاز المرسل باعتبار العلاقة في أربعة وعشرين نوعا وسيأتي بيانها في "المتفرقات" إن شاء الله تعالى. (س)

المرتجل :هو اللفظ المنقول عن معناه الأصلي إلى آخر من غير مناسبة كجعفر مثلاً فإنه كان موضوعاً للنهر الصغير ثم جعل علماً بلا مناسبة بينه وبين المعنى الأول. (حاشيه س)

بیان تکثر اللفظ مع توحد المعنی

الترادف لغةً: رکوب أحد الشخصین خلف الآخر.

واصطلاحاً : تکثر اللفظ مع اتحاد المعنی الموضوع له فکأنَّ اللفظین راکبان، أحدهما خلف الآخر علی مَرْکبٍ وهو المعنی کالأسد واللیث. (دستور)

تقسیم المرکب

المرکب له قسمان؛ تامٌ، وناقصٌ

المرکب التام: مایصح السکوت علیه کقولنا زید قائم. (م، ش،ق)

المرکب الناقص : مالم یصح السکوت علیه کقولنا غلام زید و رجل عالم. (م، ش،ق)

المرکب التام له قسمان ؛خبر، وإنشاء

الخبر: مایحتمل الصدق والکذب وقصد به الحکایة عن الواقع کقولنا السماء فوقنا و العالم حادث ویقال له قضیة أیضاً. (م)

الإنشاء: مالم یحتمل الصدق والکذب ولم یقصد به الحکایة عن الواقع کقولنا اضرب و لاتضرب. (م،ش،ق)

أقسام الإنشاء

الإنشاء له أقسام ؛ أمر، ونهي، وتمنٍ، وترجٍ، واستفهام، ونداء، ودعاء، والتماس، وتنبیه، وتعجب، وقسم، وسؤال.

الأمر: هو طلب الفعل عن المخاطب علی سبیل الاستعلاء کقولنا افعل و اشرب.

النهيُ : هو طلب ترک الفعل عن المخاطب علی سبیل الاستعلاء کقولنا لاتضرب ولا تشرب.

التمَنّي: طلب شيء محبوب لایُرجیٰ حصوله لکونه مستحیلا أو بعید

الوقوع كقولنا ليت الشباب يعود. (دروس البلا غة)

الترجي: طلب حصول شيء ممكن كقولنا لعل زيداً حاضر. (حاشيه م)

الاستفهام: هو طلب العلم بشيء كقولنا ما ذا تفعل؟.(دروس البلاغة)

النداء: طلب الإقبال بحرف نائب مناب أدعو لفظاً أوتقدير اً كقولنا يا زيد. (مختصر المعانی)

الدعاء : مايد ل على طلب الفعل مع الخضوع كقوله تعالى ربِّ أني مغلوب فانتصر. (ق)

الالتماس : ما يد ل على طلب الفعل مع التساوي كقول أحد لصديقه أعطني الماء.(ق)

التنبيه : هو إعلام المخاطب لما في ضمير المتكلم. (حاشيه س)

التعجب:ما وضع لإنشاء التعجب كقوله تعالى قتل الانسان ما أكفره.

القسم : هو ما يحصل فيه حصول تقوية الكلام بحرف القسم و المقسم به كقوله تعالى تالله لأكيدن أصنامكم.

السؤال: في اللغة : طلب الأدنى من الأعلى، وفي العرف : طلب كشف الحقائقِ والدقائقِ على سبيل الاستفادة؛ لا على سبيل الامتحان كالمناظرة. (دستور)

المركب الناقص على قسمين؛ تقييديٌّ، وغيرُ تقييديٍّ

المركب التقييد يُّ: مايكون الجزء الثاني منه قيداً للأول كغلام زيدٍ ورجل عالم. (ق)

المركب غير التقييد يِّ: مالايكون الجزء الثاني منه قيداً للأول كخمسة عشر و في الدار وبعلبک.(ق)

بحث المعنى

المفهوم : ماحصل في الذهن كتصور زيد و تصور أن زيداً قائم.(م)

هوعلى قسمين؛ جزئيٌ، وكليٌ

الجزئيُ: مايمنع نفس تصوره عن صدقه على كثيرين كزيد و خالد وهذا الكتاب. (م)

الكليُ :مالايمنع نفس تصوره عن صدقه على كثيرين كالحيوان و الانسان. (م)

تعريف آخر للكلي والجزئى ويسمى بهذه الاعتبار اضافيا

الجزئيُ الإضافي : ما يكون أخص تحت الأعم كالانسان بالنسبة إلى الحيوان و الحيوان بالنسبة إلى الجسم النامى. (م،ق)

الكليُ الإضافي : هو الأعم من الشيء كالحيوان بالنسبة إلى الإنسان. (ك)

أقسام الكلي باعتبار المصداق

ينقسم الكلي باعتبار المصداق الى عدة أقسام؛

الأول : مايمتنع وجود أفراده في الخارج كللا شيء و اللا ممكن واللاموجود و يقال له الكليات الفرضية .(م)

الثاني : ما يمكن أفراده و لم توجد كالعنقاء و جبل من الياقوت. (م)

الثالث : ما أمكنت أفراده و لم توجد من أفراده إلا فرد واحد و يمكن وجود غيره كالشمس. (م)

الرابع : ما أمكنت أفراده و لم توجد من فرده إلا فرد واحد و يمتنع وجود غيره كالواجب تعاليٰ. (م)

الخامس : ما وجدت له أفراد كثيرة متناهية كالكواكب السيارة. (م)

السادس : ما وجدت لهٔ أفراد كثيرة غير متناهية كأفراد الإنسان و معلومات الله تعالى.(م)

النسبة بين الكليين

وهي أربعة؛ تساوٍ، وتباينٌ، و عمومٌ وخصوصٌ مطلقاً، وعمومٌ وخصوصٌ من وجهٍ.

التساوي : هو أن يصدق كل واحد من الكليين على كل ما يصدق عليه الأخر كالناطق و الانسان. (م،ق)

التباين : هو أن لا يصدق شيء من الكليين على شيء مما يصدق عليه الأخر كالفرس و الانسان. (م،ق)

العموم والخصوص مطلقاً: هو أن يصدق أحد من الكليين على كل ما يصدق عليه الأخر ولا يصدق الأخر على جميع أفراد أحدهما بل يصدق على بعضه كالحيوان و الانسان.(م)

العموم والخصوص من وجه : هو أن يصدق بعض كل واحد من الكليين على بعض ما يصدق عليه الأخر كالأبيض و الحيوان. (م،ق)

تقسيم الكلي

الكليُّ على قسمين؛ ذاتيٌّ و عرضيٌّ

الكليُّ الذاتي : ما يكون عين حقيقة أفراده أو جزء حقيقتها كالإنسان والحيوان. (ش،س)

الكلي العرضي : ما يكون خارجاً عن حقيقة أفراده كالضاحک للإنسان. (ش،س)

أقسام الكلي الذاتي

ثم الذاتيُّ على ثلثة أقسام؛ جنسٌ، ونوعٌ، وفصلٌ.

الجنس : هو كليٌّ مقول على كثيرين مختلفين بالحقائق في جواب ما هو كالحيوان والجسم النامي. (م،ش،ق،س)

تقسيم الجنس

الجنس على قسمين؛ قريبٌ، و بعيدٌ.

الجنس القريب : هو ما يكون الجواب عن الماهية و عن بعض ما يشاركها في ذلک الجنس عين الجواب عنها و عن جميع مشاركاتها فيه كالحيوان حيث يقع جواباً للسؤال عن الإنسان و عن كل ما يشاركه في الماهية الحيوانية. (ق)

الجنس البعيد :ما يكون الجواب عن الماهية و عن بعض مشاركاتها في ذلک الجنس غير الجواب عنها و عن بعض الأخر كالجسم حيث يقع جواباً عن السؤال بالإنسان و الحجر ولا يقع جواباً عن السؤال بالإنسان و الشجر والفرس مثلاً. (ق)

النوع : هو كلي مقول على كثيرين متفقين بالحقائق في جواب ما هو،و يقال له النوع الحقيقي كالإنسان و الفرس و الغنم.(م،ش)

النوع الإضافي : هو ماهية يقال عليها و على غيرها الجنس في جواب ما هو كالإنسان بالنسبة إلى الحيوان، والحيوان بالنسبة إلى الجسم النامي. (م،ش،س)

الجنس له ثلثة أقسام؛ سافلٌ، ومتوسطٌ، وعالٍ

الجنس السافل : هو ما لا يكون تحته جنس و يكون فوقه جنس بل إنما

یکون تحته نوعٌ کالحیوان فإن تحته الإنسان و هو نوعٌ و فوقه الجسم النامي وهو جنسٌ. (م)

الجنس المتوسط : ما یکون تحته جنس و فوقه أیضاً جنس کالجسم النامي فإن تحته الحیوان وفوقه الجسم المطلق. (م)

الجنس العالي : هو ما لا یکون فوقه جنس کالجوهر فإنه لیس فوقه جنس و تحته الجسم المطلق و الجسم النامي و الحیوان. (م)

ویسمی بجنس الأجناس.

الأجناس العالیة

الأجناس العالیة عشرة ویسمی بالمقولات العشر و المحمولات أیضاًو واحد منها جوهرٌ والباقي عرض.

الجوهر : هو الموجود لا في موضوع بل قائم بنفسه کالأجسام. (م)

العرض :الموجود الذي یحتاج في وجوده إلی موضوع أي محل یقوم به کسواد الثوب وبیاضه المحتاج في وجوده إلی جسم یحله ویقوم به. (ک)

الأعراض التسعة

الکمّ : هو العرض الذي یقبل القسمة و التجزي لذاته.(حاشیه م/ک)

وهو علی قسمین ؛

الکم المتصل : وهو ما یکون بین أجزائه المفروضة حد مشترک کالخط. (مبادي)

الکم المنفصل : وهو ما لا یکون بین أجزائه المفروضة حدٌّ مشترک وهو العدد فقط. (مبادي)

الکیف : هو عرض لا یقتضي القسمة ولا النسبة لذاته کالضعف و

القوة.(مبادي)

الإضافة : هي النسبة العارضة للشيء بالقياس إلى نسبة أخرىٰ كالأبوة و البنوة. (كـ)

الأين : هو حالة تعرض للشيء بسبب حصوله في المكان، ككون الرجل في المسجد.(كـ)

الملك : هي حالة تعرض للشيء بسبب ما يحيط به و ينتقل بانتقاله كالتنعل و التعمم. (كـ)

الفعل : هو الهيئة العارضة للمؤثر في غيره بسبب التأثير أولاً كالتبريد والتسخين. (كـ)

الانفعال : هو هيئة التأثُّر من الشيء كالهيئة الحاصلة للمُتَسخِّن ما دام يتَسَخَّن و للمقطوع ما دام يُقْطَع.(مبادي)

المتى :هي حالة تعرض للشيء بسبب الحصول في الزمان كقدوم المسافر في يوم كذا. (كـ)

الوضع :هو هيئة تعرض للشيء بسبب نسبة بعض أجزائه إلى بعض منه و إلى الأمور الخارجة عنه كهيئة القيام و القعود.(مبادي)

أقسام النوع

النوع له ثلثة أقسام؛ عال و متوسط و سافل

النوع العالي : ما يكون تحته نوع و لا يكون فوقه نوع كالجسم المطلق. (م)

النوع المتوسط : ما يكون تحته نوع و فوقه نوع كالجسم النامي و الحيوان. (م)

النوع السافل : ما لا يكون تحته نوع و يكون فوقه نوع كالإنسان. (م)

الفصل :هو كلي مقول على الشيء في جواب أيِّ شيءٍ هو في ذاته كالناطق. (م،ش)

الفصل لهُ قسمان؛ قريبٌ و بعيدٌ

الفصل القريب : هو المُميِّز عن المشاركات في الجنس القريب كالناطق للإنسان. (م،ش،ق،س)

الفصل البعيد : هو المُميِّز عن المشاركات في الجنس البعيد كالحساس للإنسان. (م،ش،ق،س)

ما هو؟

ما هو؟ : يطلب بها حقيقة الشيء أي ماهية الشيء كقولنا الإنسان ما هو فيجاب أنه حيوان ناطق .

يسئل بها عن ثلثة أشياء؛ الأول: تمام حقيقة الشيء، الثاني: نوع الشيء، الثالث: جنس الشيء.

فإن سئل بها عن أمر واحد كليا فيجاب بالحد التام وهو تمام حقيقة الشيء كقولنا الإنسان ماهو؟ فيجاب بأنه حيوان ناطق، وإن سئل بها عن أمر واحد جزئيا أو أمور متعددة متفقة الحدود فيجاب بالنوع كقولنا زيد ماهو؟ فيجاب بأنه إنسان، أو قيل زيد وراشد وخالد ما هم؟ فيجاب بأنهم إنسان، وإن سئل بها عن أمور متعددة مختلفة الحقائق فيجاب بالجنس كقولنا الإنسان والفرس والبقر والغنم ماهي؟ فيجاب بأنها حيوان.

الماهية على قسمين؛ مختصة و مشتركة .

الماهية المختصة : ما يكون مخصوصاً بشيءٍ واحدٍ كما هية الإنسان المختصة الحيوانُ الناطقُ.

الماهية المشتركة : ما يكون مخصوصاً بأشياءَ متعددةٍ كماهية الإنسان المشتركة حيوانٌ فقط.

تقسيم الكلي العرضي

هو على قسمين؛ الخاصة والعرض العام

الخاصة : هو الخارج المقول على أفراد حقيقةٍ واحدةٍ فقط كالضاحک للإنسان والكاتب له.(ش،س)

العرض العام : هو الخارج المقول على أفراد حقيقة واحدة و على غيرها كالماشي المحمول على أفراد الإنسان و الفرس. (س)

الخاصة على قسمين؛ شاملةٌ و غيرُ شاملةٍ

الخاصة الشاملة: هي ما تَعُمُّ جميع الأفراد التي تختص بحقيقتها كالضحک بالقوة للإنسان و كالماشي بالقوة للحيوان. (حاشيه م/ش،س)

الخاصة غير الشاملة :هي ما لم تَعُمَّ جميع الأفراد التي تختص بحقيقتها كالضاحک بالفعل للإنسان والماشي بالفعل للحيوان.(ش،س)

و ينقسم إلى قسمين أيضاً؛ خاصةُ النوع و خاصةُ الجنس

خاصة النوع : ما يكون محمولاً على ما تحت حقيقة واحدة نوعية كالضاحک. (ملا،ش،س)

خاصة الجنس : ما يكون محمولاً على ما تحت حقيقة واحدة جنسية كالماشي. (ملا،ش،س)

العرضي على قسمين؛ لازم و مفارق

العرضي اللازم : ما يمتنع انفكاكه عن المعروض كالزوجية للأربعة و الفردية للثلاثة والسواد للحبشي. (س)

العرضي المفارق: ما لم يمتنع انفكاكه عن المعروض كالحركة للفلك. (س)

تقسيم اللازم

اللازم على قسمين؛ لازم الماهية، ولازم الوجود.

لازم الماهية: ما يمتنع انفكاكه عن الشيء بالنظر إلى الماهية كالزوجية للأربعة و الفردية للثلثة. (م،ش)

لازم الوجود: ما يمتنع انفكاكه عن الشيء بالنظر إلى الوجود كالسواد للحبشي.

ثم لازم الوجود على قسمين؛ لازم الوجود الذهنيّ، ولازم الوجود الخارجيّ

لازم الوجود الذهنيّ: ما يمتنع انفكاكه عن الشيء بالنظر إلى وجودهٖ الذهنيّ ككون حقيقة الإنسان كليةً ويسمى هذا القسم معقولاتٍ ثانيةً أيضاً. (م،ش،ق،س)

لازم الوجود الخارجيّ: ما يمتنع انفكاكه عن الشيء بالنظر إلى وجودهٖ الخارجيّ كإحراق النار. (م،ش،ق،س)

اللازم على قسمين؛ بَيِّنٌ و غير بَيِّنٍ.

اللازم البَيِّن: هو الذي يكفي تصوره مع تصور ملزومه في جزم العقل باللزوم بينهما كالزوجية للأربعة. (م)

اللازم الغير البَيِّن: هو الذي يفتقر في جزم الذهن باللزوم بينهما إلى وسط كالحدوث للعالم. (ق،ک)

و كل منهما على قسمين؛ بالمعنى الأخص و بالمعنى الأعم، فالأقسام أربعةٌ.

اللازم البَيِّن بالمعنى الأخص : ما يلزم تصوره من تصور الملزوم كتصور البصر للعمى. (م،ش،ق،س،ک)

اللازم البيّن بالمعنى الأعم : ما يلزم من تصورهما الجزم باللزوم كالزوجية للأربعة. (م،ش،س)

اللازم الغير البيّن بالمعنى الأخص : الذي لا يلزم تصوره من تصور الملزوم كالكتابة بالقوة للإنسان.(ش،س)

اللازم الغير البيّن بالمعنى الأعم : الذي لا يلزم من تصوره مع تصور الملزوم الجزم باللزوم كالحدوث للعالم. (ش،س)

تقسيم العرض المفارق

العرض المفارق على ثلثة أقسام؛ عديمُ الزوال، وسريعُ الزوال، وبطيئُ الزوال.

عديم الزوال : ما يدوم عروضه للملزوم كحركة الفلك. (م)

سريع الزوال:ما يزول عن المعروض بسرعة كحمرة الخجل. (م)

بطيئ الزوال : ما يزول عن المعروض ببطوءٍ كالشباب. (م)

الكليُّ على ثلثة أقسام؛ منطقيٌّ، وطبعيٌّ، وعقليٌّ

الكليُّ المنطقيُّ : هو مفهوم الكلي أي ما يطلق عليه لفظ الكلي يعني المفهوم الذي لا يمتنع فرض صدقه على كثيرين كالجنس و النوع والفصل من حيث هي بلا إشارة إلى مادة مخصوصة. (ش)

الكليُّ الطبعيُّ : هو معروض الكلي أي ما يصدق عليه مفهوم الكلي كالإنسان و الحيوان. (ش)

الكليُّ العقليُّ : هو المجموع المركب من العارض و المعروض كالإنسان الكلي و الحيوان الكلي. (ش)

المعرِّف (التعريف)

معرف الشيء : ما يحمل عليه لافادة تصوره كقولنا الانسان حيوان

ناطق . (م،ش)

هو على قسمين؛ حقيقيٌّ، ولفظيٌّ

التعريف الحقيقيُّ : ما تحصل فيه صورة غير حاصلة كقولنا الإنسان هو الحيوان الناطق. (س)

التعريف اللفظيُّ : هو ما يقصد به تفسير مدلول اللفظ كقولنا الغضنفر أسدٌ و العسجد ذهبٌ. (م،ش)

المقصود من التعريف اللفظيِّ : تعيين صورة من الصُّوَر المخزونة، وإحضارها في المدركة و الالتفات إليها، وتصورها بأنها معنى هذا اللفظِ. (حاشيه مبادي)

التعريف الحقيقيُّ على قسمين؛ بحسب الحقيقة و بحسب الإسم

التعريف الحقيقيُّ بحسب الحقيقة : ما تحصل فيه صورة غير حاصلة و يعلم وجودها في الخارج كتعريف الإنسان بالحيوان الناطق عند من علم وجوده فيه. (س)

التعريف الحقيقيُّ بحسب الإسم : ما تحصل فيه صورة غير حاصلة و لم يعلم وجودها في الخارج كتعريف الإنسان بالحيوان الناطق عند من لم يعلم وجوده فيه. (س)

التعريف الحقيقيُّ على أربعة أقسام؛ حدٌّ تامٌّ و حدٌّ ناقصٌ و رسمٌ تامٌّ و رسمٌ ناقصٌ.

الحد : هو التعريف الذي يكون بالكلي الذاتي.

الرسم : هو التعريف الذي يكون بالكلي العرضي.

الحد التام : ما يكون بالجنس و الفصل القريبين كتعريف الإنسان بالحيوان الناطق. (م،ق)

الحد الناقص :ما يكون بالفصل القريب وحده أو به و بالجنس البعيد كتعريف الإنسان بالجسم الناطق أو بالناطق فقط.(م،ق)

الرسم التام : ما يكون بالجنس القريب و الخاصة كتعريف الإنسان بالحيوان الضاحك.(م،ق)

الرسم الناقص : ما يكون بالخاصة وحدها أو بها و بالجنس البعيد كتعريف الإنسان بالجسم الضاحك أو بالضاحك فقط. (م،ق)

التصديقات

باب الحمليات

القضية:قول مركب يحتمل الصدق و الكذب كقولنا زيدطالب. (م،ش)

و هي على قسمين ؛ حملية، وشرطيةٌ.

القضية الحملية : هو ما حكم فيها بثبوت شيء لشيء أو نفيه عنه كقولك زيد قائم وزيدليس بقائم. (م، ش، س)

القضية الشرطية : ما لم يكن الحكم فيها بثبوت شيء لشيء أو نفيه عنه كقولك ان كانت الشمس طالعة فالنهارموجود وليس البتة إذا كانت الشمس طالعة فالليل موجود. (ش، س)

الحملية على قسمين؛ موجبةٌ، و سالبةٌ.

الحملية الموجبة : و هي التي حكم فيها بثبوت شيء لشيء كقولنا الانسان حيوان. (م)

الحملية السالبة : و هي التي حكم فيها بنفي شيء عن شيء كقولناالانسان ليس بفرس. (م)

الحملية تتركب من أجزاء ثلثة ؛ موضوع و محمول ورابطة.

الموضوع : هو الجزء الأول من القضية ويسمى بالمحكوم عليه كزيد فيقولك زيدهو قائم.

المحمول :هو الجزء الثاني من القضية ويسمى بالمحكوم به كقائم فيقولك زيدهو قائم.

الرابطة:هو اللفظ الدال على النسبة كهو في قولک زيد هو قائم. (ش،س)

الرابطة على قسمين ؛ زمانية و غير زمانية.

الرابطة الزمانية : هي ما تدل على اقتران النسبة الحكمية بأحد الأزمنة الثلثة نحو كان في قولک زيد كان قائما . (ش)

الرابطة الغير الزمانية : ما لا تدل على اقتران النسبة الحكمية بأحد الأزمنة الثلثة نحوهو في قولک زيدهو قائم.(ش)

الشرطية تتركب من جزئين ؛مقدمٌ و تالٍ.

المقدم : الجزء الأول من القضية الشرطية نحو ان كانت الشمس طالعةفي قولک ان كانت الشمس طالعة فالنهارموجود . (م،ش،س)

التالي : الجزء الثاني من القضية الشرطية نحو النهارموجود في قولک ان كانت الشمس طالعة فالنهارموجود. (م،ش،س)

أقسام الحملية

تنقسم الحملية باعتبار الموضوع إلى أربعة أقسام ؛ شخصيةٌ أو مخصوصةٌ، و طبعيةٌ، و محصورةٌ أو مسورةٌ، و مهملةٌ .

الشخصية أو المخصوصة : هي التي كا ن الموضوع فيها جزئياً و شخصاً معيناً كقولنا زيد قائم. (م،ش،ق،س)

الطبعية : هي التي كان الموضوع فيها كلّياً والحكم على نفس الحقيقة كقولناالانسان نوع ، والحيوان جنس. (م،ش،ق،س)

المحصورة أو المسورة : هي التي كان الموضوع فيها كلّياً والحكم على أفرادها و بُيّن كمية الأفراد فيها كقولناكل انسان حيوان وبعض الحيوان انسان. (م،ش،ق،س)

المهملة : هي التي كان الموضوع فيها كلّياً والحكم على أفرادها و لم يُبَيَّن كمية الأفرادفيها كقولناالانسان في خسر. (م،ش،ق،س)

المحصورات الأربعة

المحصورة على أربعة أقسام ؛ موجبةٌ كليةٌ، وموجبةٌ جزئيةٌ، وسالبةٌ كليةٌ، وسالبةٌ جزئيةٌ.

الموجبة الكلية: هي ما كان الحكم فيها بالإيجاب على جميع الأفراد كقولنا كل انسان حيوان. (ش،ق،س)

الموجبة الجزئية : هي ما كان الحكم فيها بالإيجاب على بعض الأفراد كقولنابعض الحيوان اسود كقولنالا شئ من الزنجى بابيض. (ش،ق،س)

السالبة الكلية : هي ما كان الحكم فيها بالسلب على كل الأفراد. (ش،ق،س)

السالبة الجزئية : هي ما كان الحكم فيها بالسلب على بعض الأفراد كقولنابعض الانسان ليس بأسود. (ش،ق،س)

أسوار القضايا الحملية

السور : الذي يُبَيَّنُ به الأفراد من الكلية و البعضية. (م،ش،س)

سور الموجبة الكلية : الكل الأفراديُّ، ولام الاستغراق كقولنا كل مؤمن تقي، إن الإنسان لفي خسر.

سور الموجة الجزئية : بعض، وواحد كقولنا بعض الحيوان انسان، واحد من الحيوان انسان.

سور السالبة الكلية : لا شيء، ولا واحد كقولنا لاشيء من الناس بجماد ، لاواحد من الناس بجماد.

سور السالبة الجزئية : ليس كل و ليس بعض و بعض ليس كقولنا

ليس كل حيوان انسانا ، ليس بعض الحيوان انسانا ،بعض الحيوان ليس بانسان.

الحمل

الحمل لغة: الحكم بالثبوت و بانتفائه. (حاشيه م)

واصطلاحاً : اتحاد المتغائرين في المفهوم بحسب الوجود كقولنا زيد كاتب وعمرو شاعر فمفهوم زيد مغائر لمفهوم كاتب لكنهما موجودان بوجود واحد وكذا مفهوم عمروٍ وشاعرٍ متغائرٌ وقد اتحد في الوجود. (م)

الحمل على قسمين ؛ الأولي والشائع.

الحمل الأولي : ما يُعْنيٰ به أن الموضوع بعينه المحمول ذاتاً ووجوداً كقولناالانسان انسان. (حاشيه م/س)

الحمل الشائع : ما اقتصر فيه على مجرد الاتحاد في الوجود لا في الذات كقولنا الانسان حيوان ويسمى بالمتعارف. (حاشيه م/س)

الحمل الأولي على قسمين؛ بديهيٌّ، ونظريٌّ.

الحمل الأولي البديهيّ : ما لم يكن بين مفهومَي الموضوع و المحمول تغائرٌ أصلاً كقولناالانسان انسان. (ملا)

الحمل الأولي النظريّ : ما يكون بينهما تغايرٌ بحسب جليِّ النظر و اتحادٌ باعتبار دقيقهٖ كقولناالوجود هوالماهية. (حاشيه س/ملا)

الحمل الشائع على قسمين؛ الحمل الشائع بالذات، والحمل الشائع بالعرض.

الحمل الشائع بالذات :هو الذي يكون المحمول فيه ذاتياً للموضوع أي يكون جزءً لحقيقتهٖ كقولناالانسان ناطق. (ملا،س)

الحمل الشائع بالعرض :هو الذي يكون المحمول فيه خارجاً عن حقيقة الموضوع عارضاً لهٔ كقولناالانسان كاتب و الانسان ماش. (ملا،س)

الحمل على قسمين؛ الحمل بالاشتقاق، والحمل بالمواطاة.

الحمل بالاشتقاق : ما يكون بواسطة في أو اللام أو ذو كقولنا زيد في الدار و له الحمد وخالد ذو مالٍ. (م،س)

الحمل بالمواطاة : ما يكون بلا واسطة هذہٖ الوسائط كقولنا عمر فصيح و راشد كاتب. (م،س)

تقسيم الحملية باعتبار المحكيّ عنه

و هي على ثلثة أقسام؛ خارجية وذهنية وحقيقية.

الحملية الخارجية : ما كان الحكم فيها على الموضوع الموجود في الخارج مُحَقَّقاً كقولنا زيد كاتب. (ش)

الحملية الذهنية : ما كان الحكم فيها على الموضوع الموجود في الذهن كقولنا الإنسان كلي. (ش،س)

الحملية الحقيقية : ما كان الحكم فيها على الموضوع مطلقا اي سواء كان في الذهن أو في الخارج محققا أو مقدرا كقولنا كل خط يمكن تنصيفه والعدد إمازائد أو ناقص أو مساو. (س)

تقسيم الحملية باعتبار حرف السلب

الحملية على قسمين؛ معدولةٌ، وغيرُ معدولةٍ.

الحملية المعدولة : ما يكون فيه حرف السلب جزء من الموضوع أو من المحمول أو كليهما. (م)

وهي إن كان حرف السلب فيها جزءً من الموضوع فهي معدولة

الموضوع كقولنا في الايجاب اللاحي جماد وفي السلب اللاحي ليس بعالم وان كان فيها جزءً من المحمول فهي معدولة المحمول كقولنا في الايجاب زيد لاعالم وفي السلب العالم ليس بلاحي وان كان فيها جزءً من الطرفين فهي معدولة الطرفين كقولنا اللاحي لا عالم وفي السلب اللاحي ليس بلا جماد.

الحملية الغير المعدولة: ما لا يكون فيه حرف السلب جزء من طرفٍ.

وهي إن كانت موجبة فسميت القضية محصلةً وإن كانت سالبة فبسيطةً كقولنا الإنسان ضاحک و الإنسان ليس بضاحک. (م،ش،ق،س)

الموجهات

القضية على قسمين؛ موجهةٌ، ومطلقةٌ.

القضية الموجهة : ما يذكر فيها الجهة ويقال له رباعية أيضاً كقولنا الانسان حيوان بالضرورة و الانسان ليس بحجر بالضرورة. (م،ش،ق)

القضية المطلقة : ما لم يذكر فيها الجهة كقولنا كل انسان حيوان و لا شيء من الانسان بحجر. (ش)

الجهة :الدال على الكيفية سواء كانت ألفاظاً أوصورةً عقليةً کـ بالضرورة و بالدوام في قولک الإنسان حيوان بالضرورة، كل فلک متحرک بالدوام . (ملا)

و هي على قسمين؛ معقولةٌ وملفوظةٌ.

جهة القضية المعقولة : الصورة العقلية الدالة على الكيفية في القضية المعقولة. (ش)

جهة القضية الملفوظة : اللفظ الدال على الكفيفة في القضية

الملفوظة كقولنا الإنسان حيوان بالضرورة. (ش)

مادة القضية : الكيفية الواقعة في نفس الأمر كالامكان والضرورة وغير ذلک. (ش،س)

الملاحظة : تسمى تلک الكيفية مادة القضية لأن مادة الشيء هي ما يتركب منه الشيء ويكون اصلاً له، فمادة القضية اصلها وهي الموضوع والمحمول والنسبة، ولكن اشرف هذه الأجزاء الثلثة هو النسبة، وتلک الكيفية الثابتة في نفس الأمر لازمة لها فسميت تلک الكيفية مادة تسمية للازم للجزء الأشرف بإسم الكل. (حاشيه ش)

و تنقسم القضية الموجهة إلى قسمين؛ صادقةٌ، وكاذبةٌ.

القضية الموجهة الصادقة : ما طابقت الجهة فيها المادَّة كقولنا الإنسان حيوان بالضرورة. (ش،ق،س)

القضية الموجهة الكاذبة : ما لم تطابق الجهة فيها المادَّة كقولنا كل انسان حجر بالضرورة. (ش،ق،س)

القضية الموجهة على قسمين أيضاً ؛ بسيطةٌ، ومركبةٌ.

القضية الموجهة البسيطة : هي التي حقيقتها إيجاب فقط أو سلب كقولنا كل إنسان حيوان بالضرورة و لا شيء من الإنسان بحجر بالضرورة. (حاشيه م،ش/ق،س)

القضية الموجهة المركبة : هي التي حقيقتها تركبت من إيجاب و سلب معاً كقولنا كل إنسان كاتب بالفعل لا دائماً. (حاشيه م/ق،س)

الكيفيات

الكيفية على ستة أقسام؛ وهي وجوبٌ، وامتناعٌ، وإمكانٌ، وضرورةٌ،

ودوامٌ، وفعليةٌ، ويبحث في الفن عن الأربعة الأخيرة فقط.

الوجوب:ما كان وجوده ضرورياً و عدمه ممتنعاً كقولنا الله موجود. (حاشيه م)

الامتناع :ما كان عدمه ضرورياً و وجوده محالاً كقولنا أبو لهب يدخل الجنة.(حاشيه م)

الإمكان : سلب ضرورة نسبة المحمول إلى الموضوع، و هي ضد الضرورة و يسمى بلا ضرورة أيضاً كقولنا المؤمن العاصي يدخل النار.

وهي على قسمين؛ عامٌ، وخاصٌ.

الإمكان العام : هو سلب الضرورة الذاتية عن الجانب المخالف للحكم كقولنا كل نار حارة بالإمكان العام. (مفتاح التهذيب)

الإمكان الخاص : هو سلب الضرورة الذاتية عن الطرفين أي الجانب الموافق والمخالف للحكم كقولنا كل انسان موجود بالإمكان الخاص.

الضرورة : امتناع انفكاك النسبة عن الموضوع كقولنا الإنسان حيوان. (حاشيه م)

الدوام : شمول النسبة في جميع الأزمنة والأوقات كقولنا الفلك متحرك.(حاشيه م)

الفعلية : وجود الشيء في زمان من الأزمان أو في وقت من الأوقات وهي ضد الدوام فيسمى بلا دوام أيضاً كقولنا كل إنسان ضاحك بالفعل أو بالإطلاق العام.

الضرورة وضده الإمكان على أربعة أقسام؛ ذاتيٌ، و وصفيٌ ،ووقتيٌ معينٌ، و وقتيٌ غيرمعينٌ.

والدوام و ضده اللادوام أو الفعليت على قسمين؛ ذاتيٌ، و وصفيٌ.

الذاتيُ : و هي التي حكم فيها بضرورة ثبوت المحمول للموضوع أو سلبه

عنـه أو بـدوامهما أو بعدم ضرورتهما أو بعدم دوامهما مادام ذات الموضوع موجودةً كقولنا كل إنسان حيوان بالضرورة وكل فلك متحرك بالدوام و كل إنسان ضاحك بالفعل وكل نار حارة بالإمكان العام.

الوصفيُّ : وهي التي حكم فيها بضرورة ثبوت المحمول للموضوع أو سلبه عنه أو بدوامهما أو بعدم ضرورتهما أو بعدم دوامهما مادام ذات الموضوع موصوفةً بالوصف العنوانيّ كقولنا كل كاتب متحرك الأصابع بالضرورة مادام كاتبا وكل كاتب متحرك الأصابع بالدوام مادام كاتبا وكل كاتب متحرك الأصابع بالفعل مادام كاتبا وكل كاتب متحرك الأصابع بالإمكان العام مادام كاتبا.

الوقتيُّ المعينُ : وهي التي حكم فيها بضرورة ثبوت المحمول للموضوع أو سلبه عنه أو بعدم ضرورتهما في وقت معين من أوقات الذات كقولنا كل قمر منخسف بالضرورة وقت حيلولة الأرض و كل قمر منخسف بالإمكان العام وقت حيلولة الأرض.

الوقتيُّ الغيرالمعينُ : وهي التي حكم فيها بضرورة ثبوت المحمول للموضوع أو سلبه عنه أو بعدم ضرورتهما في وقت غير معين من أوقات الذات كقولنا كل إنسان متنفس بالضرورة في وقت ما وكل إنسان متنفس بالإمكان العام في وقت ما.

الوصف العنوانيُّ: ما عُبِّر به عن الموضوع ويسمى بوصف الموضوع أيضاً.(حاشيه م)

ذات الموضوع : ما صدق عليه الموضوع من الأفراد. (حاشيه م)

البسائط

البسائط على ثمانية أقسام ؛ ضروريةٌ مطلقةٌ، و مشروطةٌ عامةٌ، و

وقتيةٌ مطلقةٌ، و منتشرةٌ مطلقةٌ، و دائمةٌ مطلقةٌ، و عرفيةٌ عامةٌ، و مطلقةٌ عامةٌ، و ممكنةٌ عامةٌ.

الضرورية المطلقة : هي التي يُحْكَمُ فيها بضرورة ثبوت المحمول للموضوع أو سلبه عنه مادام ذات الموضوع موجودةً كقولنا كل إنسان حيوان بالضرورة و لا شيء من الإنسان بحجر بالضرورة.

المشروطة العامة : هي التي يُحْكَمُ فيها بضرورة ثبوت المحمول للموضوع أو سلبه عنه مادام ذات الموضوع موصوفةً بالوصف العنوانيّ كقولنا كل كاتب متحرك الأصابع بالضرورة ما دام كاتباً و لا شيء من الكاتب بساكن الأصابع بالضرورة ما دام كاتباً.

الوقتية المطلقة : هي التي يُحْكَمُ فيها بضرورة ثبوت المحمول للموضوع أو سلبه عنه في وقت معين من أوقات الذات كقولنا كل قمر منخسف بالضرورة وقت حيلولة الأرض بينه و بين الشمس و لا شيء من القمر بمنخسف بالضرورة وقت التربيع.

المنتشرة المطلقة :هي التي يُحْكَمُ فيها بضرورة ثبوت المحمول للموضوع أو سلبه عنه في وقت غير معين من أوقات الذات كقولنا كل حيوان متنفس بالضرورة وقتاًما ولا شيء من الإنسان بمتنفس بالضرورة وقتاما.

الدائمة المطلقة : هي التي يُحْكَمُ فيها بدوام ثبوت المحمول للموضوع أو سلبه عنه ما دام ذات الموضوع موجودة كقولنا كل فلك متحرك بالدوام و لا شيء من الفلك بساكن بالدوام .

العرفية العامة : هي التي يُحْكَمُ فيها بدوام ثبوت المحمول للموضوع أو سلبه عنه ما دام ذات الموضوع متصفةً بالوصف العنوانيّ كقولنا بالدوام كل كاتب متحرك الأصابع ما دام كاتباً و لا شيء من

النائم بمستيقظ مادام نائماً.

المطلقة العامة : هي التي يُحُكَمُ فيها بثبوت المحمول للموضوع أو سلبه عنه بالفعل أي في أحد الأزمنة الثلثة كقولنا كل إنسان ضاحك بالفعل و لا شيء من الإنسان بضاحك بالفعل.(م)

الممكنة العامة:هي التي يُحُكَمُ فيها بسلب ضرورة الجانب المخالف كقولنا كل نار حارة بالإمكان العام ولا شيء من النار بارد بالإمكان العام. (م)

المركبات

الملاحظة: اللادوام إشارة إلى مطلقة عامة و اللاضرورة إشارة إلى ممكنة عامة فإذا قلت كل إنسان متعجب بالفعل لادائماً فكأنك قلت كل إنسان متعجب بالفعل و لا شيء من الإنسان بمتعجب بالفعل، و إذا قلت كل حيوان ماشٍ بالفعل لا بالضرورة فكأنك قلت كل حيوان ماش بالفعل و لا شيء من الحيوان بماش بالإمكان العام. (م،ق)

المركبة على سبعة أقسام؛ مشروطةٌ خاصةٌ، و عرفيةٌ خاصةٌ، و وجوديةٌ لاضروريةٌ، و وجوديةٌ لا دائمةٌ، و وقتيةٌ، و منتشرةٌ، و ممكنةٌ خاصةٌ.

المشروطة الخاصة : وهي المشروطة العامة مع قيد اللادوام بحسب الذات كقولنا كل كاتب متحرك الأصابع بالضرورة ما دام كاتباً لادائمًا و لا شيء من الكاتب بساكن الأصابع بالضرورة ما دام كاتباً لادائماً. (م،ق)

العرفية الخاصة : هي العرفية العامة مع قيد اللادوام بحسب الذات كقولنا بالدوام كل كاتب متحرك الأصابع مادام كاتباً لادائماً وبالدوام لا شيء من الكاتب بساكن الأصابع مادام كاتباً لادائماً. (م،ق)

الوجودية اللاضرورية : هي المطلقة العامة مع قيد اللاضرورة بحسب الذات كقولنا كل إنسان كاتب بالفعل لا بالضرورة و لا شيء من الإنسان بكاتب بالفعل لابالضرورة. (م،ق)

الوجودية اللادائمة : هي المطلقة العامة مع قيد اللادوام بحسب الذات كقولنا كل إنسان ضاحک بالفعل لادائماً و لا شيء من الإنسان بضاحک بالفعل لا دائماً. (م،ق)

الوقتية:هي الوقتية المطلقة إذا قُيِّدت باللادوام بحسب الذات كقولنا كل قمر منخسف بالضرورة وقت حيلولة الأرض بينه وبين الشمس لادائماً ولاشيء من القمر بمنخسف بالضرورة وقت التربيع لادائماً. (م،ق)

المنتشرة : هي المنتشرة المطلقة المقيدة باللادوام بحسب الذات كقولنا كل حيوان متنفس بالضرورة وقتاًما لادائماً ولا شيء من الإنسان بمتنفس بالضرورة وقتاما لادائماً. (م،ق)

الممكنة الخاصة : هي التي يُحْكَمُ فيها بارتفاع الضرورة المطلقة عن جانِبَيِ الوجود و العدم جميعاً كقولنا كل إنسان ضاحک بالإمكان الخاص و لا شيء من الإنسان بضاحک بالإمكان الخاص. (م،ق)

باب الشرطيات

الشرطية على قسمين؛ متصلةٌ، ومنفصلةٌ.

المتصلة : هي التي حكم فيها بثبوت نسبة أو نفيها على تقدير نسبة أخرىٰ كقولنا في الإيجاب إن كان زيد إنساناً كان حيواناً و في السلب ليس البتة إذا كان زيد إنساناً كان فرساً. (ش،س)

المنفصلة :هي التي حكم فيها بتنافي النسبتين أو لا تنافيهما كقولنا إما

أن يكون هذا الشيء شجراً أو حجراً.(ش)

المتصلة على قسمين؛ لزوميةٌ، و اتفاقيةٌ.

اللزومية : هي ما كان الحكم فيها لعلاقة بين المقدم و التالي كالعلية و التضايف كقولنا إن كانت الشمس طالعة فالنهار موجود. (م،ش)

الاتفاقية : هي ما كان الحكم فيها بدون العلاقة كقولنا إن كان الإنسان ناطقاً فالحمار ناهق. (م)

العلاقة : هي أمر بسببه يستصحب المقدم التاليَ كعلية طلوع الشمس لوجود النهار في قولنا كلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود. (ش)

علاقة العلية:هو أن يكون المقدم علةً للتالي أو معلولاً له أو يكونا معلولَيْن لعلة واحدة كقولنا إن كانت الشمس طالعة فالنهار موجود و إن كان النهار موجوداً فالشمس طالعة كلما كان النهار موجوداً كان العالم مضيئاً. (ق)

علاقة التضايف : هو أن يكون تعقُّل أحدهما موقوفاً على تعقُّل الأخر كقولنا إن كان زيد أبا عمروٍ كان عمرو ابنَه .

المنفصلة على ثلثة أقسام؛ حقيقيةٌ، و مانعةُ الجمع، و مانعةُ الخلوّ.

الحقيقية : هي ما حكم فيها بالتنافي أو بعدمه بين النسبتين في الصدق و الكذب معاً كقولنا هذا العدد إما زوج و إما فرد فلا يمكن اجتماع الزوجية والفردية في عدد معين و لاارتفاعهما. (م،ش)

مانعة الجمع : ما حكم فيها بالتنافي أو بعدمه صدقاً فقط كقولنا هذا الشيء إما شجر أو حجر فلا يمكن أن يكون شيء معين حجراً و شجراً معاً ويمكن أن لا يكون شيئاً منهما بأن يكون فرسا. (م،ق)

مانعة الخلو:ما حكم فيها بالتنافي أو بعدمه كذباً فقط كقولنا إما أن يكون

زيد في البحر أو لا يغرق فارتفاعهما بأن لا يكون زيد في البحر و يغرق محال وليس اجتماعهما محالا بأن يكون في البحر ولا يغرق. (م،ش)

المنفصلة بأقسامها الثلثة على قسمين؛ عنادية، و اتفاقية.

العنادية : هي عبارة عن أن يكون فيها التنافي بين الجزئين لذاتهما كقولنا هذا الرجل إما مؤمن أو كافر. (م،ش،ق)

الاتفاقية : هي عبارة عن أن يكون فيه التنافي بمجرد الاتفاق كقولنا للأسود اللاكاتب إما أن يكون هذا أسود أوكاتباً. (م،ش،ق)

الشرطية على أربعة أقسام؛ محصورةٌ كليةٌ، ومحصورةٌ جزئيةٌ، و شخصيةٌ، ومهملةٌ.

المحصورة الكلية : هي ما كان الحكم فيها على جميع تقادير المقدم كقولنا كلما كانت الشمس طالعة كان النهار موجوداً. (م،ش)

المحصورة الجزئية :هي ما كان الحكم فيها على بعض تقادير المقدم كقولنا قد يكون إذا كان الشيء حيوانا كان إنساناً.(م،ش)

الشخصية أو المخصوصة : هي ما كان الحكم فيها على تقدير معين و وضع خاص كقولنا إن جئتني اليوم أكرمك. (م،ش،ق،س)

المهملة : هي ما تُرِكَ فيها ذكر التقادير كُلًّا و بعضاً كقولنا إن كان زيد إنسانا كان حيوانا. (م،ش)

المراد بالتقادير : الأحوال التي يمكن اجتماعها مع المقدم و إن كانت محالةً في أنفسها. (حاشيه م)

سور الموجبة الكلية : في المتصلة كلما و مهما و متىٰ كقولنا كلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود أو متى كانت إلخ أو مهما كانت إلخ و في المنفصلة دائماً كقولنا دائماإما تكون الشمس طالعة أو لا يكون

النهار موجودا.

سور السالبة الكلية : في المتصلة و المنفصلة ليس البتة كقولنا ليس البتة إذاكانت الشمس طالعة فالليل موجود و ليس البتة إما أن تكون الشمس طالعة وإما أن يكون النهار موجودا.

سور الموجبة الجزئية : في المتصلة و المنفصلة قد يكون كقولنا قد يكون إذا كانت الشمس طالعة كان النهار موجودا و قد يكون إما أن تكون الشمس طالعة أو يكون الليل موجودا.

سور السالبة الجزئية : في المتصلة و المنفصلة قد لا يكون كقولنا قد لا يكون إذا كان الشيء حيوانا كان انسانا و قد لا يكون إما أن يكون الانسان كاتباً أو يكون أسود و بإدخال حرف السلب على سور الإيجاب الكلي كـ ليس كلما وليس مهما وليس متى في المتصلة وليس دائما في المنفصلة.

التناقض

التناقض : هو اختلاف القضيتين بالإيجاب و السلب بحيث يقتضي لذاته صدق إحديهما كذب الأخرىٰ أو بالعكس كقولنا زيد قائم و زيد ليس بقائم. (م،ش،س)

النقيض :هو رفع كل شيء كعالم ولاعالم. (ش)

حكم التناقض : أن القضيتين اللتين قد تحقق التناقض بينهما لا يجتمعان معاً و لا يرتفعان معاً.

شرائط التناقض في المخصوصتين

لا بد للتناقض في المخصوصتين وحداتٍ ثمانيةٍ

الأول: وحدة الموضوع كقولنا زيد قائم و زيد ليس بقائم.

الثاني : وحدة المحمول كقولنا زيد قاعد وزيد ليس بقاعد.

الثالث : وحـدة الـمكـان كـقولنا زيد موجود أي في الدار و زيد ليس بموجود أي في الدار.

الرابع : وحـدة الزمان كقولنا زيد قائم أي في الليل و زيد ليس بقائم أي في الليل.

الخامس : وحـدة القوة و الفعل كقولنا الخمر في الدن مسكرٌ أي بالقوة والخمر ليس بمسكر في الدن أن بالقوة.

السادس : وحـدة الشرط كقولنا زيد متحرك الأصابع أي بشرط كونه كاتباً وزيد ليس بمتحرك الأصابع أي بشرط كونه كاتباً.

السابع : وحـدة الـجزء و الكل كقولنا الزنجي أسود أي كله و الزنجي ليس بأسود أي كله.

الثامن:وحدة الإضافة كقولنا زيد أب أي لبكروزيد ليس بأب أي لبكرٍ.

و قد اجتمعت في هذين البيتين الفارسيتين.

قطعة ــــ

در تناقض هشت وحدت شرط داں
وحدتِ موضوع ومحمول و مکاں
وحدتِ شرط و اضافت جزء وکل
قوة وفعل است در آخر زماں

الملاحظة : إذا اختـلـفـت الـقـضيتان في أحد منها لم تتناقضا والتفصيل موجود في الحصة الأردية.

شرائط التناقض في المحصورتين

لا بد في التناقض في المحصورتين من كون القضيتين مختلفتين في الكم أيضاً أعني في الكلية و الجزئية مع الشرائط السابقة كما تقول كل حيوان إنسان ولا شيء من الحيوان بإنسان.

نقائض الشرطيات : يشترط في أخذ نقائض الشرطيات الاتفاق في الجنس والنوع والمخالفة في الكيف.

المراد بالجنس : الاتصال والانفصال، أي ان كانت القضية في الأصل متصلةً فيكون نقيضه أيضا متصلة وكذا عكسهُ.

المراد بالنوع :اللزوم والعناد والاتفاق، أي ان كانت القضية في الأصل لزوميةً أو عناديةً أو اتفاقيةً فيكون نقيضه أيضا لزوميةً أو عناديةً أو اتفاقيةً.

المراد بالكيف :الإيجاب والسلب، أي ان كانت القضية في الأصل موجبة فيكون نقيضه سالبة وان كانت في الأصل سالبةً فيكون نقيضه سالبةً.

الأمثلة

متصلة لزومية موجبة: كلما كان زيد إنسانا كان حيواناً.

متصلة لزومية سالبة: ليس كلما كان زيد إنسانا كان حيواناً.

منفصلة عنادية موجبة:دائما إما أن يكون هذا العدد زوجا أو فرداً.

منفصلة عنادية سالبة: ليس دائما إما أن يكون هذا العدد زوجا أو فرداً.

العكس

هو على قسمين العكس المستوي والعكس النقيض

العكس المستوي

العكس المستوي و المستقيم : هو عبارة عن جعل الجزء الأول من

القضية ثانياً والجزء الثاني منها أولاً مع بقاء الصدق والكيف بحالهما. (م،ق)

عكس الموجبة الكلية : الموجبة الكلية تنعكس إلى موجبة جزئية كقولنا كل إنسان حيوان تنعكس إلى قولنا بعض الحيوان إنسان.

عكس الموجبة الجزئية : الموجبة الجزئية تنعكس إلى موجبة جزئية كقولنا بعض الحيوان إنسان تنعكس إلى قولنا بعض الإنسان حيوان.

عكس السالبة الكلية : السالبة الكلية تنعكس إلى سالبة كلية كقولنا لا شيء من الإنسان بحجر تنعكس إلى قولنا لا شيء من الحجر بإنسان.

عكس السالبة الجزئية : السالبة الجزئية لا تنعكس لزوماً لأنه يصدق بعض الحيوان ليس بإنسان و لا يصدق بعض الإنسان ليس بحيوان.

العكس النقيض

العكس النقيض: هو جعل نقيض الجزء الأول من القضية ثانياً و نقيض الجزء الثاني أولاً مع بقاء الصدق و الكيف(هذا عند المتقدمين). (م)

التعريف الآخر : هو جعل نقيض الثاني أولاً و عين الأول ثانياً مع مخالفة الكيف و محافظة الصدق. (هذا عندالمتأخرين) (ش،س)

عكس الموجبة الكلية : الموجبة الكلية تنعكس إلى موجبة كلية كقولنا كل إنسان حيوان تنعكس إلى قولنا كل لا حيوان لا إنسان.

عكس الموجبة الجزئية : الموجبة الجزئية لا تنعكس لأن قولنا بعض الحيوان لا إنسان صادق و عكسه بعض الإنسان لا حيوان كاذب.

عكس السالبة الكلية : السالبة الكلية تنعكس إلى سالبة جزئية كقولنا لا شيء من الإنسان بفرس تنعكس إلى قولنا بعض اللافرس ليس بلا إنسان.

عكس السالبة الجزئية : السالبة الجزئية تنعكس إلى سالبة جزئية

كقولنا بعض الحيوان ليس بإنسان تنعكس إلى قولنا بعض اللاإنسان ليس بلا حيوان كا لفرس.

الحجة

وهي على ثلاثة أقسام؛ قياسٌ، واستقراءٌ، وتمثيلٌ؛

لأن الاستدلال إما أن يكون بالكلي أو بالجزئي،الأول إما أن يكون على الكلي أو على الجزئي فهما قياس و الثاني إما أن يكون على الكلي فهو الاستقراء وإما أن يكون على الجزئي فهو التمثيل.

القياس

القياس : هو قول مؤلف من قضايا يلزم عنها قول آخر بعد تسليم تلك القضايا كقولنا العالم متغير و كل متغير حادث فالعالم حادث. (م)

القياس على قسمين؛ استثنائيٌ، واقترانيٌ.

القياس الاستثنائيُ : ما كان فيه النتيجة أو نقيضها مذكوراً بعينها كقولنا إن كان زيد إنسانا كان حيوانا لكنه إنسان فينتج فهو حيوان و إن كان زيد حمارا كان ناهقا لكنه ليس بناهق فينتج أنه ليس بحمار. (ق)

القياس الاقترانيُّ : ما لم تكن النتيجة أو نقيضها فيه مذكوراً بعينها كقولنا زيد إنسان و كل إنسان حيوان ينتج زيد حيوان. (ق)

الاقترانيُ على قسمين؛ حمليٌ و شرطيٌ .

القياس الاقترانيُّ الحمليُ : ما تركب من الحمليتين فقط كقولنا العالم متغير و كل متغير حادث فالعالم حادث.

القياس الاقترانيُ الشرطيُ : ما تركب من الشرطيتين أو من الشرطية و الحملية كقولنا في الأول كلما كانت الشمس طالعة فالنهار

موجود و كلما كان النهار موجودا فالعالم مضيئ فكلما كانت الشمس طالعة فالعالم مضيئ وفي الثاني كلما كان هذا الشيء انسانا كان حيوانا وكل حيوان جسم فكلما كان هذا الشيء انسانا كان جسما.

الأصغر : الجزء الذي يقع موضوع النتيجة كالعالم في المثال المذكور. (ش)

الأكبر: الجزء الذي يقع محمول النتيجة كالحادث في المثال المذكور. (ش)

المقدمة :القضية التي جُعِلت جزء القياس كقولك في المثال المذكور "العالم متغير" مقدمة أولى و "كل متغير حادث" مقدمة ثانية. (م،ق،س)

الصغرىٰ : هي القضية التي يكون فيها الأصغر كقولك في المثال المذكور "العالم متغير". (م، ش، ق، س)

الكبرىٰ : هي القضية التي يكون فيها الأكبر كقولك في المثال المذكور "كل متغير حادث". (م، ش، ق،س)

الحد الأوسط : الجزء الذي يتكرر بين القضيتين كقولك في المثال المذكور "متغير". (م،ش،ق،س)

القرينة و الضرب : اقتران الصغرىٰ بالكبرىٰ بحسب الإيجاب والسلب والكلية والجزئية.

الشكل:الهيئة الحاصلة من كيفية وضع الأوسط عند الأصغر والأكبر. (م، ش)

النتيجة : القضية التي يحصل من انضمام الأكبر إلى الأصغر كقولك في المثال الذكور "العالم حادث". (ق)

الأشكال الأربعة

الأول : ما كان الحد الأوسط فيه محمولاً في الصغرىٰ وموضوعاً في الكبرىٰ كقولنا العالم متغير وكل متغير حادث فالعالم حادث.

الثاني : ما كان الحد الأوسط فيه محمولاً في الصغرىٰ و الكبرىٰ كقولنا كل إنسان حيوان و لا شيء من الحجر بحيوان فلا شيء من الإنسان بحجر.

الثالث : ما كان الحد الأوسط فيه موضوعاً في الصغرىٰ و الكبرىٰ كقولنا كل إنسان حيوان و بعض الإنسان كاتب فبعض الحيوان كاتب.

الرابع :ما كان الحد الأوسط فيه موضوعاً في الصغرىٰ ومحمولاً في الكبرىٰ كقولنا كل إنسان حيوان وبعض الكاتب إنسان فبعض الحيوان كاتب.

شرائط الإنتاج

في الأول : إيجاب الصغرىٰ و كلية الكبرىٰ.

في الثاني : اختلاف المقدمتين في الإيجاب و السلب وكلية الكبرىٰ.

في الثالث : إيجاب الصغرىٰ و كلية إحداهما.

في الرابع : إيجاب الصغرىٰ و الكبرىٰ وكلية الصغرىٰ أو اختلاف المقدمتين في الإيجاب و السلب و كلية إحداهما.

الاستقراء

الاستقراء : هو قول مؤلف من قضايا تشتمل على الحكم على الجزئيات لإثبات الحكم الكلي كقولنا كل حيوان يحرك فكه الأسفل عند المضغ لأن الإنسان و البهائم و السباع كذلك. (كشاف)

و هو على قسمين؛ تامٌ، وناقصٌ.

الاستقراء التام :هو أن يستدل بجميع جزئياته ويحكم على الكل و هو القياس المُقَسِّمُ كقولنا كل جسم جماد أو حيوان أو نبات و كل واحد منها متحيز فكل جسم متحيز و كقولنا الصحابة كلهم عدول. (كشاف)

حكمهٔ : هو يفيد اليقين. (حاشيه م،ش)

الاستقراء الناقص :هو أن يستدل بأكثر الجزئيات فقط ويحكم على الكل كقولنا كل حيوان يحرک فكه الأسفل عند المضغ، لأن الإنسان و الفرس والحمار والبقر وغير ذلک مما تتبعناه كذلک. (كشاف)

حكمهٔ : هو لا يفيد اليقين لجواز التخلف كما يقال أن التمساح ليس على هذه الصفة بل يحرک فكه الأعلى. (كشاف)

التمثيل

التمثيل : إثبات حكم واحد في جزئيٍّ لثبوته في جزئيٍّ آخر لمعنىً مشترک بينهما كقولنا النبيذ حرام كالخمر، فإنها مسكر، فإنا حكمنا بحرمة جزئي وهو النبيذ لأجل حرمة جزئي آخر وهو الخمر والعلة المشتركة بينهما هو الإسكار فحكم الحرمة انتقل من الخمر إلى النبيذ وهو يفيد الظن مثل الاستقراء الناقص. (ق)

اركان التمثيل

لا بد في التمثيل من أربعة أركان

الركن الأول :الأصل وهو المقيس عليه كالخمر في المثال المذكور.

الركن الثاني: الفرع وهو المقيس كالنبيذ في المثال المذكور.

الركن الثالث: العلة الجامعة كالإسكار في المثال المذكور.

الركن الرابع: الحكم الذى يكون في الأصل وهو الحرمة في المثال المذكور.

للتمثيل طرق عديدة والعمدة فيها الدوران والترديد.

الدوران : هو أن يوجد الحكم مع العلة وجوداً و عدماً أي إذا وُجِد المعنى وُجِد الحكم وإذا انتفى المعنى انتفى الحكم و يعبر عنه بالطرد

والعكس كما يقال الحدوث دائر مع التأليف وجودا وعدما أما وجودا ففي البيت و أما عدما ففي الواجب تعالى. (م)

الترديد :هو إيراد أوصاف الأصل وحصرها وإبقاء البعض وإبطال البعض الآخر ليثبت عليه الباقي ويعبر عنه بالسبر والتقسيم كما يقال علة الحدوث في البيت إما التأليف أو الإمكان و الثاني باطل بالتخلف لأن صفات الواجب ممكنة و ليست بحادثة فتعين الأول . (كشاف)

حكمهٔ: هو لا يفيد اليقين.

قياس الخلف : هو قياس يُثبت المطلوبَ بإبطال نقيضه. (م)

صورة القياس : هو الهيئة الحاصلة من ترتيب المقدمات ووضع بعضها عند بعض. (م)

مادة القياس : هما طرفان للقياس كقولنا العالم متغير و كل متغير حادث.

تقسيم القياس باعتبار المادة

القياس ينقسم با عتبار الما دة إلى خمسة أقسام ؛برها نيّ وجدليّ وخطابيّ وشعريّ وسفسطيّ .

القياس البرها نيّ :هو قيا س مؤ لف من اليقينيا ت بد يهيةً كا نت أو نظر يةً منتهية إليها كقولنا زيد متعفن الأخلاط و كل متعفن الأخلاط محموم فزيد محموم. (م)

أصول البر هان أى البدهيا ت على ستة أقسا م : أوليا ت، وفطريات، وحدسيا ت، ومشا هدات، وتجربيا ت، ومتواترات.

الأوليا ت :هي ما يجزم العقل فيها بمجرد تصور الطرفين بديهيّتين كانا

أو نظريَّتين كقولنا الكل أعظم من الجزء.(س)

الفطريات :هي ما يفتقر إلى واسطة غير غائبة عن الذهن أصلا ويقال لهذه القضايا قضايا قيا سا تها معها كقولنا الأربعة زوج أي منقسمة بمتساويين. (م)

الحدسيا ت :هي القضايا التي يحكم بها العقل بواسطة الحدس كالحكم بأن نور القمر مستفاد من الشمس. (كشاف)

الحدس : هو سرعة الانتقال من المبادي إلى المطالب. (ق)

المشاهدات : هي قضايا يحكم فيها بواسطة المشاهدة و الإحساس كالحكم بأن الشمس مضيئة و إن لنا جوعا. (م)

وهي على قسمين ؛ حِسِّيات،و وجدانيات.

الحسيات : هي ما شوهد فيها بإحدىٰ الحواس الظاهرة كالحكم بأن الشمس مضيئة. (م،ق،س)

الحواس الظاهرة

الحواس الظاهرة خمسةٌ ؛ باصرةٌ، وسامعةٌ، وشامَّةٌ، وذائقةٌ، ولامسةٌ.

الباصرة :هي قوة مودعة في مجمع النور و منه يصل إلى العينين يدرک بها الأصوات و الألوان والأشكال. (حاشيه مبادي)

السامعة:هي قوة مودعة في العصبة في داخل صماخ الأذن ، فإذا وصل الهواء المتكيف بكفية الصوت إليها أدركته القوة المودعة فيها.(حاشيه مبادي)

الشامة :هي قوة مودعة في الزائدتين النابتتين في مقدم الدماغ الشبهتين بحَلَمَتَيِ الثدي يدرک بها الروائح بواسطة الهواء المتكيف بها.(حاشيه م)

الذائقة : هي قوة مودعة في العصب المفروش على جرم اللسان، تدرک بها الذائقة بواسطة الرطوبة اللعابية. (حاشيه مبادي)

اللامسة : هي قوة سارية بواسطة الأعصاب في جميع البدن بها يدرک الحرارة و البرودة و الرطوبة و اليبوسة و الخشونة و الملاسة و الصلابة واللين و غيرها. (حاشیه م)

الوجدانيات : ما أدرک بالمدرکات من الحواس الباطنة كالحكم بأن لنا خوفا و غضبا.

الحواس الباطنة

الحواس الباطنة خمسة؛ حِسٌّ مشتركٌ،وخيالٌ،ووهمٌ،وحافظةٌ، ومتصرفةٌ.

الحس المشترک : هي قوة في مقدم الدماغ، تقبل الصور المنطبعة في الحواس الظاهرة، فهي كالجواسيس له ولذا سمّي حساً مشتركاً أي بين الحواس الظاهرة. (حاشیه مبادي)

الخيال : هي قوة في الدماغ تحفظ جميع صور المحسوسات، و تمثله بعد الغيبوبة، فيتذكرها الحس المشترک عند الالتفات إليها وهو خزانة للحس المشترک. (مبادي)

الوهم : هي قوة تدرک بها المعاني الجزئية، كالولد معطوف عليه، والذئب مهروب عنه، والمراد بالمعاني : مالا يدرک بالحواس الظاهرة. (حاشیه مبادي)

الحافظة : هي قوة محلها آخر التجويف الأخر من الدماغ من شأنها حفظ ما يدركه الوهم من المعاني الجزئية. (حاشیه م)

المتصرفة : هي قوة مودعة في التجويف الأوسط، من شأنها تركيب الصور و المعاني و التفصيل فيها. (حاشیه م)

التجربيات: هي قضايا يحكم العقل بها بواسطة تكرار المشاهدة و عدم

التخلف حكماً كلّياً كالحكم بأن شرب السقمونيا مسهل للصفراء. (م)

المتواترات : هي قضايا يحكم بها بواسطة إخبار جماعة يستحيل العقل تواطؤهم على الكذب. (م،ق)

البرهان اللِمّيُّ و الانيُّ

البرهان على قسمين ؛ لِمّيٌّ و إِنّيٌّ.

البرهان اللِمّيُّ : هو الذي يكون الأوسط فيه علة لثبوت الأكبر للأصغر في الواقع كقولنا زيد متعفن الأخلاط و كل متعفن الأخلاط محموم فزيد محموم. (م)

البرهان الإنّيُّ : هو الذي يكون الأوسط فيه علة للحكم في الذهن فقط و لم يكن علة في الواقع بل قد يكون معلولاً له كقولنا زيد محموم لأنه متعفن الأخلاط و كل متعفن الأخلاط محموم فزيد محموم. (م)

القياس الجدليُّ : هو قياس مركب من مقدمات مشهورة أو مسلمة عند الخصم صادقة كانت أو كاذبة. (م)

المشهورات : هي القضايا التي تشتهر في ما بين الناس و هي تختلف بحسب اختلاف الأزمان و الأمكنة و الأقران كقولنا الظلم قبيح و العدل حسن و كشف العورة مذموم و مراعاة الضعفاء محمودة. (حاشيه م)

المسلمات : هي القضايا التي تسلم من الخصم فيبني عليها الكلام لإلزام الخصم كتسليم الفقهاء مسائل أصول الفقه. (حاشيه م)

الغرض من القياس الجدلي : اقناع القاصر عن درک البرهان و الزام الخصم. (ق)

القياس الخطابي : ما يتألف من المقبولات و المظنونات. (ش،ق)

المقبولات : هي القضايا المأخوذة ممن يعتقد فيه كالمأخوذات من أهل العلم والزهد. (م،ش،ق)

المظنونات : هي قضايا يحكم بها العقل اتباعاً للظن أي يحكم حكماً راجحاً مع تجويز نقيضه كقولنا فلان يطوف بالليل فهو سارق. (م،ش،ق)

الغرض من القياس الخطابي : ترغيب السامع فيما ينفعه من تهذيب الأخلاق و أمر الدين. (ق)

القياس الشعريّ : هو قياس مؤلف من المخيلات الصادقة أو الكاذبة المستحيلة أو الممكنة المؤثرة في النفس قبضاً و بسطاً.(م)

الغرض من القياس الشعري: انفعال النفس بالترغيب و التنفير .(ق)

المخيلات : هي قضايا إذا أوردت على النفس تأثرت فيها تأثيراً عجيباً من قبض و بسطٍ كقولنا الخمر ياقونية سيالة . (ق)

القياس السفسطيُّ : هو قياس مركب من الوهميات الكاذبة المخترعة للوهم أو من الكاذبة المشبهة بالصادقة. (م)

الوهميات : هي القضايا التي يحكم فيها الوهم من غير المحسوس قياساً على المحسوس كقولنا كل موجود مشار إليه و وراء العالم فضاء لانهاية لها فالفضاء مشار إليه. (ش)

المشبهات : هي قضايا يعتقدها العقل بأنها أولية أو مشهورة أو مقبولة أو مسلمة لمكان الاشتباه لفظاً أو معنىً.(م)

الغرض من القياس السفسطي: إفحام الخصم و تغليطه. (ق)

أجزاء العلوم

وهي ثلثة؛ موضوع، و مبادية، و مسائل.

موضوع كل علم : ما يبحث فيه عن عوارضه و لواحقه الذاتية

كموضوع النحو الكلمة والكلام. (م)

المبادي : ما يبتني عليه المسائل وهي إما تصورية وهي حدود الموضوع وأجزاءه وأعراضه الذاتية أو تصديقية وهي إما بديهية أو نظرية. (م)

المسائل : هي التي يشتمل العلم عليها. (م)

كان القدماء يذكرون في صدر الكتاب ما يسمونه الرؤوس الثمانية.

الأول : الغرض؛ لِئَلَّا يكون طلبه عبثاً.

الثاني : المنفعة؛ ليتسهل عليه المشقة في تحصيله.

الثالث : التسمية؛ و هي عنوان العلم ليكون عنده اجمال ما يفصله.

الرابع : المؤلف؛ ليسكن قلب المتعلم.

الخامس : أنه في أيِّ مرتبة هو؟ ليعلم على أيِّ علم يجب تقديمه و أيِّ علم يجب تأخيره.

السادس : من أيِّ علم هو ؟ ليطلب ما يليق به.

السابع : القسمة والتبويب؛ ليطلب في كل باب ما يليق به.

الثامن : أنحاء التعليم؛ وهي التقسيم أعني التكثير من فوق، والتحليل أي عكسه، والتحديد أي فعل الحد، والبرهان أي الطريق إلى الوقوف على الحق، والعمل به؛ ليعلم أن الكتاب مشتمل على كلها أو بعضها.

المتفرقات

آل النبي: عترته النبي صلى الله عليه وسلم .

۞ كل مؤمن تقيّ. (نور الأنوار)

آن : هو حد فاصل بين أجزاء الزمان و الجمع آنات. (مبادي)

الآن: هو الوقت الحاضر. (مبادي)

الأبد : هو الزمان الغير متناهٍ في جانب المستقبل ؛ فالأبديّ ما لا يكون منعدماً. (مبادي)

الابتداء الحقيقي: هو الذي لم يتقدمه شيءٌ. (دستور)

الابتداء الإضافي: هو الابتداء بشيءٍ مقدم بالقياس إلى أمرٍ آخر، سواء كان مؤخرا بالنسبة إلى شيء آخر أو لا. (دستور)

الابتداء العرفي: هو الذي لم يتقدمه شيء من المقصود بالذات. (دستور)

الأجزاء :جمع جزء معناه ما يتركب الشيء منه و من غيره كالخشب للسرير. (ك)

الفرق بين الجزء و الجزئي: لا يجوز حمل الكل على جزئه أي الاخبار بالكل عن جزئه، فلا يقال: الرأس انسان؛ لأن الرأس جزءٌ للانسان، ولا يمكن أن يكون الجزء كلًّا ولا الكل جزءاً، بخلاف الكليّ والجزئيّ؛ فإنه يجوز حمل الكلي على جزئياته نحو زيدٌ انسان، خالد انسان. (دستور)

الإدراك: هو انفعال أي التأثر و هو ضد الفعل أي التأثير و إيجاد الأثر.(ق)

الأزل : هو الزمان الغير متناهٍ في جانب الماضي ؛ فالأزليّ ما لا يكون مسبوقاً بالعدم. (مبادي)

الاشتراك اللفظي: عبارةٌ عن كون اللفظ موضوعا لكل واحد من المعاني ابتداءً. (حاشيه نورالأنوار)

الاشتراك المعنوي: عبارةٌ عن كون اللفظ موضوعاً لمعنى واحدٍ كليٍّ لهُ أفرادٌ كثيرةٌ. (حاشيه نورالأنوار)

الاصطلاح: عبارةٌ عن اتفاق قوم على تسمية شيءٍ باسمٍ بعد نقلهٖ عن موضوعه الأول. (كشاف)

الاعتبارات الثلاث: للماهية ثلاث اعتباراتٍ؛

الأول: بشرط شيءٍ: أي مع العوارض فتسمى مخلوطةً، وهي فائزةٌ بالوجود قطعاً.

الثاني: بشرطِ لاشيء: فتسمى مجردة ولم توجد قطُّ، لتجردها حتى نفوا وجدودها الذهنيَّ، والحق إثباته إذ لاحجر في التصور.

والثالث: لا بشرطِ شيء: فتسمى مطلقة، وهي في نفسها لاموجودةً ولا معدومةً ولا كلية ولا جزئية. (دستور)

الاعتقاد لغةً : ربط القلب بالشيء. (حاشيه ش)

واصطلاحاً: هو حكم ذهنيّ جازم يقبل التشكيك. (ک)

الاعتقاد الجازم : ما لا يبقى فيه احتمال نقيضيه.

الاعتقاد الغير الجازم : خلاف المذكور.

ألله : هو عَلَم لذات الواجب الوجود المستجمع لجميع صفات الكمال.(ش)

الإيمان : هو الإعتقاد بالقلب.

الأيّ : هو لفظ يطلب به ما يُميّز الشيء عن أغياره أى عن مشاركاته متلبّساً بالذاتيات أو بالعرضيات. (ملا)

براعة الاستهلال: هي أن يشير المصنف في ابتداء تأليفه قبل الشروع في المسائل بعبارةٍ تدلُّ على المرتَّبِ عليه إجمالاً كقول صاحب سلم العلوم: "سبحانه ما أعظم شانه لا يحد ولا يتصورولا ينتج ولا يتغير تعالى عن الجنس والجهات جعل الكليات والجزئيات الايمان به نعم التصديق الخ". (ك)

البسيط : ما لا جزء له. (مبادي)

التباين الجزئي : هو صدق كل واحد من المفهومين بدون الأخر في الجملة وهو إما عموم من وجه أو تباين كلي. (ق)

التجنيس: هو تشابه اللفظ في التلفظ مثل اشتريت البر وأنفقته في البر. (كشاف)

التخييل: هو عبارةٌ عن حصول صورة القضية في الذهن من غير تردُّدٍ وتجويز. (حاشيه ش)

الترتيب المفيد : ما ينتج بنفسه بحيث لا يعرض فيه الغلط. (ملا)

الترتيب الطبعي: ما إذا حصل في الذهن ينتقل طبعية الإنسان و فطرته إلى المطلوب الصحيح بلا كلفة و لا يعرض له الخطاء و لا يلزم الخلف. (ملا)

الترجيح بلا مرجح: فضل أحد المثلين على الآخر بنفسه بلا مرجح (دستور)

التسامح : هو أن لا يُعلَم الغرض من الكلام و يحتاج في فهمه إلى تقدير لفظ آخر. (ك) نحو قول صاحب المنار: والأداء أنواع : كامل وقاصرٌ، وما هو شبيه بالقضاء؛ قال الشارح وفي هذا التقسيم مسامحة؛ لأن الأقسام لا تقابل فيما بينها وينبغي أن يقول : والأداء أنواعٌ أداءٌ محض

وهو نوعان: كامل وقاصر؛ واداء هو شبيه بالقضاءِ (نور الانوار)

التساهل في العبارة: أداء اللفظ بحيث لا يدل على المراد دلالةً صريحةً. (ک)

التسلسل :ترتب أمورٍ غير متناهيةٍ مجتمعةٍ في الوجود. (دستور)

التشخص : هو المعنى يصير به الشيء ممتازاً عن غيره بحيث لا يشاركه شيء اخر. (ک)

التصور بالكنه : هو أن يُعلَم الشيء بالذاتيات و الأجزاء التي تكون مراة للذات كتصور الإنسان بالحيوان الناطق. (ملا)

التصور بكنهه : هو أن يُعلَم الشيء بالذاتيات و الأجزاء التي لا تكون مراة للذات كتصور الإنسان بالحيوان الناطق ويقصد الحيوان الناطق بنفسه. (ملا)

التصور بالوجه : هو أن يعلم الشيء بالعرضيات التي تكون مرآة للذات كتصور الإنسان بالحيوان الضاحک. (ملا)

التصور بوجهه : هو أن يعلم الشيء بالعرضيات التي لا تكون مرآة للذات كتصور الإنسان بالحيوان الضاحک ويقصد الحيوان الضاحک بنفسه. (ملا)

التضايف : هو كون الشيئين بحيث لا يمكن تعقل كل واحد منهماإلا بالقياس إلى الآخر كالأبوة والبنوة. (ک)

التعقل: هو ادراک الشيء مجردا عن الواحق الما دية،ويسمى بالعقل أيضا.(كشاف)

التعريف الجامع: أن يكون (المعرِّف) متناولاً لكل واحد من أفراد المعرَّفِ.(دستور)

التعريف المانع: أن يكون (المعرِّفُ) بحيث لا يدخل فيه شيء من أغيار المعَّرفِ.(دستور)

التقدم : هو كون الشيء أولاً . و له خمسة أقسام مشهورة. (مبادي)

التقدم بالعلية : هو أن يكرن المتقدم علة تامة للمتأخر كتقدم طلوع الشمش على وجود النها ر. (مبادي)

التقدم بالزمان : هو كون المتقدم في زمان لا يكون المتأخر فيه كتقدم سيدنا موسىٰ على سيدنا عيسىٰ عليهما السلام. (مبادي)

التقدم بالطبع : هو أن يكون المتأخر محتاجاً إلى المتقدم و لا يكون علة تامة له كتقدم الوضوء على الصلاة و الواحد على الإثنين. (مبادي)

التقدم بالوضع : هو أن يكون المتقدم أقرب إلى مبدإ معيّن و المبدأ: كل ما به ابتداء شيء و يقال له التقدم بالرتبة كتقدم الصف الأول على الثاني بالنسبة إلى المحراب والإمام. (مبادي)

التقدم بالشرف : هو أن يكون للمتقدم زيادة فضل على المتأخر كتقدم العالم على الجاهل وكتقدم سيدنا أبي بكر الصديق على سيدنا عمر الفاروق رضى اللّٰه عنهماوعن جميع الصحابة وعنّا معهم أجمعين . (مبادي)

تمام الجزء المشترک : الجزء المشترک الذي لا يكون الجزء المشترک بين الأنواع خارجاً عنه بل كل جزء مشترک بينهما يكون إما نفس ذلک الجزء أو جزء منه. (ش)

التقليد : الاعتقاد الجازم المطابق لما في نفس الأمر الثابت في الواقع بحيث يزول بتشكيک المشکک. (حاشيه ش)

التوفيق : جعل الله فعلَ عباده موافقاً لما يُحِبُّه و يرضاه.

التعريف الآخر: توجيه الأسباب نحو المطلوب الخير.

الجسم : ما يقبل الأبعاد الثلاثة أي الطول و العرض و العمق.

الجمع (الانعكاس) : الجمع بجميع أفراد الشيء و معناه متى انتفى المعرف بالكسر انتفى المعرف بالفتح. (ملا)

الجهل البسيط : عدم العلم عما من شأنه أن يكون عالما. (كشاف)

الجهل المركب : هو عبارة عن اعتقادٍ جازمٍ غير مطابقٍ،سواءٌ كان مستندا الى شبهةأو تقليد. (كشاف)

الجهة : تطلق على معنين ؛ الأول: منتهى الإشارة الحسية ، والثاني : منتهى الحركات المستقيمة و المشهور أن الجهات ستٌّ؛ الفوق، والتحت، والقدّام، والخلف، واليمين، والشمال. (مبادي)

شعر۔

شش جہت ہیں چھ طرف کچھ کم نہ بیش
زیر و بالا راست وچپ ، پس و پیش

الحادث: اسم فاعل من الحدوث، (فاعلم) أن الحدوث يطلق على معنيين: (دستور)

الحدوث الزماني: هو كون الشيء مسبوقا بالعدم سبقا زمانيا، وهو المسمى "بالحدوث الزماني" ويقابله القدم الزماني، فالحادث حينئذ هو الموجود المسبوق بالعدم سبقا زمانيا والمتكلمون قائلون : بأن العالم حادث بهذا الحدوث. (دستور)

الحدوث الذاتي: هو كون الشيء مفتقراً محتاجا في وجوده إلى غيره أي علته تامةً أو ناقصةً. (دستور)

القدم الذاتي: هو كون الشيء غير محتاجا في وجوده الى الغير، وهو منحصر في ذاته تعالى ويقابله الحدوث الذاتي. (دستور)

القدم الزماني: هو كون الشيء غير مسبوق بالعدم ويقابله الحدوث الزماني.(دستور)

حروف المباني : يطلق على ما يتركب منه اللفظ، نحو "ا، ب، ت" لا "ألفٌ و باءٌ وتاءٌ" فإنها أسماء الحروف لا أنفسها، ويسمى حرف التهجي وحرف الهجاء وحرف المبني (كشاف)

حروف المعاني: كل حرف أو شبهِ حرفٍ له وظيفة نحوية أو صرفية أو صوتية ذات دلالةٍ. (دستور)

الحق : الاعتقاد الجازم المطابق للواقع إما أن يزول بتشكيك المشكك أو لا، فالأول تقليد والثاني يقين.

الحقيقة: حقيقة الشيء و ماهيته ما به الشيء هو هو، كالحيوان الناطق للإنسان بخلاف مثل الضاحك وا لكاتب مما يمكن تصور الإنسان بدونه فإنه من العوا رض.

وقد يقال إن ما به الشيء هو هو باعتبار تحققه حقيقةٌ وباعتبار تشخصه هويةٌ ومع قطع النظر عن ذلك ماهيةٌ. (شرح العقائد)

الماهية: ما به يجاب عن السؤال بما هو؛ فعلىٰ هذا يطلق الماهية على الحقيقة الكلية، وربما تفسَّرُ بـ "ما به الشيء هو هو" فتطلق على الحقيقة الكلية والجزئية أيضاً، والحقيقة والماهية مترادفان.(دستور)

الماهية: كانت في الأصل "ماهوية" الياء للنسبة والتاءُ للمصدرية، ثم قُلبَت الواو ياءً وأدغمت الياء في الياء وكسرت الهاء.

الهويّةُ : هي الحقيقة الجزئيةُ، حيث قالوا: الحقيقة الجزئية تسمى هويَّةً، يعني أنَّ الماهية إذا اعتبرت مع التشخص سميت هويَّةً، وقالوا: الهوية مأخوذةٌ من الـ "هو هو" وهي في مقابلة الغيريَّةِ (دستور)

المقول في جواب ماهو: (في اصطلاح المنطقيين)هو اللفظ المذكور في جواب "ماهو؟" الدال بالمطابقة على الماهية المسئول عنها بـ "ماهي؟" كالحيوان الناطق، فإنه إذا سئل عن الانسان بـ "ماهو؟" يجاب بالحيوان الناطق الدال على ماهيته بالمطابق. (دستور)

من حيث: إن قولك من حيث كذا، يراد به بيان الإطلاق وأنه لا قيد هناك، كما فيقولك: الإنسان من حيث هو، وقد يراد به التقييد، كما في قولك: النار حيث أنها حارةٌ تُسخّنُ، (دستور)

الحاسة : هي القوة التي تدرك بها الجزئيات الجسمانية . والحواس ظاهرة و باطنة و كل منهما خمسة. (مبادي)

الحواس الظاهرة : هي السمع، والبصر، والشم، والذوق، واللمس. (مبادي)

الحواس الباطنة : هي الحس المشترك، والخيال، والوهم، والحافظة، والمتصرفة. (مبادي)

(وقد مر تعريف كل واحد منها على الصفحة / ٤٣، ٤٤)

الحصر : هي عبارة عن إيراد الشيء على عدد معين. (ك)

حصر الكل في أجزائه : هو الذي لا يصح إطلاق اسم الكل على كل أجزائه منها كحصر الرسالة على الأشياء الخمسة لأنه لا تطلق الرسالة على كل واحد من الخمسة. (ك)

حصر الكلي في جزئياته : هو الذي يصح إطلاق اسم الكلي على كل واحد من جزئياته كحصر المقدمة على ماهية المنطق و بيان الحاجة إليه و موضوعه. (ك)

الحكم :يطلق الحكم على عدة معان منها؛

الأول : إسناد أمر إلى آخر إيجاباً أو سلباً.

الثاني: وضع الشيء في موضعه.

الثالث: أثر مرتب على الشيء.

الرابع: نسبة تامة خبرية .

الخامس : محمول.

السادس: قضية.

الحمد :هو الثناء باللسان على الجميل الا ختياري نعمة كان أوغيرها.

الخارج: يراد به تارةً ما يرادف الأعيان، وتارةً خارج النسبة الذهنية، وتارةً يراد به نفس الأمر، (دستور)

الخط : هو عرض له طول فقط ، وهو نهاية السطح. (مبادى)

الخطبة الإلحاقيه: هي التي ألحِقت بالكتاب بعد تصنيفه وتأليفه، بأنْ ألَّف المؤلف كتابه أولاً ثم ألحقه الخطبة. (كشاف)

الخطبة الابتدائيه : هي التي كتبها المصنف أولا ثم ألف بعده الكتاب.(كشاف)

الدعوى : قضيةٌ يشمل على الحكم المقصود إثباته بالدليل، أو إظهاره بالتنبيه، ويسمى ذلک من حيث أنه يرد عليه أو على دليله السؤال أو البحث "مسئلةً ومبحثاً" ومن حيث أنه يستفاد من الدليل "نتيجةً" ومن حيث أنه قديكون كلّياً "قاعدةً وقانوناً". (دستور)

الدليل : هو الذي يلزم من العلم به العلم بشيء آخر و حقيقة الدليل هو ثبوت الأوسط للأصغر واندراج الأصغر تحت الأوسط.

دليل الافتراض : فرض ذات الموضوع شيئا معينا وحمل وصفى المحمول و الموضوع عليه ليحصل مفهوم العكس. (مفتاح التهذيب)

الدليل الالزامي : ما سلم عند الخصم سواء كان مستدلاًّ عند الخصم

أو لا. (ک)

الدليل التحقيقي: ما يكون في نفس الأمر ومسلما عند الخصمين.(دستور)

دليل الحصر : ما بُيّن فيه وجه الحصر من المقسم في الأقسام المذكورة.

دليل الخلف : إثبات المطلوب بإبطال نقيضه. (ک)

الدليل السمعي: ما يتوقف على السمع يعني على الكتاب و السنة والإجماع والسلف.(دستور)

الدليل العقلي: ما يستمد فيه من العقل في لاستدال.(دستور)

الدور: عند أرباب المعقول توقف كل واحدٍ من الشيئين على الآخر، ويلزمه توقف الشيء على ما يتوقف عليه من جهةٍ واحدةٍ إما بمرتبة فيسمّى مصرحا كما يتوقف أ على ب وبالعكس أو بمراتب فيسمّى مضمرا كما يتوقف أ على ب وب على ج وج على أ. (دستور)

الدين : هو وضع إلهيٌ سائق لذوى العقول باختيارهم المحمود إلى الخير بالذات. (نور الأنوار)

الدين و الملة : متحدان بالذات و مختلفان بالاعتبار فان الشريعة من حيث أنها تطاع تسمى ديناً و من حيث أنها تجمع تسمى ملةً و من حيث أنها يرجع اليها تسمى مذهباً، وقيل: الفرق بين الدين والملة والمذهب أن الدين منسوب الى الله تعالى و الملة الى الرسول والمذهب منسوب إلى المجتهد. (ک)

الذهن:هي القوة المعدة لاكتساب التصورات والتصديقات. (كشاف)

الرسول : هو إنسانٌ بعثه الله تعالى إلى الخلق لتبليغ أحكامه مع كتاب جديد و شريعة جديدة. (حاشيه م)

الركن :الداخل في الشيء باعتبار كونهِ جزءًا منه يسمى ركناً. (دستور)

السجع: هو تواطؤ الفاصلتين من النثر على حرفٍ واحدٍ في الآخر كقول صاحب التهذيب: لازال له من التوفيق قوامٌ، ومن التأييد عصامٌ وعلى الله التوكل وبه الاعتصام.(ک)

سلب العموم: هو رفع الإيجاب الكلي، مثل ليس كل حيوان إنسانٌ ، وهو يصدق عند الإيجاب الجزئيٍّ.(دستور)

والفرق بين عموم السلب وسلب العموم: أن سلب العموم أعم مطلقا من عموم السلب، فكل موضع يصدق فيه عموم السلب يصدق فيه سلب العموم، من غير عكسٍ كليٍّ.(دستور)

الملاحظة: النص على عموم السلب وسلب العموم : فالأول يكون بتقديم أداة العموم على أدات النفي، نحو كل الدراهم لم آخذ، والثاني بتقديم أدات النفي على أدات العموم، نحو لم يكن كل ذلک. (دستور)

الشخص: إن الحقيقة إنْ كانت ملحوظةً مع التقييد والقيد فهي "الفرد" وإن كانت ملحوظة مع التقييد فقط فهي "الحصة" وإن كانت ملحوظة مع القيد فقط فهي "الشخص" وعلى التحقيق أن الشخص هو معروض التشخص. وهذا هو الفرق بين الفرد والحصة والشخص عندهم. (دستور)

الشرط : ما يتوقف عليه وجود الشيء و يكون خارجًا عن ماهيته و لا يكون مؤثراً في وجوده كالوضوء للصلاة. (ک)

الشطر : جزء الشيء الذي يدخل في حقيقته كالركوع و السجود للصلاة.

الشک : هو التردد بين النقيضين بلا ترجيح لأحدهما على الأخر عند الشاک.(ک)

الشكر لغةً: فعل ينبئ عن تعظيم المنعم لكونه منعماً.(ق)

واصطلاحاً: الثناء على المحسن بذكر إحسانه. (ك)

الشيء : عبارة عن الوجود وهو اسم لجميع المكونات عرضا كان أو جوهراً ويصح أن يعلم و يخبر عنه، وفي الاصطلاح هو الموجود الثابت المتحقق في الخارج. (ك)

الصحابي :من رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم أو جلس معه مؤمناً به ومات مؤمناً. (ك)

الصدق لغةً: مطابقة الحكم للواقع. (ك)

واصطلاحاً: الإبانة عما يخبر به على ما كان. (ك)

صفةٌ حقيقيةٌ محضةٌ: وهي تكون متقررَّة في الموصوف غير مقتضيةٍ لإضافة إلى غيره، كالسواد والبياض والشكل والحسن. (كشاف)

حقيقيةٌ ذات اضافة : وهي ما تكون متقررة في الموصوف مقتضيةً لاضافته الى غيره.(كشاف)

اضافيةٌ محضة: مثل كونه يمينا أو شمالا وهيما لاتكون متقررةً في الموصوف وتكون مقتضية لإضافته إلى غيره (كشاف)

الصنف: هو النوع المقيد بقيدٍ عرضيٍّ كالانسان الروميِّ. (دستور)

الصورة النوعية : هي جوهر تختلف بها الأجسام أنواعاً من الحيوان والنبات والجماد. (مبادي)

الصورة الجسمية : هي جوهر متصل، قابل للأبعاد الثلاثة، المدركة في الجسم في بادي النظر. (مبادي)

الظن :تجويز أمرين أحدهما أرجح من الآخر(فهو الظن) والمرجوح يسمى بالوهم .(كشاف)

العقل : جوهر مجرد عن المادة في ذاته و فعله، والعقل بهٰذا المعنى أثبته

الحكماء ونفاه المتكلمون والمشهور أن العقول عشرة. (مبادي)

العلاقة: شيء يستصحب الأول الثاني كالعلية و التضايف. (كـ)

العمدة في أنواع العلاقة الاستقراء ويرتقي ما ذكره القوم الى أربعة و عشرين.

الأول: إطلاق السبب على المسبب نحو قوله تعالى والسماء بنيناها بأيدٍ أي بقوة.

الثاني : إطلاق المسبب على السبب نحو قوله تعالى وينزل لكم من السماء رزقا أي مطراً.

الثالث : إطلاق الكل على الجزء نحو قوله تعالى يجعلون أصابعهم في آذانهم أي أناملهم.

الرابع: إطلاق الجزء على الكل نحو قوله تعالى فتحرير رقبة أي عتق عبد.

الخامس: إطلاق اسم الملزوم على اللازم نحو قوله طلع الضوء أي الشمس.

السادس : إطلاق اسم اللازم على الملزوم نحو قوله دخلت الشمس المكان أي الضوء.

السابع : تسمية الشيء باسم ما له تعلق بالمجاورة نحو قوله جرى الميزاب أي المطر.

الثامن: إطلاق اسم المطلق على المقيد نحو قوله تعالى فتحرير رقبة أي مؤمنة.

التاسع: إطلاق اسم المقيد على المطلق نحو قوله لكل فرعونٍ موسى.

العاشر: إطلاق اسم الخاص على العام نحو جاء ني رجل أي زيد.

الحادي عشر: إطلاق اسم العام على الخاص نحو قوله تعالى الذين قال لهم الناس (المراد منه: نعيم بن مسعود).

الثاني عشر: حذف المضاف نحو قوله تعالى واسئل القرية أي أهلها.

الثالث عشر: حذف المضاف إليه نحو قوله حينئذ و يومئذ.

الرابع عشر: تسمية الشيء باسم ما يؤول إليه نحو قوله تعالى: اني أراني أعصر خمرا أي عنباً يؤول الى الخمر.

الخامس عشر: تسمية الشيء باسم ما كان نحو قوله تعالى واٰتوا اليتٰمىٰ أموالهم أي الذين كانوا يتامى ثم بلغوا أشدهم.

السادس عشر: إطلاق اسم المحل على الحال نحو قوله تعالى فليدع ناديه أي أهل ناديه.

السابع عشر: إطلاق اسم الحال على المحل نحو قوله تعالى فأما الذين ابيضت وجوههم ففي رحمة الله أي في الجنة لأنها محل الرحمة.

الثامن عشر: إطلاق اسم الة الشيء عليه نحو قوله تعالى واجعل لي لسان صدق في الآخرين أي ذكرا حسنا.

التاسع عشر: إطلاق اسم الشيء على بدله نحو قوله فلانٌ أكل الدم أي الدية.

العشرون: إطلاق المعرف باللام العهد الذهني على النكرة نحو قوله تعالى فأخاف أن يأكله الذئب.

الحادي والعشرون: إطلاق اسم أحد الضدين على الآخر نحو قوله تعالى وجزاء سيئةٍ سيئةٌ مثلها.

الثاني والعشرون: الحذف نحو قوله تعالى يُبيّنُ الله لكم أن تضلُّوا أي لئلّا تضلُّوا.

الثالث والعشرون: الزيادة نحو قوله تعالى ليس كمثله شيء.

الرابع والعشرون: النكرة الواقعة في حيز الإثبات للعموم نحو قوله تعالى علمت نفس ما قدمت أي كل نفس.

العلاقة العرفية: هي علاقة يستحيل به تصور الملزوم بدون اللازم عرفاً.

العلاقة العقلية : هي علاقة يستحيل به تصور الملزوم بدون اللازم عقلاً.

العلاقة المصحّحة : (بصيغة الفاعل) هو أن يكون العلاقة بحيث يصح انتقال الذهن من اللفظ إلى معناه الالتزاميّ بسبب هذه العلاقة. (ملا)

العلة : هي ما يتوقف عليه وجود الشيء و يكون خارجاً مؤثراً فيه وهي تامة و ناقصة. (ك)

العلة التامة : هي ما يجب وجود المعلول عنده كطلوع الشمس علة تامة لوجود النهار. (مبادي)

العلة الناقصة : هي ما لا يجب وجود المعلول عنده كالعلة المادية من الخشب وغيره للسرير. (مبادي)

الملاحظة : عند وجود العلة التامة يتحقق المعلول بالضرورة و توارد العلتين التامتين على الشيء محال. (مبادي)

العلة الصورية : هي ما به الشيء با لفعل كالهيئة للسرير. (مبادي)

العلة الغائية : هي التي لأجلها وجود المعلول كالجلوس على السرير. (حاشيه ق)

العلة الفاعلية: هي التي تكون منها وجود المعلول كالنجار للسرير. (حاشيه ق)

العلة المادية: ما يوجد الشيء بها بالقوة كالخشب للسرير. (ك)

الفاصلة : و الجمع الفواصل و هي في أواخر الأيات القرانية كالأسجاع في النثر و هما كالقافية في النظم. (ك)

الفعل : الحصول في أحد الأزمنة. (مبادي)

القاعدة : والجمع القواعد و هي قضية كلية منطبقة على جميع جزئياتها. (ك)

القافية: هي الحرف الأخير من البيت و قيل هي الكلمة الأخيرة منه. (ك)

القانون: كليٌّ منطبق على جميع جزئياته التي يتعرف أحكامها منه كقول النحاة الفاعل مرفوع والمفعول منصوب والمضاف اليه مجرور. (ك)

القرينة: هو مايدل على تعيين المرد باللفظ أو على تعيين المحذوف أو أمرٌ يشير الى المطلوب بلا وضع. (ك)

قسم الشيء: ما يكون مندرجا تحته كالاسم للكلمة. (دستور)

قسيم الشيء: ما كان مقابلا للشيء مندرجا معه تحت شيء آخر كالتصور للتصديق المندرجين تحت العلم (دستور)

القوة: إمكان حصول الشيء في أحد الأزمنة الثلثة كا ستعداد الكتابة في الانسان. (مبادي)

القيد الاتفاقي: هو القيد الذي لا ينفي الحكم عند عدمه.

القيد الاحترازي: هو القيد الذي ينفي الحكم عند عدمه.

الكذب: عدم مطابقة الحكم للواقع. (ك)

الكلام اللفظي: هو المركب من الألفاظ والحروف الدالة على معنى في نفس المتكلم. (دستور)

الكلام النفسي: هو معنى في نفس المتكلم يدل عليه بالعبارة أو الكتابة أو الإشارة. (دستور)

الكل: اسم الجملة المركبة من أجزاء. (ك)

الكل بمعنى الكلي: هو الذي يشمل الماهية أي ما لا يمنع نفس تصوره من وقوع الشركة فيه، نحو كل إنسان نوعٌ. (حاشيه س)

الكل المجموعي: هو الذي يشمل جميع أفراده المدخول عليه نحو كل إنسان لا يشبعه هذا الرغيف. (حاشيه س)

الكل الافرادي: هو الذي يشمل كل واحد من أفراده نحو كل إنسان

حيوانٌ.(حاشيه س)

الكليات الفرضية : هي التي لا مصداق لها في الخارج ولا في الذهن. (ش)

الكواكب السبع السيارة : هي الشمش، والقمر، والمريخ، والزهرة، والزحل، والعطارد، والمشتري.

اللزوم : امتناع الانفكاك عن الشيء. (كشاف)

اللزوم الخارجيّ : كون الشيء بحيث يلزم من تحقق المسمىٰ في الخارج تحققه فيه ولا يلزم من ذلك انتقال الذهن كوجود النهار لطلوع الشمس. (ک)

اللزوم الذهنيّ العرفيّ : كون الأمر الخارج بحيث يستحيل تصور الموضوع له بدونه بأن يكون اللفظ بحيث متى يطلق فينتقل الذهن منه إلى هٰذا اللازم بحسب التعارف لا الحكم العقليّ.

اللزوم الذهني العقلي : كون الأمر الخارج بحيث يستحيل تصور الموضوع له بدونه بأن يحكم العقل بامتناع انفكاک تصور الموضوع له بدون تصور الخارج كالبصربالنسبة إلى العمىٰ.

المادة : هو مفهوم بسيط ما لا يتم وجوده بدون ما حل فيه.

المباين : ما كان لفظه و معناه مخالفاً لأخر كالإنسان والفرس. (ک)

المتن: المؤلف الذي يكون مشتملا على نفس مسائل ذلک العلم بقدرِ ضرورةٍ مع لحاظ الاختصار يسمى بالمتن سمى به لكونه أساسا وأصلا للشروح والحواشي (حاشيه شرح وقايه)

الشرح: المؤلف الذي يكون المقصود فيه حل كتابِ آخر فإن كان حاملاً للمتنِ يسمى شرحاً، كشرح الوقاية وشرح المواقف، وشرح المقاصد والبناية شرح الهداية.(حاشيه شرح وقايه)

التعليق و الحاشية: المؤلف الذي يكون المقصود فيه حل كتاب آخر، فإن لم يكن كذلك (أي لم يكن حاملا للمتن) يسمى تعليقاً وحاشيةً كفتح القدير حاشية الهداية. (حاشيه شرح وقايه)

المجعولية الذاتية : هي احتياج الذاتيات في ثبوتها للذات إلى جعل الجاعل. (ملا)

المجهول المطلق : الذي لا يعلمه أحد بوجه من الوجوه. (س)

المدح:هو الثناء باللسان على الجميل نعمة كان أو غيره.

المدلول: هو الذي يلزم من العلم بشيء آخر العلم به. (كشاف،ك)

المصادرة : هي التي تجعل النتيجة جزء القياس أو يلزم النتيجة من جزء القياس كقولنا : الإنسان بشر وكل بشر ضحاك فالإنسان ضحاك، فالكبرى ههنا والمطلوب شيء واحد . إذ البشر و الإنسان مترادفان، فتكون الكبرى والنتيجة شيئاً واحداً. (ك)

المطْلَبُ : ما يطلب به التصورات والتصديقات وأمهات المطالب أربع؛ ما، وأيٌّ، وهل، ولِمَ.

المعارضة لغةً: المقابلة على سبيل الممانعة.

واصطلاحاً: هي إقامة الدليل على خلاف ما أقام الدليل عليه الخصم. (ك)

المعاني : هي الصور الذهنية من حيث إنها وضع بإزائها الألفاظ فإن عُبّر عنها بألفاظ مفردة فهي المعاني المفردة و إلا فمركبة.

المعقولات : الأمور الكلية الحاصلة في العقل.

المعقولات الأولى : هي ما يكون له مصداق في الخارج كتصور إنسان وحيوان. (مبادي)

المعقولات الثانية : هي ما لا يكون له مصداق في الخارج كتصور

كلية الإنسان و نوعيته. (مبادي)

المغالطات العامة الورود: هي التي يمكن بها إثبات المطلوب و إثبات نقيضه، كما يقال المدعى ثابتٌ لأنه لو لم يكن المدعى ثابتا لكان نقيضه ثابتا وعلى تقدير أن يكون نقيضه ثابتا لكان شيءٌ من الأشياء ثابتا.

فلزم من هذه المقدمات هذه الشرطية، "إن لم يكن المدعى ثابتا لكان شيء من الأشياء ثابتا" وينعكس بعكس النقيض إلى هذا "إن لم يكن شيء من الأشياء ثابت لكان المدعى ثابتا" هذا خلفٌ ضرورة أن المدعى "شيء من الأشياء" فعلى تقدير "أن لا يكون شيء من الأشياء ثابتا" "لو كان المدعى ثابتا" لزم ثبوت الشيء على تقدير نفيه (دستور)

المفهومات الشاملة : هي التي لها أفراد في نفس الأمر و هي وجودية كالشيء والممكن و عدمية أي سلبية كاللاشريک الباري ولا اجتماع النقيضين و نقائضه ليست بموجودة في الخارج. (ک)

المفهوم موافق : هو أن يكون المسكوت عنه موافقا في حكم المذكور. (دستور)

المفهوم مخالف: هو أن يكون المسكوت عنه مخالفا للمذكور في الحكم إثباتا ونفيا، ويسمى "دليل الخطاب" نحو قوله تعالى "فاجلدوهم ثمانين جلدةً" فيفهم أن الزائد على الثمانين غير واجب. (كشاف)

المقدمة : ما يتوقف عليه الأبحاث الآتية. (ک)

مقدمة العلم: ما يتوقف عليه مسائله كمعرفة حده وغايته وموضوعه. (حاشيه م)

مقدمة الكتاب : هي طائفة من كلام قُدِّمَتْ أمام المقصود لارتباطها بالمقصود ونفعها فيه. (حاشيه م)

الممكن: ما لا يجب وجوده، أو ما لا يمتنع وجوده ولا عدمه. (كشاف)

الواجب: هو الموجود الذي يمتنع عدمه؛ فإن كان وجوده لذاته أي لا يكون محتاجا في وجوده إلى غيره فهوالواجب لذاته، وواجب الوجود لذاته وإن كان لغيره فهو واجب الوجود لغيره (دستور)

الممتنع : هو الذي يكون عدمه في الخارج ضروريا (دستور)

المنع (اطراد) : المنع من دخول الغير و معناه متى صدق المعرف بالكسر صدق المعرف بالفتح. (ملا)

الموجود الخارجيّ : هو ما يكون اتصافه بالوجود خارج الذهن كوجود زيد و عمرو ويقال له الموجود العينيُّ أيضاً. (مبادي)

الموجود الذهنيُّ:هو ما يكون اتصافه بالوجود في الذهن. (مبادي)

(**الف**) **الموجود الذهنيُّ الحقيقيُّ** : هو ما كان موجوداً في الذهن حقيقة أي لا يتوقف وجوده على فرض الفارض كزوجية الأربعة. (مبادي)

(**ب**) **الموجود الذهنيُّ الفرضيُّ**: وهو ما كان مفروضاً في الذهن على خلاف الواقع كزوجية الخمسة. (مبادي)

الموجود في نفس الأمر : وهو ما كان وجوده واقعياً غير معلق بفرض الفارض كالملازمة بين طلوع الشمش ووجود النهار متحققة قطعاً سواء وجد فارض أو لم يوجد وسواء فرضها أو لم يفرضها. (مبادي)

الناطق: مدرك المعقولاتِ، فصلٌ قريبٌ للإنسان، من النطق بمعنى إدراك المعقولات، لا من النطق الظاهري. (دستور)

النبيُّ: هو إنسان بعثه الله تعالى إلى الخلق لتبليغ أحكامه.(حاشيه م)

النتيجة:ما يحصل بعد إتيان الدليل والحجةِ ويلزم منه،وهي قبل الدليل "مدعى" وبعدهُ "نتيجة" فهما متحدانِ بالذات ومتغايرانِ بالاعتبار، نحو العالم حادثٌ، لأن العالم متغيرٌ وكل متغيرٍ حادثٌ فالعالم حادثٌ.(دستور)

النزاع اللفظي: هو المخاصمة في إطلاق اللفظ والاصطلاح، لا في المعنى.(دستور)

النزاع المعنوي: هو ما كان في معناه. (دستور)

النفس الأمري و الواقع : هما عبارتان عن كون الشيء بحيث يصح عليه الحكم بأنه كذا أي ليس وجوده بالفرض و الاعتبار و معنى كون الشيء موجوداً في نفس الأمر : أنه موجود في نفسه. (مبادي)

النقض لغةً: الكسر.

واصطلاحا: تخلف الحكم عن العلة.

النقض الإجمالي: هو أن ينكر مقدمة غير معينة من مقدمات الدليل بأن يقول ليس دليلک بجميع مقدماته صحيحا. (كشاف)

النقض التفصيلي: هو أن ينكر مقدمة معينة من مقدمات الدليل أو كل واحدة منها على التعيين. (كشاف)

النقطة: شيء ذو وضعٍ لا يقبل القسمة، لا عقلا ولا وهما ولا قطعاً ولا كسراً.

النقوش : الحروف المكتوبة.

النكتة: جمعهُ النكات، وهي مسئلةٌ لطيفةٌ أخرجت بدقة نظرٍ أو إمعانِ فكرٍ، وبعبارةٍ أخرى: هي الدقيقة التي تُحَصَّلُ بإمعان النظرِ، سميت بها لتأثيرها في النفوس. (دستور)

اللطيفة: هي كل إشارةٍ دقيقةِ المعنى تلوح للفهم لاتسعها العبارةُ كطعوم الأذواق. (دستور)

الوجود : بديهيُّ التصور، فلا يجوز أن يُعرَّف إلا تعريفاً لفظياً، يقال وجد من عدم فهو موجود. (مبادي)

الوجود الحقيقي: وهو حقيقتهُ الموجودةُ في نفسها(أي في الخارج).(دستور)

الوجود الذهني: وهو وجوده الظِّلّيُّ المثاليُّ الموجود في الذهن. (دستور)

الوجود اللفظي: وهو وجود لفظهٖ الدالّ على الوجود الخارجي والمثال الذهنيّ. (دستور)

الوجود الكتابي: وهو وجود النقوش الدالة على اللفظِ الدالّ على الشيءِ. (دستور)

الوهم: تصوُّر النسبة مع رجحان جانب مخالفها، فهو الإدراک المرجوح. (حاشیه ش)

الهداية الموصلة :(عند الأشاعرة)إراء طة الطريق الموصل فی نفس الا مر الی المطلوب.(وعند المعتزلة) هی الدلالة الموصلة أی الإ يصال إلی المطلوب. (دستور)

هلم جرا : تعبيرٌ يقصد به الاستمرار وليس المقصود الجَرُّ الحِسّيُّ بل التعميم (دستور)

الهوية : هي عبارة عن التشخص. (کشاف)

الهيولىٰ لغةً : لفظ يونانيٌّ بمعنى الأصل و المادّة.

واصطلاحاً : هي جوهر في الجسم قابل لما يعرض لذلک الجسم من الاتصال و الانفصال محل للصورتين الجسمية و النوعية. (ک)

اليقين:هو اعتقاد الشيء بأنه كذا ،مع اعتقاده بأنه لا يمكن أن يكو ن إلا كذا اعتقادا مطابقا ثابتا غير ممكن الزوال .(دستور)

مقدمة العلم

علم: کسی چیز کی وہ صورت جو عقل میں آئے میں اسے علم کہتے ہیں، جیسے کسی نے بولا زید، اور ذہن میں اس کی صورت آ گئی تو یہ زید کا علم ہے۔

علم کی دو قسمیں ہیں؛(۱) علم حصولی (۲) علم حضوری

علم حصولی: وہ علم ہے جو عقل مند، سمجھ دار کو کسی چیز کی صورت سے حاصل ہو، اس کو علم انطباعی (نقشی علم) بھی کہتے ہیں کیوں کہ یہ علم شیء کے مُدرِک کے پاس محض پائے جانے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کی صورت ذہن میں لانے کے بعد حاصل ہوتا ہے، جیسے جب ہم اپنی ذات کے علاوہ دیگر خارج میں پائی جانے والی چیزوں کو جاننا چاہتے ہیں تو اس کی صورتیں ہمارے ذہن میں آتی ہیں، یہ "صُوَرِ علمیہ" ہیں، پھر صور علمیہ کے ذہن میں آنے کے بعد حالتِ ادراکیہ یعنی جاننے کی صلاحیت اس سے مل جاتی ہے اور وہ صورتیں نقش ہو جاتی ہیں پس چیزوں کا علم ہوتا ہے۔

علم حضوری: وہ علم ہے جو اشیاء کے مُدرِک کے پاس بہ ذاتِ خود موجود ہونے سے حاصل ہوتا ہے، جیسے ہماری ذوات اور اس کے متعلقات کا علم، نیز باری تعالی کا اپنی ذات اور دیگر تمام معلومات کا علم بھی علمِ حضوری کے قبیل سے ہے۔

نوٹ: جو چیز خود بہ خود مدرک کے پاس موجود نہ ہو، اور اس میں کسب کا دخل نہ ہو تو اس علم کو "علم حضوری" کہتے ہیں، اور اگر شیء معلوم خود بہ خود موجود نہ ہو بلکہ اس میں کسب کا دخل ہو، تو اس علم کو "علم حصولی" کہا جاتا ہے، پھر اگر علم حاصل کرنے والا قدیم ہو تو اس علم کو "قدیم" کہا جاتا ہے، اور اگر حاصل کرنے والا حادث ہو تو اس علم کو "حادث" کہا جاتا ہے، جیسے

انسان کو اپنے نفس کا علم "علم حضوری حادث" اور اپنے غیر کا علم "علم حصولی" حادث ہے، اور باری تعالیٰ کے جمیع علوم "علم حضوری قدیم" ہیں اور ملائکہ کا علم "حصولی قدیم" ہے۔

علم کی دو قسمیں اور ہیں؛ (۱) تصور (۲) تصدیق

تصور: وہ ایسا علم ہے جس میں نسبت خبریہ کا اعتقاد نہ ہو، جیسے عالم زید، وسیع مکان، مدرسہ کی عمارت وغیرہ۔

تصدیق: وہ ایسا علم ہے جس میں نسبت خبریہ کا اعتقاد ہو خواہ وہ نسبت ایجابی ہو یا سلبی ہو، جیسے زید عالم ہے، دیو بند میں بڑا مدرسہ ہے۔

تصور اور تصدیق میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں: (۱) بدیہی (۲) نظری

تصور بدیھی: وہ ایسا تصور ہے جو بغیر غور وفکر کے سمجھ میں آجائے، یعنی اسے سمجھنے کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہ پڑے، جیسے آگ، پانی، مٹی، ہوا کیوں کہ انہیں سمجھنے کے لیے کسی قسم کی غور وفکر اور دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔

تصور نظری: وہ ایسا تصور ہے جس کو حاصل کرنے کے لیے غور وفکر کی ضرورت ہو، جیسے کسی فن کی اصطلاح؛ مثلاً اسم، فعل اور حرف یا کوئی انجانی چیز جیسے فرشتہ وغیرہ۔

تصدیق بدیھی: وہ ایسا اعتقاد (یقین) ہے جس کے لیے دلیل بنانے کی ضرورت نہ ہو، جیسے اس بات کا یقین کہ آگ گرم ہے، پانی ٹھنڈا ہے۔

تصدیق نظری: وہ ایسا اعتقاد (یقین) ہے جو بلا دلیل حاصل نہ ہو، جیسے اس بات کا یقین کہ تمام دنیا پہلے نہیں تھی بعد میں موجود ہوئی ہے۔

تعریف کی تعریف: وہ چیز جس کے ذریعہ کسی شئے کی حقیقت واضح ہو جائے اسے تعریف کہتے ہیں، جیسے کوئی کہے کہ انسان کون ہے؟ تو آپ جواب میں کہیں کہ وہ ایسا حیوان ہے جو عقل والا اور بولنے والا ہے، تو یہ انسان کی تعریف ہے۔

ھر علم کا موضوع: موضوع ایسی چیز ہے جس کے عوارض ذاتیہ سے کسی علم میں بحث کی جاتی ہے، جیسے فن طب کا موضوع انسان کا بدن ہے، کیوں کہ اس فن میں انسان کے

بدن کی ذاتیات یعنی اس کے اجزاء ہاتھ، پیر، ناک، مونھ وغیرہ سے بحث کی جاتی ہے، اس طور پر کہ یہ اجزاء صحیح وسالم ہیں یا ان میں کوئی بیماری ہے۔

عوارض کی دو قسمیں ہیں؛(۱)عوارض ذاتیہ (۲) عوارض غریبہ

عوارض ذاتیہ کی پھر تین قسمیں ہیں؛

(۱) وہ عوارض ہیں جو شئی کے بلا واسطہ عارض ہوتے ہیں جیسے انسان کو تعجب بلا واسطہ عارض ہوتا ہے۔

(۲) وہ عوارض ہیں جو شئی کو بواسطۂ امر مساوی داخل کے عارض ہوتے ہیں جیسے انسان کو ادراک عارض ہوتا ہے بواسطہ ناطق کے، اور ناطق انسان کا مساوی ہے اور اس کی حقیقت میں داخل ہے۔

(۳) وہ عوارض ہیں جو شئی کے عارض ہوتے ہیں بواسطہ امر مساوی خارج کے جیسے انسان کو ضحک (ہنسی) عارض ہے بواسطہ تعجب کے اور تعجب میں اور انسان میں تساوی کی نسبت ہے، مگر تعجب انسان کی حقیقت میں داخل نہیں ہے بلکہ خارج ہے۔

اسی طرح عوارض غریبہ کی بھی تین قسمیں ہیں؛

(۱) وہ عوارض ہیں جو شئی ءکو بواسطۂ امر اعم عارض ہوتے ہیں جیسے انسان کو مَشْیٌ (چلنا) عارض ہوتا ہے بواسطہ حیوان کے، اور حیوان انسان سے اعم ہے۔

(۲) وہ عوارض ہیں جو شئی کو بواسطۂ امر اخص عارض ہوتے ہیں، جیسے حیوان کو ضحک بواسطۂ انسان عارض ہوتا ہے اور انسان حیوان سے اخص ہے۔

(۳) وہ عوارض ہیں جو شئی کو بواسطۂ امر مبائن عارض ہوتے ہیں، جیسے پانی کو حرارت بواسطۂ نار (آگ) عارض ہوتی ہے، اور آگ اور پانی میں تباین کی نسبت ہے۔

نوٹ: فن میں بحث عوارض ذاتیہ کی تینوں قسموں سے کی جاتی ہے، عوارض غریبہ سے فن میں بحث نہیں کی جاتی ہے۔ (مفتاح التہذیب)

غرض: وہ نتیجۂ مطلوبہ ہے جس کی وجہ سے فاعل سے فعل صادر ہوتا ہے۔

نوٹ: غایت کی تعریف بھی یہی ہے، البتہ دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ غرض میں نتیجہ صرف مطلوب ہوتا ہے، اس نتیجہ کا ترتب اور حصول ضروری نہیں ہے، اور غایت میں نتیجہ مطلوب بھی ہوتا ہے اور اس کا ترتب اور حصول بھی ہوتا ہے، جیسے رہنے کے لیے مکان بنایا، تو سکونت وہ نتیجہ ہے جو مطلوب ہے اور مکان بنانے کی غرض ہے مگر ضروری نہیں کہ مکان بنانے کے بعد وہ اس میں رہے بھی، شداد نے جنت بنائی تھی، مگر اسے دیکھ نہ سکا، اور مکان بنانے کے بعد اس میں سکون پذیر ہو جائے تو یہ مکان بنانے کی غایت ہے۔ (مفتاح التہذیب)

منطق کی تعریف: منطق ایسا قانون ہے جس کی رعایت ذہن کو غور وفکر میں غلطی کرنے سے بچائے۔

منطق کا موضوع: معرف اور حجت ہے۔

معرف اورقول شارح: ایسے نامعلوم تصورات کو جاننا جو مجہول تصورات تک پہنچانے والے ہوں انہیں معرف اور حجت کہتے ہیں، جیسے کسی شخص کو حیوان اور ناطق کا علم ہے، اس نے دونوں کو ملایا تو حیوانٌ ناطقٌ ہوا، یعنی وہ جاندار مخلوق جو عقل کامل رکھنے والی ہو، اس سے اس کو انسان نامعلوم کا علم حاصل ہو گیا۔

حجت: ایسے نامعلوم تصدیقات کو جاننا جو مجہول تصدیقات تک پہنچانے والے ہوں انہیں حجت کہتے ہیں، جیسے کسی شخص کو معلوم ہے کہ انسان جاندار ہے اور اسے یہ بھی معلوم ہے کہ ہر جاندار جسم والا ہے، پس جب وہ دونوں کو ملائے گا تو اسے اس بات کا علم ہو جائے گا کہ انسان جسم والا ہے۔

نظر وفکر: چند جانی ہوئی باتوں کو اس طور پر ترتیب دینا کہ وہ کسی نامعلوم بات تک پہنچائے۔

ترتیب کی لغوی تعریف: ہر چیز کو اس کے مرتبے میں رکھنا۔

اصطلاحی تعریف: متعدد چیزوں کو اس طرح کر دینا کہ ان پر ایک ہی نام بولا جائے اور بعض اجزاء کو دوسرے بعض اجزاء کے اعتبار سے تقدم وتأخر کی نسبت حاصل ہو، جیسے ہینڈل، ٹائر، ٹیوب، گھنٹی وغیرہ سب کو اس طرح ملا دیا جائے اور ترتیب دیا جائے کہ اس کا

نام سائیکل ہو جائے۔

منطق کی غرض و غایت: ذہن کو غور و فکر میں غلطی سے محفوظ رکھنا۔

تصورات

مقدمۃ الکتاب

وضع کی لغوی تعریف: لفظ کو کسی معنی کے مقابلے میں رکھنا۔

وضع کی اصطلاحی تعریف: ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ اس طور پر خاص کر دینا کہ جب پہلی چیز بولی جائے تو دوسری چیز خود بخود معلوم ہو جائے، جیسے لفظ ''قلم'' لکھنے کے آلے کے لیے مقرر کیا گیا ہے، اسی وجہ سے جب لفظ ''قلم'' بولا جاتا ہے تو خود بخود سمجھ میں آ جاتا ہے کہ وہ لکھنے کا آلہ ہے۔

دلالت کے لغوی معنی: راہ دکھانا، راہ نمائی کرنا۔

دلالت کے اصطلاحی معنی: دو چیزوں کے درمیان ایسا جوڑ کہ ایک چیز کے جاننے سے دوسری چیز کو جان لیا جائے، جیسے دھواں دیکھ کر آگ کو جان لیا جاتا ہے، پہلی چیز کو دال اور دوسری چیز کو مدلول کہتے ہیں۔

دلالت کی دو قسمیں ہیں؛ (۱) دلالت لفظیہ (۲) دلالت غیر لفظیہ

دلالت لفظیہ: وہ دلالت ہے جس میں دال لفظ ہو، جیسے لفظ ''زید'' کی دلالت اس کی ذات پر۔

دلالت غیر لفظیہ: وہ دلالت ہے جس میں دال لفظ نہ ہو، جیسے دھویں کی دلالت آگ پر۔

دلالت لفظیہ کی تین قسمیں ہیں؛ (۱) لفظیہ وضعیہ (۲) لفظیہ طبعیہ (۳) لفظیہ عقلیہ

دلالت لفظیہ وضعیہ: وہ دلالت ہے جس میں دال لفظ ہو، اور دلالت وضع کی وجہ سے ہو، جیسے لفظ ''زید'' کی دلالت اس شخص پر جس کا نام زید ہے۔

دلالت لفظیہ طبعیہ: وہ دلالت ہے جس میں دال لفظ ہو، اور دلالت طبیعت کے تقاضے سے ہو، جیسے آہ آہ کی دلالت تکلیف پر، کیوں کہ انسان کی طبیعت تکلیف کے وقت

اس سے آہ آہ کرنے کا تقاضہ کرتی ہے۔

دلالت لفظیہ عقلیہ: وہ دلالت ہے جس میں دال لفظ ہو، اور دلالت محض عقل کی وجہ سے ہو، جیسے دیوار کے پیچھے سے سنے ہوئے کسی لفظ کی دلالت بولنے والے کے وجود پر۔ ؎۱

دلالت غیر لفظیہ کی تین قسمیں ہیں؛ (۱) غیر لفظیہ وضعیہ (۲) غیر لفظیہ طبعیہ (۳) غیر لفظیہ عقلیہ

دلالت غیر لفظیہ وضعیہ: وہ دلالت ہے جس میں دال لفظ نہ ہو، اور دلالت وضع کی وجہ سے ہو، جیسے مدرسہ میں صبح کو گھنٹہ بجنے کی دلالت سبق کا وقت ہونے پر۔

دلالت غیر لفظیہ طبعیہ: وہ دلالت ہے جس میں دال لفظ نہ ہو، اور دلالت طبیعت کے تقاضے سے ہو، جیسے گرم آنسوں بہنے کی دلالت غم پر۔

دلالت غیر لفظیہ عقلیہ: وہ دلالت ہے جس میں دال لفظ نہ ہو، اور دلالت محض عقل کی وجہ سے ہو، جیسے دھوپ کی دلالت سورج کے نکلا ہوا ہونے پر۔

دلالت لفظیہ وضعیہ کی تین قسمیں ہیں؛ (۱) دلالت مطابقی (۲) دلالت تضمنی (۳) دلالت التزامی

دلالت مطابقی: وہ دلالت لفظیہ وضعیہ ہے جس میں لفظ اپنے پورے معنیٰ موضوع لہ پر دلالت کرے، جیسے انسان کی دلالت حیوان ناطق پر، اور جیسے میں نے سائکل خرید لی یعنی پوری سائیکل۔

دلالت تضمنی: وہ دلالت لفظیہ وضعیہ ہے جس میں لفظ اپنے معنیٰ موضوع لہ کے جز پر دلالت کرے، جیسے انسان کی دلالت صرف حیوان پر یا صرف ناطق پر، اور جیسے سائکل پنچر ہوگئی یعنی اس کی ٹیوب۔

دلالت التزامی: وہ دلالت لفظیہ وضعیہ ہے جس میں لفظ اپنے معنیٰ موضوع لہ کے

؎۱ **دلالت عقلیہ**: ایسی دلالت کو کہا جاتا ہے جس میں دال اور مدلول کے درمیان ایسا علاقہ ذاتیہ پایا جائے جس کی وجہ سے ذہن دال سے مدلول کی جانب منتقل ہو جائے۔

لازم پر دلالت کرے، جیسے لفظ عمی کی دلالت بصر پر، اور جیسے نوکر گدھا ہے یعنی بے وقوف ہے۔

لازم: وہ چیز ہے کہ ذہن معنیٔ موضوع لہ سے اس کی طرف منتقل ہو جائے، جیسے انسان کی دلالت قابلیت علم پر اور صنعتِ کتابت پر اور جیسے لفظِ عمی کا دلالت کرنا بصر پر۔

لفظ کا بیان

لفظ: وہ آواز جو انسان کے منہ سے نکلتی ہے اسے لفظ کہتے ہیں جیسے کسی نے بولا زید، مدرسہ، گاؤں وغیرہ، تو یہ سب الفاظ ہیں۔

وہ لفظ جو اپنے معنی پر مطابقۃً دلالت کرتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں؛ (۱) مفرد (۲) مرکب

مفرد: وہ ایسا لفظ ہے جس کے جز سے معنی کے جز پر دلالت مقصود نہ ہو۔

مفرد کے پائے جانے کی چار صورتیں ہیں؛

اول: لفظ کا جز نہ ہو، جیسے ہمزۂ استفہام۔

دوم: لفظ کا جز ہو مگر معنی کا جز نہ ہو، جیسے زید، کیوں کہ "ز، ی، د" کے الگ الگ کوئی معنی نہیں ہیں۔

سوم: لفظ کا جز ہو، معنی کا بھی جز ہو، مگر معنیٔ مقصود پر دلالت نہ کرتا ہو، جیسے عبد اللہ۔

چہارم: لفظ کا جز ہو، معنی کا بھی جز ہو اور معنیٔ مقصود پر دلالت بھی کرتا ہو مگر وہ دلالت مراد نہ ہو، جیسے حیوان ناطق جب کہ کسی کا نام رکھ دیا جائے۔

مرکب: وہ ایسا لفظ ہے جس کے جز سے معنی کے جز پر دلالت مقصود ہو، جیسے زید قائم کی دلالت اس کے معنی (زید کے کھڑے ہونے) پر۔

استقلال اور عدم استقلال کے اعتبار سے لفظ مفرد کی تقسیم

لفظ مفرد کی تین قسمیں ہیں؛ (۱) اسم (۲) کلمہ (۳) ادات

اسم: وہ ایسا لفظ مفرد ہے جس کے معنی خود بخود سمجھ میں آجائیں اور وہ معنی تینوں زمانوں (ماضی، حال، مستقبل) میں سے کسی کے ساتھ ملے ہوئے نہ ہوں، جیسے زید، عمرو وغیرہ۔

کلمہ: وہ ایسا لفظ مفرد ہے جس کے معنی خود بخود سمجھ میں آ جائیں اور وہ معنی تینوں زمانوں (ماضی، حال، مستقبل) میں سے کسی ایک زمانے کے ساتھ ملے ہوئے ہوں، جیسے ضرب اور فعل وغیرہ۔

ادات: وہ ایسا لفظ مفرد ہے جس کے معنی کسی دوسرے لفظ سے ملے بغیر سمجھ میں نہ آئیں، جیسے لفظ في (میں)، الی (تک) وغیرہ۔

اسم متحد المعنی کی تقسیم

اسم متحد المعنی کی تین قسمیں ہیں؛ (۱) علَم (۲) متواطی (۳) مشکک

علَم: وہ ایسا اسم مفرد ہے جس کے معنی متعین اور مشخص ہوں، جیسے زید، دیوبند وغیرہ۔

متواطی: وہ ایسا اسم مفرد ہے جس کے کثیر افراد ہوں اور وہ معنی اپنے تمام افراد پر برابر برابر صادق آئے، اولیت، اولویت، اشدیت اور ازیدیت کا فرق نہ ہو، جیسے انسان کیوں کہ اس کے بہت سارے افراد ہیں؛ مثلاً احمد، اسعد، ارشد وغیرہ اور لفظ انسان ہر ایک پر برابر برابر صادق آتا ہے یعنی ہر ایک کو انسان کہنا صحیح ہے۔

تفاوت کی چار قسمیں ہیں؛

(۱) تفاوت فی الاولیت (۲) تفاوت فی الاولویت (۳) تفاوت فی الشدت (۴) تفاوت فی الزیادت

(۱) کلی کا ثبوت بعض افرد کے لئے علت ہو اس کے دوسرے بعض افراد کے ثبوت کے لئے جیسے وجود اسکا ثبوت واجب کے لئے بھی ہے اور ممکن کے لئے بھی ہے، البتہ وجود کا ثبوت واجب کے لئے یہ علت ہے ممکن کے وجود کے ثبوت کے لئے۔

(۲) کلی کا ثبوت اپنے بعض افراد کے لئے بالذات ہو اور دوسرے بعض افرد کے لئے بالواسطہ ہو جیسے روشنی کا ثبوت سورج کے لئے بالذات اور زمین کے لئے بالواسطہ ہے۔

(۳) کلی کا ثبوت بعض افراد کے لئے اس طرح ہو کہ ہم عقل کے ذریعہ وہم کی مدد سے اشد

سے اضعف جیسے کئی گنا افراد نکال سکیں، یعنی ایسا معلوم ہوتا ہو کہ اشد میں اضعف جیسے کئی گنا افراد جمع ہیں، جیسے برف کی سفیدی اور ہلکے سفید کاغذ کی سفیدی، یہ شدت اور ضعف کا تفاوت ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اشد میں اضعف جیسے کئی گنا افراد جمع ہیں۔

(۴) کلی کا اپنے بعض افراد کے لیے ثبوت اس طرح ہو کہ ہم عقل کے ذریعہ وہم کی مدد سے ازید سے انقص جیسے کئی گنا افراد نکال سکیں یعنی ایسا معلوم ہوتا ہو کہ ازید میں انقص جیسے کئی گنا افراد جمع ہیں جیسے بڑا پہاڑ اور چھوٹا پہاڑ، ان میں زیادتی اور نقصان کی تفاوت ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بڑے پہاڑ میں چھوٹے پہاڑ کے کئی گنا افراد جمع ہیں۔

مشکک: وہ ایسا اسم مفرد ہے جس کے کثیر افراد ہوں اور وہ معنی اپنے تمام افراد پر باہمی فرق کے ساتھ صادق آئے جیسے نرم، گرم وغیرہ۔

اسم متکثر المعنی کی تقسیم

اسم متکثر المعنی کی چار قسمیں ہیں؛ (۱) مشترک (۲) منقول (۳) حقیقت (۴) مجاز

مشترک: وہ ایسا اسم مفرد ہے جس کے معنی کثیر ہوں اور وہ لفظ ہر معنی کے لیے جدا جدا وضع کیا گیا ہو، جیسے لفظ چشمہ، کہا جاتا ہے کہ چشمہ بہتا ہے اور میرے چشمہ کا شیشہ نکل گیا۔

منقول: وہ ایسا اسم مفرد ہے جو پہلے کسی معنی کے لیے بولا جاتا ہو لیکن بعد میں دوسرے معنی کے لیے بولا جانے لگا ہو اور پہلے معنی کا رواج ختم ہو گیا ہو، جیسے لفظ نماز، حج اور لفظ دابہ کیوں کہ لفظ دابہ پہلے زمین پر چلنے والے ہر جانور کے لیے وضع کیا گیا تھا پھر اس کا استعمال صرف چوپائے کے لیے ہونے لگا اور پہلے معنی متروک ہو گئے۔

ناقل کے اعتبار سے منقول کی تین قسمیں ہیں؛ (۱) منقول شرعی (۲) منقول عرفی (۳) منقول اصطلاحی

منقول شرعی: وہ لفظ ہے جس کے ناقل اہل شرع ہوں، جیسے لفظ "صلوۃ" کے اصلی معنی دعا کے ہیں، پھر اہل شرع نماز کے معنی میں استعمال کرنے لگے، کیوں کہ اس میں بھی

دعاء ہوتی ہے۔

منقول عرفی: وہ لفظ ہے جس کے ناقل عام تعلیم یافتہ اہل زبان ہوں، جیسے لفظ کوفتہ کے اصلی معنی ہیں ''کوٹا ہوا'' پھر عام اہل زبان اس کو ''گول کباب'' کے معنی میں استعمال کرنے لگے کیوں کہ وہ بھی کوٹ کر بنایا جاتا ہے۔

منقول اصطلاحی: وہ لفظ ہے جس کے ناقل اہل شرع اور عام اہل زبان کے علاوہ کوئی مخصوص علمی جماعت ہو، جیسے فعل کے اصلی معنی کام کے ہیں پھر صرفیوں نے اس کو مخصوص معنی کی طرف منتقل کرلیا۔

حقیقت: وہ ایسا اسم مفرد ہے جس کو اپنے معنی موضوع لہ میں استعمال کیا جائے، جیسے لفظ اسد کا استعمال جنگل میں رہنے والے جانور شیر کے لیے۔

مجاز: وہ ایسا اسم مفرد ہے جس کو کسی مناسبت کی وجہ سے اپنے معنی موضوع لہ کے علاوہ کسی دوسرے معنی میں استعمال کیا جائے، جیسے لفظ اسد کو بہادر آدمی کے لیے استعمال کیا جائے دونوں کے درمیان بہادری کی مناسبت سے۔

علاقہ کے اعتبار سے مجاز کی تقسیم

مجاز کی دو قسمیں ہیں؛(۱) استعارہ (۲) مجاز مرسل

استعارہ: وہ ایسا مجاز ہے جس میں مشابہت کا علاقہ ہو، جیسے لفظ اسد کسی بہادر آدمی کے لیے استعمال کیا جائے۔

مجاز مرسل: ایسا مجاز ہے جس میں مشابہت کے علاوہ کوئی اور علاقہ ہو، جیسے انگلی بول کر پورے مراد لینا۔

نوٹ: مناطقہ نے مجاز مرسل کو علاقہ کے اعتبار سے چوبیس قسموں میں منحصر کیا ہے جو عنقریب بیان کی جائیں گی۔ ان شاء اللہ تعالی

مرتجل: وہ ایسا اسم ہے جس کو اپنے اصلی معنی سے دوسرے معنی کی طرف بغیر کسی مناسبت

کے منتقل کردیا گیا ہو، جیسے جعفر، کیوں کہ اصل میں چھوٹی نہر کو کہا جاتا تھا پھر کسی انسان کا نام رکھ دیا گیا۔

لفظ کے متعدد اور معنی کے ایک ہونے کا بیان

ترادف کے لغوی معنی: ایک کا دوسرے کے پیچھے سوار ہونا۔

اصطلاحی معنی: معنی موضوع لہ کے ایک ہوتے ہوئے الفاظ کا زیادہ ہونا، گویا دونوں لفظ ایک ہی سواری پر یکے بعد دیگرے سوار ہیں۔

مرکب کی تقسیم

مرکب کی دو قسمیں ہیں؛ (۱) مرکب تام (۲) مرکب ناقص

مرکب تام: ایسا مرکب ہے جس پر متکلم کا خاموش ہونا صحیح ہو (یعنی بات ادھوری نہ ہو) جیسے سبق ہو رہا ہے، مدرسہ کھلا ہوا ہے۔

مرکب ناقص: ایسا مرکب ہے جس پر متکلم کا خاموش ہونا صحیح نہ ہو (یعنی بات ابھی تک پوری نہ ہوئی ہو) جیسے کالی بلی، تمہاری کتاب، میرا قلم۔

مرکب تام کی دو قسمیں ہیں؛ (۱) خبر (۲) انشاء

خبر: ایسا مرکب تام ہے جس میں سچ یا جھوٹ کا احتمال ہو، جیسے کتاب کھوگئی ہے، محمود آگیا ہے۔

انشاء: ایسا مرکب تام ہے جس میں سچ یا جھوٹ کا احتمال نہ ہو، جیسے تم کون ہو، لڑائی مت کرو، کاش بارش ہو جائے۔

انشاء کی اقسام

انشاء کی چند قسمیں ہیں؛ (۱) امر (۲) نہی (۳) تمنی (۴) ترجی (۵) استفہام (۶) نداء (۷) دعاء (۸) التماس (۹) تنبیہ (۱۰) تعجب (۱۱) قسم (۱۲) سوال

امر: ایسا انشاء ہے جس میں مخاطب سے کسی کام کو طلب کیا جائے، جیسے تو مار۔

نھی:ایسا انشاء ہے جس میں مخاطب کوکسی کام کی طلب سے روکا جائے، جیسے تو مت مار۔

تمنی :ایسا انشاء ہے جس میں کسی ایسی محبوب شئے کو طلب کیا جائے جس کے حصول کی امید نہ ہو،اس کے محال یا بعید الوقوع ہونے کی وجہ سے، جیسے کاش کہ جوانی لوٹ آئے۔

ترجی :ایسا انشاء ہے جس میں کسی ممکن شئے کے حصول کو طلب کیا جائے ،جیسے شاید کہ زید حاضر ہوتا۔

استفھام :ایسا انشاء ہے جس میں کسی چیز کے علم (جانکاری) کو طلب کیا جائے، جیسے تم کیا کر رہے ہو؟

نداء :ایسا انشاء ہے جس میں کسی کی توجہ کو طلب کیا جائے ایسے لفظ سے جو **ادعو** کے قائم مقام ہو،جیسے **یازید** (اے زید)

ندا کی دوسری تعریف :ایسا انشاء ہے جس میں کسی آدمی کو آواز دی جائے، جیسے اے زید۔

دعاء :ایسا انشاء ہے جسم میں عاجزی کے ساتھ کسی فعل کو طلب کیا جائے، جیسے یا اللہ میری مغفرت فرما۔

التماس :ایسا انشاء ہے جس میں تساوی کے ساتھ کسی فعل کو طلب کیا جائے، جیسے کسی شخص نے اپنے دوست کو کہا مجھے پانی دو۔

تنبیہ:ایسا انشاء ہے جس میں مخاطب کو متکلم کے مافی الضمیر سے باخبر کیا جائے۔

تعجب :ایسا انشاء ہے جس میں کسی چیز پر حیرت (تعجب) کا اظہار کیا جائے، جیسے اللہ تعالی کا ارشاد "قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ"(ہائے افسوس انسان کتنا ناشکرا ہے)۔

قسم :ایسا انشاء ہے جس میں حرف قسم اور مقسم بہ کے ذریعہ کلام کو مضبوط بنایا جائے، جیسے اللہ کی قسم میں ضرور مدرسہ میں جاؤں گا۔

سوال کے لغوی معنی: کم قدر آدمی کا بلند رتبہ سے دریافت کرنا،مطالبہ کرنا۔

اصطلاحی معنی: بہ غرضِ استفادہ کسی چیز کے حقائق اور باریکیاں حل کرنے کی فرمائش

کرنا، نہ کہ بہ غرضِ آزمائش، گویا سوال، مناظرے کے ہم معنی ہے، کیوں کہ مناظرہ کہتے ہیں کسی چیز کی حقیقت و ماہیت کے واسطے باہم فکر کرنا۔

مرکب ناقص کی دو قسمیں ہیں؛ (۱) مرکب ناقص تقییدی (۲) مرکب ناقص غیر تقییدی

مرکب ناقص تقییدی :ایسا مرکب ہے جس کا دوسرا جز پہلے جز کے لیے قید ہو، جیسے غلام زید (زید کا غلام)، رجل عالم (عالم مرد)

مرکب ناقص غیر تقییدی:ایسا مرکب ہے جس کا دوسرا جز پہلے جز کے لیے قید نہ ہو، جیسے خمسة عشر (پندرہ) في الدار (گھر میں)

معنی کا بیان

مفهوم :ہر وہ چیز جو ذہن میں آئے اسے مفہوم کہتے ہیں، جیسے زید کا تصور کرنا، یا اس بات کا تصور کرنا کہ زید کھڑا ہے۔

مفہوم کی دو قسمیں ہیں؛ (۱) جزئی (۲) کلی

جزئی:ایسا مفہوم ہے جس کا کثیرین پر صادق آنے کو فرض کرنا محال ہو، جیسے زید، راشد وغیرہ۔

کلی:ایسا مفہوم ہے جس کا کثیرین پر صادق آنے کو فرض کرنا محال نہ ہو، جیسے لڑکا، شہر، عمارت وغیرہ۔

کلی اور جزئی کی دوسری تعریف

اس تعریف کے مطابق دونوں کو اضافی کہتے ہیں۔

جزئی اضافی :ایسا مفہوم ہے جس کے افراد دوسرے مفہوم کے افراد سے کم ہوں، جیسے اسم کے افراد کلمہ کے افراد سے کم ہیں، یا انسان کے افراد حیوان کے افراد سے کم ہیں، لہذا دونوں کو جزئی اضافی کہا جائے گا۔

کلی اضافی :ایسا مفہوم ہے جس کے افراد دوسرے مفہوم کے افراد کے مقابلے میں زیادہ ہوں، جیسے کلمہ کے افراد اسم یا فعل کے افراد سے زیادہ ہیں، یا انسان کے افراد عورت یا مرد کے افراد سے زیادہ ہیں، لہذا دونوں کو کلی اضافی کہا جائے گا۔

مصداق کے اعتبار سے کلی کی تقسیم

مصداق کے اعتبار سے کلی کی چند قسمیں ہیں؛

اول: ایسی کلی جس کے افراد کا خارج میں پایا جانا ممتنع ہو، جیسے لاشی ء، لاممکن، لاموجود اور انہیں کلیات فرضیہ بھی کہتے ہیں۔

دوم: ایسی کلی جس کے افراد کا خارج میں پایا جانا ممکن تو ہو لیکن پائے نہ جاتے ہوں، جیسے عنقاء (پرندہ) اور موتی کا پہاڑ۔

سوم: ایسی کلی جس کے افراد کا خارج میں پایا جانا ممکن تو ہو مگر اس کا صرف ایک ہی فرد پایا جاتا ہو اور دوسرے فرد کا وجود ممکن ہو، جیسے سورج۔

چہارم: ایسی کلی جس کے افراد کا خارج میں پایا جانا ممکن تو ہو مگر اس کا صرف ایک ہی فرد پایا جاتا ہو، جبکہ دوسرے فرد کا وجود ممتنع ہو جیسے واجب تعالیٰ۔

پنجم: ایسی کلی جس کے خارج میں متناہی افراد پائے جاتے ہوں، جیسے سات سیارے۔

ششم: ایسی کلی جس کے خارج میں غیر متناہی افراد پائے جاتے ہوں، جیسے انسان کے افراد۔

نسبت کا بیان

ہر دو کلیوں کے درمیان چار نسبتوں میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے وہ چار نسبتیں یہ ہیں؛

(۱) تساوی (۲) تباین (۳) عموم خصوص مطلق (۴) عموم خصوص من وجہ

تساوی: یہ ہے کہ دو کلیوں میں سے ہر ایک کلی دوسری کلی کے ہر ہر فرد پر صادق آئے، جیسے تعلیم گاہ اور مدرسہ، چشمہ اور عینک، ناطق اور انسان ایسی دو کلیوں کو متساویین کہتے ہیں۔

تباین: یہ ہے کہ دو کلیوں میں سے کوئی بھی کلی دوسری کلی کے کسی بھی فرد پر صادق نہ آئے، جیسے رات اور دن، جنگل اور مدرسہ ایسی دو کلیوں کو متبائنین کہتے ہیں۔

عموم خصوص مطلق: یہ ہے کہ ایک کلی تو دوسری کلی کے تمام افراد پر صادق آئے لیکن دوسری کلی پہلی کلی کے بعض افراد پر صادق آئے اور بعض پر صادق نہ آئے، جیسے پھل

اور سیب، انسان اور مرد، ایسی دو کلیوں کو عام خاص مطلق کہتے ہیں۔

عموم خصوص من وجہ: یہ ہے کہ دو کلیوں میں سے ہر ایک کلی دوسری کلی کے بعض افراد پر صادق آئے اور بعض پر صادق نہ آئے، جیسے سفید اور جانور ایسی دو کلیوں کو عام خاص من وجہ کہتے ہیں۔

کلی کی تقسیم

کلی کی دو قسمیں ہیں: (۱) کلی ذاتی (۲) کلی عرضی

کلی ذاتی: وہ کلی ہے جو اپنے افراد کی پوری حقیقت ہو یا حقیقت کا جز ہو، جیسے انسان اپنے افراد زید، عمر بکر وغیرہ کی پوری حقیقت ہے کیوں کہ زید عمر بکر وغیرہ کی پوری حقیقت ہے حیوان ناطق، اور انسان بھی حیوان ناطق ہی کا دوسرا نام ہے، یا جیسے حیوان اپنے افراد انسان، فرس وغیرہ کی حقیقت کا جز ہے کیوں کہ انسان کی حقیقت ہے ''حیوان ناطق'' اور فرس کی حقیقت ہے ''حیوان صاہل'' لہذا معلوم ہوا کہ دونوں کی حقیقت کا ایک جز حیوان بھی ہے۔

کلی عرضی: وہ کلی ہے جو اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہو، جیسے شعیب کا نیک ہونا، کیوں کہ نیکی شعیب کی نہ تو حقیقت ہے اور نہ ہی حقیقت کا جز ہے بل کہ ایک خارجی چیز ہے جس پر شعیب کا وجود موقوف نہیں ہے۔

کلی ذاتی کی تقسیم

کلی ذاتی کی تین قسمیں ہیں: (۱) جنس (۲) نوع (۳) فصل

جنس: ایسی کلی ذاتی ہے جو ایسے افراد پر بولی جائے جن کی حقیقتیں الگ الگ ہوں، جیسے حیوان، جسم نامی، پھل، ترکاری۔

جنس کی تقسیم

جنس کی دو قسمیں ہیں: (۱) جنس قریب (۲) جنس بعید

جنس قریب: ایسی جنس ہے کہ اگر اس کی جزئیات میں سے بعض افراد کو لے کر سوال کیا جائے تو جواب میں وہی جنس آئے جو اس کی جزئیات میں شریک تمام چیزوں کے بارے میں سوال کے جواب میں آئے، جیسے اگر انسان کی جنس قریب معلوم کرنی ہے تو حیوان ہونے میں جتنی چیزیں انسان کے ساتھ شریک ہیں ان تمام کو لے کر سوال کریں گے، مثلاً؛ **الانسان والفرس والبقر ماھی ؟** تو جواب میں حیوان آئے گا، اسی طرح بعض چیزوں کو لے کر سوال کریں گے، مثلا؛ **الانسان والفرس ما ھما؟** تو بھی جواب میں حیوان ہی آئے گا، لہذا معلوم ہوا کہ حیوان انسان کی جنس قریب ہے۔

جنس بعید: ایسی جنس ہے کہ اگر اس کی جزئیات میں سے بعض کو لے کر سوال کیا جائے تو جواب میں اس کے علاوہ کوئی اور جنس آئے جو اس جزئیات میں شریک تمام چیزوں کے بارے میں سوال کے جواب میں آئے، مثلا؛ اگر ہمیں انسان کی جنس بعید معلوم کرنی ہے تو جسم نامی ہونے میں جو چیزیں انسان کے ساتھ شریک ہیں سب کو لے کر سوال کریں گے مثلا **الانسان الفرس والبقر والشجر ما ھی**؟ تو جواب میں جسم نامی آئے گا لیکن اگر بعض کو لے کر سوال کیا جائے، مثلا؛ **الانسان والفرس والبقر ماھی**؟ تو جواب میں حیوان آئے گا، لہذا معلوم ہوا کہ جسم نامی انسان کے لیے جنس بعید ہے۔

نوع: ایسی کلی ذاتی ہے جو ایک یا ایسے کثیر افراد پر بولی جائے جن کی حقیقتیں ایک ہوں، جیسے انسان، خرگوش، گائے وغیرہ۔

نوع اضافی: ایسی کلی ذاتی ہے جس پر اور اس کے علاوہ پر "**ما ھو**" کے جواب میں جنس بولی جائے، یعنی جو بلا واسطہ کسی جنس کے تحت ہو، جیسے کلمہ نوع اضافی ہے، کیوں کہ وہ لفظ کے تحت ہے، اسی طرح حیوان نوع اضافی ہے، کیوں کہ وہ جسم نامی کے تحت ہے، اور جسم نامی بھی نوع اضافی ہے، کیوں کہ وہ جسم مطلق کے تحت ہے۔

مرتبے کے اعتبار سے جنس کی تین قسمیں ہیں؛ (۱) جنس سافل (۲) جنس متوسط (۳) جنس عالی

جنس سافل: وہ جنس ہے جس کے اوپر تو جنس ہو لیکن اس کے نیچے جنس نہ ہو، بلکہ اس کے نیچے

نوع ہو، جیسے حیوان اس لیے کہ اس کے نیچے انسان ہے جو نوع ہے اور اس کے اوپر جسم نامی ہے جو جنس ہے۔

جنس متوسط: وہ جنس ہے جس کے اوپر اور نیچے جنس ہو، جیسے جسم نامی کیوں کہ اس کے اوپر جسم مطلق ہے اور نیچے حیوان ہے۔

جنس عالی: وہ جنس ہے جس کے اوپر تو کوئی جنس نہ ہو لیکن اس کے نیچے جنس ہو، جیسے جوہر کیوں کہ اس کے اوپر کوئی جنس نہیں ہے لیکن اس کے نیچے جسم مطلق اور جسم نامی وغیرہ ہیں۔

اور جنس عالی کو جنس الاجناس بھی کہتے ہیں۔

اجناس عالیہ کا بیان

اجناس عالیہ دس ہیں اور انہیں مقولات عشر اور محمولات بھی کہتے ہیں، ایک ان میں سے جوہر ہے اور باقی نو اعراض ہیں۔

جوھر: وہ ایسی موجود شئے ہے جو اپنے وجود میں کسی کی محتاج نہ ہو، جیسے مٹی اور دیگر اجسام۔

عرض: وہ ایسی موجود شئے ہے جو اپنے وجود میں دوسرے کی محتاج ہو، جیسے کسی کپڑے کی سفیدی اور سیاہی جو اپنے وجود میں کپڑے کی محتاج ہوتی ہے۔

اعراض کا بیان

اعراض نو ہیں؛

کم: بمعنی مقدار؛ ایسا عرض ہے جس کی تقسیم ہو سکے، جیسے اعداد، خط، سطح وغیرہ

کم کی دو قسمیں ہیں؛ (۱) کم متصل (۲) کم منفصل

کم متصل: ایسا کم ہے جس کے اجزاء کے درمیان کوئی حد مشترک ہو، جیسے خط۔

کم منفصل: ایسا کم ہے جس کے اجزاء کے درمیان کوئی حد مشترک نہ ہو، جیسے عدد۔

کیف: ایسا عرض ہے جس کی تقسیم نہ ہو سکے اور نہ ہی کسی دوسرے کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس کا وجود ہو، جیسے شرمندہ کی سرخی اور ترسندہ کی زردی۔

اضافت :دو چیزوں کے درمیان ایسی نسبت کہ ایک کا سمجھنا دوسرے پر موقوف ہو، جیسے باپ اور بیٹے اور محبوب اور محب کے درمیان نسبت۔

این: وہ ہیئت جو کسی کو جگہ کے لحاظ سے حاصل ہوتی ہے، جیسے تخت نشیں بادشاہ کی ہیئت۔

ملک: وہ ہیئت جو کسی چیز کو دوسری چیز کا احاطہ کرنے سے حاصل ہو اور اس کے منتقل ہونے سے منتقل ہو جائے، جیسے عمامہ بندھا ہوئے ہونے کے وقت کی ہیئت۔

فعل :وہ ہیئت جو کسی کو دوسری چیز میں اثر انداز ہونے کے وقت حاصل ہوتی ہے، جیسے مارتے وقت مارنے والے کی ہیئت۔

انفعال :وہ ہیئت جو کسی کو دوسرے کے فعل سے متأثر ہونے کے وقت حاصل ہوتی ہے، جیسے مارتے وقت پٹنے والے کی ہیئت۔

متی :وہ ہیئت جو کسی چیز کو زمانہ کے لحاظ سے حاصل ہوتی ہے، جیسے اب اور ایک سال پہلے کسی شخص کی ہیئت۔

وضع :وہ ہیئت جو کسی کو اپنے اجزاء کے لحاظ سے حاصل ہوتی ہے، جیسے اٹھتے بیٹھتے وقت کسی شخص کی ہیئت۔

مرتبے کے اعتبار سے نوع کی تین قسمیں ہیں؛ (۱) نوع عالی (۲) نوع متوسط (۳) نوع سافل

نوع عالی: وہ نوع ہے جس کے نیچے نوع ہو اور اس کے اوپر کوئی نوع نہ ہو، جیسے جسم۔

نوع متوسط: وہ نوع ہے جس کے اوپر اور نیچے نوع ہو، جیسے جسم نامی، حیوان۔

نوع سافل: وہ نوع ہے جس کے نیچے کوئی نوع نہ ہو، جیسے انسان۔

فصل :وہ ایسی کلی ذاتی ہے جو أی شيء هو في ذاته کے جواب میں کسی چیز پر بولی جائے اور اپنے افراد کو اس کی جنس میں شریک دیگر جزئیات سے جدا کر دے، جیسے ناطق، انسان کا فصل ہے کیوں کہ حیوان ہونے میں انسان کے ساتھ جتنی چیزیں شریک ہیں ناطق انسان کو ان تمام چیزوں سے جدا کر دیتا ہے، بایں طور کہ حیوان ناطق صرف انسان ہی ہے

تا کہ دیگر مخلوق نیز فصل کا دوسرا نام ممیز ذاتی بھی ہے۔
فصل کی دو قسمیں ہیں؛(۱) فصل قریب (۲) فصل بعید
فصل قریب: وہ فصل ہے جو جنس قریب میں شریک جزئیات سے ماہیت کو ممتاز کرے، جیسے ناطق انسان کی فصل قریب ہے، کیوں کہ حیوان ہونے میں انسان کے ساتھ جو چیزیں شریک ہیں مثلا؛ فرس، بقر وغیرہ، تو ناطق انسان کو ان تمام چیزوں سے ممتاز کرتا ہے۔
فصل بعید : وہ فصل ہے جو جنس بعید میں شریک جزئیات سے ماہیت کو ممتاز کرے، جیسے حساس انسان کی فصل بعید ہے، کیوں کہ جسم نامی ہونے میں انسان کے ساتھ جو چیزیں شریک ہیں مثلا؛ شجر وغیرہ تو حساس انسان کو اس سے جدا کرتا ہے، مگر جاندار ہونے میں جو چیزیں شریک ہیں ان سے جدا نہیں کرتا۔

اصطلاح ما ہو؟

ما ھو؟ : (وہ کیا ہے) ما ھو ایسا لفظ ہے جس کے ذریعہ کسی چیز کی حقیقت یعنی ماہیت دریافت کی جاتی ہے۔
ماھو؟ کے ذریعہ تین چیزوں میں سے کسی ایک کو طلب کیا جاتا ہے:(۱) کسی چیز کی حقیقت (کے کل اجزاء) (۲) نوع (۳) جنس
(۱) جب ماھو؟ کے ذریعہ ایک کلی چیز کے متعلق سوال کیا جائے تو جواب میں پوری حقیقت آئے گی، جیسے الانسان ماھو؟ تو جواب ہوگا ھو حیوان ناطق، یاالاسم ماھو؟ تو جواب ہوگا کلمة معناها کامل ما فیها زمن.
(۲) جب ما ھو؟ کے ذریعہ ایک جزئی چیز یا چند متفق الحقائق چیزوں کے متعلق سوال کیا جائے تو جواب میں نوع آئے گی، جیسے زید ما ھو؟ یازید و عمر و بکر ماھم؟ تو جواب ہوگا ھم انسان.
(۳) جب ما ھو؟ کے ذریعہ چند مختلف الحقائق چیزوں کے متعلق سوال کیا جائے تو جواب

میں جنس آئے گی، جیسے **الانسان والبقر والغنم ما ھی؟** تو جواب ہوگا **ھی حیوان.**

ماہیت کی دو قسمیں ہیں؛(۱) ماہیت مختصہ (۲) ماہیت مشترکہ

ماھیت مختصه: وہ ماہیت ہے جو ایک چیز کے ساتھ خاص ہو، جیسے انسان کی ماہیت مختصہ حیوان ناطق ہے۔

ماھیت مشترکه: وہ ماہیت ہے جو چند افراد کے ساتھ خاص ہو، جیسے انسان کی ماہیت مشترکہ صرف حیوان ہے۔

کلی عرضی کی تقسیم

کلی عرضی کی دو قسمیں ہیں؛(۱) خاصہ (۲) عرض عام

خاصه: ایسی کلی عرضی ہے جو صرف ایک حقیقت کے افراد پر بولی جائے، جیسے ضاحک ہونا انسان کا خاصہ ہے۔

عرض عام: ایسی کلی عرضی ہے جو ایسے افراد پر بولی جائے جن کی حقیقتیں مختلف ہوں، جیسے چلنا، پھرنا، کھانا، سونا وغیرہ۔

خاصہ کی دو قسمیں ہیں؛(۱) خاصۂ شاملہ (۲) خاصۂ غیر شاملہ

خاصۂ شامله: وہ خاصہ ہے جو ایک حقیقت کے تمام افراد کو شامل ہو، جیسے صلاحیت ضحک؛ جو تمام افراد انسان کے ساتھ لاحق ہے۔

خاصۂ غیر شامله: وہ خاصہ ہے جو ایک حقیقت کے صرف بعض افراد کو شامل ہو، جیسے ضحک کا ظاہری طور پر پایا جانا؛ صرف بعض افراد انسان کے ساتھ لاحق ہے یعنی صرف بعض انسان ہی ایک وقت میں ہنستے ہیں نہ کہ تمام انسان۔

خاصه کی دوسری تقسیم

خاصہ کی دو قسمیں ہیں؛(۱) خاصۂ نوع (۲) خاصۂ جنس

خاصة النوع: وہ خاصہ ہے جو نوع کے تحت افراد پر بولا جائے، یعنی نوع کے افراد کے

ساتھ خاص ہو جیسے ہنسنا۔

خاصۃ الجنس :وہ خاصہ ہے جو جنس کے تحت افراد پر بولا جائے، یعنی جنس کے افراد کے ساتھ خاص ہو جیسے چلنا، پھرنا۔

کلی عرضی کی تقسیم

کلی عرضی کی دو قسمیں ہیں؛(۱)عرض لازم (۲)عرض مفارق

عرض لازم :ایسی کلی عرضی ہے جس کا اپنے معروض سے جدا ہونا محال ہو، جیسے انسان کا سانس لینا اور مچھلی کا تیرنا وغیرہ۔

عرض مفارق :ایسی کلی عرضی ہے جس کا اپنے معروض سے جدا ہونا محال نہ ہو، جیسے چائے کی گرمی اور پانی کی ٹھنڈک وغیرہ۔

لازم کی تقسیم

لازم کی دو قسمیں ہیں؛(۱)لازم ماہیت (۲)لازم وجود

لازم ماہیت :ایسا عرض لازم ہے جس کا اپنے ملزوم کی ماہیت سے جدا ہونا محال ہو، جیسے مچھلی کا تیرنا اور شیطان کا بہکانا وغیرہ۔

لازم وجود :ایسا عرض لازم ہے جس کا اپنے ملزوم کے وجود سے جدا ہونا محال ہو، جیسے انسان کا چلنا پھرنا اور حبشی کا کالا ہونا وغیرہ۔

لازم وجود کی دو قسمیں ہیں؛(۱)لازم وجود ذہنی (۲)لازم وجود خارجی

لازم وجود ذھنی :ایسا عرض لازم ہے جس کا اپنے ملزوم کے وجود سے ذہن میں جدا ہونا محال ہو، جیسے انسان کا کلی ہونا اور ناطق کا فصل ہونا۔

لازم وجود خارجی :ایسا عرض لازم ہے جس کا اپنے ملزوم کے وجود سے خارج میں جدا ہونا محال ہو، جیسے آگ کی تپش اور پانی کی ٹھنڈک۔

لازم کی دو قسمیں ہیں؛(۱)لازم بین (۲)لازم غیر بین

لازم بین: ایسا عرض لازم ہے کہ لازم اور ملزوم کے درمیان لزوم کا یقین کرنے کے لیے محض لازم اور ملزوم کا تصور کافی ہو کسی خارجی دلیل کی حاجت نہ ہو، جیسے فردیت؛ واحد کے لیے، خوبصورتی؛ مور کے لیے۔

لازم غیر بین: ایسا عرض لازم ہے کہ لازم اور ملزوم کے درمیان لزوم کا یقین کرنے کے لیے کسی خارجی دلیل کی حاجت ہو، جیسے عالَم کے لیے حادث ہونا۔

لازم بین اور لازم غیر بین میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں، لہٰذا کل چار قسمیں ہوئیں؛ (۱) لازم بین بالمعنی الأخص (۲) لازم بین بالمعنی الأعم (۳) لازم غیر بین بالمعنی الأخص (۴) لازم غیر بین بالمعنی الأعم

لازم بین بالمعنی الاخص: ایسا عرض لازم ہے کہ ملزوم کے تصور سے لازم کا تصور ضروری ہو، جیسے عمی (اندھے پن) کے تصور سے بینا کا تصور۔

لازم بین بالمعنی الاعم: لازم اور ملزوم اور ان کے درمیان نسبت کے تصور سے لزوم کا یقین حاصل ہو جائے، جیسے چار جفت ہے، مذکورہ مثال میں چار، جفت اور ان کے درمیان نسبت کے تصور سے ان کے درمیان لزوم کا یقین حاصل ہوتا ہے۔

لازم غیر بین بالمعنی الاخص: ایسا عرض لازم ہے کہ ملزوم کے تصور سے لازم کا تصور ضروری نہ ہو، جیسے انسان کے تصور سے کتابت بالقوۃ کا تصور ضروری نہیں ہے۔

لازم غیر بین بالمعنی الاعم: لازم اور ملزوم اور ان کے درمیان نسبت کے تصور سے لزوم کا یقین حاصل نہ ہو، جیسے عالَم کے لیے حدوث کیوں کہ عالم اور حدوث اور ان کے درمیان نسبت کے تصور سے لزوم کا یقین حاصل نہیں ہوتا، ورنہ اس مسئلہ میں اختلاف نہ ہوتا۔

عرض مفارق کی تین قسمیں ہیں؛ (۱) عدیم الزوال (۲) سریع الزوال (۳) بطیئ الزوال

عدیم الزوال: ایسا عارض ہے جس کا اپنے معروض سے جدا ہونا ممتنع تو نہ ہو، لیکن کبھی جدا نہ ہوتا ہو بل کہ ہمیشہ عارض معروض کے ساتھ رہتا ہو، جیسے افلاک کے لیے حرکت، ستاروں کی روشنی۔

سریع الزوال: ایسا عارض ہے جو اپنے معروض سے بہت جلدی جدا ہو جائے، جیسے چائے کی گرمی، شرمندہ کی سرخی اور ترسندہ کی زردی۔

بطیئ الزوال: ایسا عارض ہے جو اپنے معروض سے جدا تو ہو مگر لمبی مدت کے بعد، جیسے بال کی سیاہی اور جوانی۔

کلی کی تین قسمیں ہیں؛ (۱) کلی منطقی (۲) کلی طبعی (۳) کلی عقلی

کلی منطقی: کلی کے مفہوم یعنی کلی کی تعریف کو کلی منطقی کہتے ہیں؛ "أی لا یمتنع فرض صدقه علی کثیرین"، جیسے جنس، نوع اور فصل کسی مخصوص مادہ کی طرف اشارہ کیے بغیر۔

کلی طبعی: کلی کا مفہوم جس پر صادق آئے اسے کلی طبعی کہتے ہیں، جیسے انسان، حیوان، ہرن وغیرہ۔

کلی عقلی: عارض اور معروض دونوں کے مجموعہ کا نام کلی عقلی ہے، جیسے الإنسان الکلي اور الحیوان الکلي.

معرّف (تعریف)

معرف الشيء: کسی شئے کا معرف ایسی چیز ہے جس کا اس شئے پر حمل ہو، تاکہ اس کی منظرکشی کی جائے، یا اس کو حاصل کیا جائے، یا اس کی وضاحت طلب کی جائے، جیسے انسان کا معرف حیوان ناطق ہے، اور حیوان ناطق کا انسان پر حمل ہوتا ہے، تاکہ انسان کا علم حاصل ہو جائے، مثلاً کہا جاتا ہے الانسان حیوان ناطق.

تعریف کی دو قسمیں ہیں؛ (۱) تعریف حقیقی (۲) تعریف لفظی

تعریف حقیقی: ایسی تعریف ہے جس سے ایسی صورت حاصل ہو پہلے سے جس کا علم نہ ہو، جیسے انسان کی تعریف کی جائے حیوان ناطق سے، تو یہ انسان کی تعریف حقیقی ہے۔

تعریف لفظی: ایسی تعریف ہے جس سے کسی لفظ کے معنی کی وضاحت مطلوب ہو یعنی کسی لفظ کے مصداق کے لیے دوسرا لفظ بتا دینا، جیسے سگ بمعنی کتا، ارض بمعنی زمین غضنفر بمعنی اسد وغیرہ۔

تعریف لفظی کا مقصد :یہ ہے کہ ذہن میں موجود صورتوں میں سے کوئی ایک متعین ہوکر ذہن اس کی جانب متوجہ ہوجائے اور یہ معلوم ہوجائے کہ اس لفظ کے معنی یہ ہیں۔

تعریف حقیقی کی دو قسمیں ہیں؛ (۱) تعریف حقیقی بحسب الحقیقت (۲) تعریف حقیقی بحسب الاسم

تعریف حقیقی بحسب الحقیقت :ایسی تعریف ہے جس کے ذریعے ایسی غیر حاصل شدہ صورت حاصل ہو کہ اس کا وجود خارجی معلوم ہوجائے، جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق سے کی جائے۔

تعریف حقیقی بحسب الاسم :ایسی تعریف ہے جس کے ذریعے غیر حاصل شدہ صورت حاصل کی جائے اور اس کا وجود خارجی معلوم نہ ہوخواہ وہ موجود ہو یا معدوم ہو، جیسے کہا جائے العنقاء طائر (عنقاء پرندہ ہے)

تعریف حقیقی کی چار قسمیں ہیں؛(۱) حد تام (۲) حد ناقص (۳) رسم تام (۴) رسم ناقص

حد :ایسی تعریف ہے جو کلی ذاتی (جنس اور فصل) سے کی جائے۔

رسم:ایسی تعریف ہے جو کلی عرضی (خاصہ اور عرض عام) سے کی جائے۔

حد تام :ایسی تعریف ہے جو جنس قریب اور فصل قریب سے مرکب ہو، جیسے انسان کی تعریف کرنا حیوان ناطق سے۔

حد ناقص :ایسی تعریف ہے جو یا تو صرف فصل قریب سے ہو یا جنس بعید اور فصل قریب سے مرکب ہو، جیسے انسان کی تعریف کرنا صرف ناطق سے یا جسم ناطق سے۔

رسم تام :ایسی تعریف ہے جو جنس قریب اور خاصہ سے مرکب ہو، جیسے انسان کی تعریف کرنا حیوان ضاحک سے۔

رسم ناقص:ایسی تعریف ہے جو یا تو صرف خاصہ سے ہو یا جنس بعید اور خاصہ سے مرکب ہو، جیسے انسان کی تعریف کرنا صرف ضاحک سے یا جسم ضاحک سے۔

تصدیقات

باب الحملیات

قضیه: ایسی مرکب بات جس میں سچ اور جھوٹ کا احتمال ہو اسے قضیہ کہتے ہیں، جیسے وہاں آندھی آئی تھی، ارشد نیک طالب علم ہے۔

قضیہ کی دو قسمیں ہیں؛ (۱) قضیہ حملیہ (۲) قضیہ شرطیہ

قضیہ حملیہ: وہ قضیہ ہے جس میں ایک چیز کے لیے دوسری چیز کے ثبوت یا نفی کا حکم لگایا گیا ہو، جیسے بارش ہوئی، آج دھوپ نہیں ہے۔

قضیہ شرطیہ: وہ قضیہ ہے جس میں ایک چیز کے لیے دوسری چیز کے ثبوت یا نفی کا حکم نہ لگایا گیا ہو، جیسے من یحفظ الدرس ینجح (جو سبق یاد کرے گا کامیاب ہو جائے گا) یہاں دونوں نسبتوں میں جوڑ ہے اور نفی کی مثال جیسے الانسان شقی او سعید (انسان بد بخت ہے یا نیک بخت ہے) یہاں دونوں نسبتوں میں جدائی ہے۔

قضیہ حملیہ کی دو قسمیں ہیں؛ (۱) قضیہ حملیہ موجبہ (۲) قضیہ حملیہ سالبہ

حملیہ موجبہ: وہ قضیہ ہے جس میں ایک چیز کو دوسری چیز کے لیے ثابت کیا گیا ہو، جیسے میں نے کھانا کھایا۔

حملیہ سالبہ: وہ قضیہ ہے جس میں ایک چیز سے دوسری چیز کی نفی کی گئی ہو، جیسے راشد مدرسہ میں نہیں گیا۔

قضیہ حملیہ تین اجزاء سے مرکب ہوتا ہے؛ (۱) موضوع (۲) محمول (۳) رابطہ

موضوع: قضیہ حملیہ کے پہلے جز کو موضوع یا محکوم علیہ کہتے ہیں۔

محمول: قضیہ حملیہ کے دوسرے جز کو محمول یا محکوم بہ کہتے ہیں۔

رابطہ: وہ لفظ جو موضوع اور محمول کے درمیان نسبت پر دلالت کرتا ہے اسے رابطہ کہتے ہیں۔

رابطہ کی دو قسمیں ہیں؛(۱) رابطۂ زمانیہ (۲) رابطۂ غیر زمانیہ

رابطۂ زمانیہ :وہ ایسا حرف ربط ہے جو نسبت حکمیہ کے کسی زمانے کے ساتھ ملنے پر دلالت کرے، جیسے لفظ "کان" ہے "زید کان قائما" میں۔

رابطۂ غیر زمانیہ :وہ ایسا حرف ربط ہے جو نسبت حکمیہ کے کسی زمانے کے ساتھ ملنے پر دلالت نہ کرے، جیسے لفظ "هو" ہے "زیدهو قائم" میں۔

قضیہ شرطیہ دو جزؤں سے مرکب ہوتا ہے؛(۱) مقدم (۲) تالی

مقدم: قضیہ شرطیہ کے پہلے جز کو مقدم کہتے ہیں۔

تالی: قضیہ شرطیہ کے دوسرے جز کو تالی کہتے ہیں۔

قضیہ حملیہ کی تقسیمات

قضیہ حملیہ کی چار اعتبار سے تقسیم ہوتی ہے؛ (۱) ذات موضوع کے اعتبار سے (۲) وجود موضوع کے اعتبار سے (۳) حرف سلب کے اعتبار سے (۴) جہت کے اعتبار سے

ذات موضوع کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی تقسیم

ذات موضوع کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی چار قسمیں ہیں؛ (۱) شخصیہ یا مخصوصہ (۲) طبعیہ (۳) محصورہ یا مسورہ (۴) مہملہ

شخصیہ یا مخصوصہ :وہ قضیہ حملیہ ہے جس کا موضوع جزئی یا شخص معین ہو، جیسے محمد رسول اللہ ہیں، احمد آ گیا۔

طبعیہ :وہ قضیہ حملیہ ہے جس کا موضوع کلی ہو اور حکم کلی کے مفہوم پر ہو افراد پر نہ ہو، جیسے انسان نوع ہے اور حیوان جنس ہے۔

محصورہ یا مسورہ :وہ قضیہ حملیہ ہے جس کا موضوع کلی ہو اور حکم کلی کے افراد پر ہو، اور یہ

بھی بیان کیا گیا ہو کہ حکم ہر ہر فرد پر ہے یا بعض افراد پر، جیسے سب مہمان آ گئے، کچھ پھل لے لو۔

مھملہ: وہ قضیہ حملیہ ہے جس کا موضوع کلی ہو اور حکم کلی کے افراد پر ہو، مگر یہ نہ بیان کیا گیا ہو کہ حکم ہر ہر فرد پر ہے یا بعض افراد کے لیے، جیسے انسان خسارے میں ہے اور روپے کھو گئے۔

قضیہ محصورہ کی چار قسمیں ہیں؛(۱) موجبہ کلیہ (۲) موجبہ جزئیہ (۳) سالبہ کلیہ (۴) سالبہ جزئیہ

موجبہ کلیہ: وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں موضوع کے ہر ہر فرد کے لیے محمول کو ثابت کیا گیا ہو، جیسے سب لوگ چلے گئے۔

موجبہ جزئیہ: وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں موضوع کے بعض افراد کے لیے محمول کو ثابت کیا گیا ہو، جیسے چند کتابیں کھو گئیں۔

سالبہ کلیہ: وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں موضوع کے ہر ہر فرد سے محمول کی نفی کی گئی ہو، جیسے کسی طالب علم نے کھانا نہیں کھایا۔

سالبہ جزئیہ: وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں موضوع کے بعض افراد سے محمول کی نفی کی گئی ہو، جیسے چند طلبا مجلس میں نہیں آئے۔

سور: وہ لفظ ہے جس کے ذریعہ کل یا بعض افراد کی وضاحت کی جائے، (یعنی افراد کی مقدار بیان کی جائے) جیسے لفظ ''کل'' اور لفظ ''بعض'' وغیرہ۔

موجبہ کلیہ کا سور: عربی زبان میں لفظ ''کل'' (کل افرادی) اور وہ ''الف لام'' جو کل کے معنی میں ہو (لام استغراق) ہے اور اردو زبان میں لفظ ''ہر'' یا ''تمام'' یا وہ لفظ جو ان کے معنی میں ہو۔ جیسے کل مؤمن تقي (ہر مؤمن پرہیزگار ہے) إن الإنسان لفي خسر (تمام انسان نقصان میں ہے)

موجبہ جزئیہ کا سور: عربی زبان میں لفظ ''بعض'' اور ''واحد'' ہے اور اردو زبان میں لفظ ''بعض'' اور ''کوئی نہ کوئی'' ہے، جیسے بعض الطلاب ذكي (بعض طلبہ ذہین ہیں) واحد من الطلاب ناجح (کوئی نہ کوئی طالب علم کامیاب ہے)

سالبہ کلیہ کا سور: عربی زبان میں "لاشيء، لاواحد" یا کوئی بھی اسم نکرہ جس کی نفی کی جارہی ہو، اور اردو میں لفظ "کوئی نہیں" وغیرہ، جیسے لاشئ من النعم مکروہ (کوئی نعمت ناپسندیدہ نہیں ہے) اور لاواحد من الکافرین ناجح (کوئی کافر کامیاب نہیں ہے)

سالبہ جزئیہ کا سور: عربی زبان میں "لیس کل، لیس بعض اور بعض لیس" ہے اور اردو میں لفظ "بعض نہیں، ہر ایک نہیں" وغیرہ، جیسے لیس کل مؤمن مطیعا (ہر مؤمن فرماں بردار نہیں ہے) بعض الناس لیس بجواد (بعض لوگ سخی نہیں ہیں)

حمل کا بیان

حمل کی لغوی تعریف: ثبوت یا نفی کا حکم لگانا۔

اصطلاحی تعریف: دو چیزیں جو مفہوم میں ایک دوسرے دوسرے کے مخالف ہیں ان کا وجود ذہنی یا وجود خارجی کے اعتبار سے متحد ہونا، جیسے زیدٌ کاتبٌ ان دونوں لفظوں کا مفہوم ایک دوسرے کے مخالف ہے لیکن وجود خارجی کے اعتبار سے دونوں متحد ہوگئے۔

حمل کی دو قسمیں ہیں؛ (۱) حمل اولی (۲) حمل شائع

حمل اولی: ایسا حمل ہے جس میں موضوع اور محمول بعینہ ایک ہوں، جیسے الانسان انسانٌ.

حمل شائع: ایسا حمل ہے جس میں موضوع اور محمول بعینہ ایک نہ ہوں، بلکہ ان میں صرف وجود کے اعتبار سے اتحاد ہو، جیسے الانسان حیوان اور اس حمل کا نام حملِ متعارف بھی ہے اس لیے کہ یہ علوم میں معتبر اور مستعمل ہے۔

حملِ اولی کی دو قسمیں ہیں؛ (۱) حمل اولی بدیہی (۲) حمل اولی نظری

حمل اولی بدیھی: ایسا حمل ہے جس میں موضوع اور محمول بعینہ ایک ہوں ان کے الفاظ اور مفہوم میں مغایرت نہ ہو، جیسے الانسان انسانٌ.

حمل اولی نظری: ایسا حمل ہے جس میں موضوع اور محمول میں ظاہراً تو مغایرت ہو، البتہ دقیق نظر کے اعتبار سے ان میں اتحاد ہو، جیسے الوجود ھو الماھیة.

حمل شائع کی دو قسمیں ہیں؛(۱)حمل شائع بالذات (۲)حمل شائع بالعرض

حمل شائع بالذات :ایسا حمل ہے جس میں محمول موضوع کے لیے ذاتی ہو، یعنی محمول موضوع کی حقیقت کا جز ہو، جیسے ہر انسان ناطق ہے۔

حمل شائع بالعرض :ایسا حمل ہے جس میں محمول موضوع کے لیے عرضی ہو، یعنی محمول موضوع کی حقیقت سے خارج ہو، جیسے ہر انسان کاتب ہے۔

حمل کی دو قسمیں اور ہیں؛(۱)حمل بالاشتقاق (۲)حمل بالمواطاۃ

حمل بالاشتقاق :ایسا حمل ہے جس میں محمول کی نسبت موضوع کی طرف لفظ "في، ذو" یا "له" کے واسطے سے ہو، جیسے زید في الدار، له الحمد اور خالد ذو مالٍ.

حمل بالمواطاۃ :ایسا حمل ہے جس میں محمول کی نسبت موضوع کی طرف بلا واسطہ ہو اگر چاہیں تو "علی" حرف جر بھی استعمال کر سکتے ہیں جیسے کل انسان حیوان یا الحیوان محمول علی الناس.

وجودِ موضوع کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی تقسیم

وجود موضوع کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی تین قسمیں ہیں؛(۱)حملیہ خارجیہ (۲)حملیہ ذہنیہ (۳)حملیہ حقیقیہ

حملیہ خارجیہ :ایسا قضیہ حملیہ ہے جس میں محمول کا ثبوت ایسے موضوع کے لیے ہو جو خارج میں موجود ہو اور واقعی ہو، جیسے زید کاتب ہے، آگ جل رہی ہے۔

حملیہ ذہنیہ : ایسا قضیہ حملیہ ہے جس میں محمول کا ثبوت ایسے موضوع کے لیے ہو جو ذہن میں موجود ہو اور واقعی ہو، جیسے انسان کلی ہے۔

حملیہ حقیقیہ :ایسا قضیہ حملیہ ہے جس میں محمول کا ثبوت موضوع کے لیے ہو، خواہ وہ خارج میں ہو یا ذہن میں، واقعی ہو یا فرضی ہو یعنی فی الحال موجود ہو یا موجود ہو سکتا ہو، جیسے لومڑی چالاک ہوتی ہے، یہ حکم اس لومڑی پر بھی ہے جو آج موجود ہے اور اس لومڑی پر

بھی صحیح ہوگا جو آئندہ موجود ہوگی۔

حرف سلب کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی تقسیم

طرفین قضیہ میں حرف سلب کے ہونے یا نہ ہونے کے لحاظ سے قضیہ حملیہ کی تین قسمیں ہیں:(۱) قضیہ معدولہ (۲) قضیہ محصلہ (۳) قضیہ بسیطہ

قضیہ معدولہ: وہ قضیہ ہے جس میں حرف سلب موضوع، محمول یا دونوں کا جز بن رہا ہو۔
قضیہ معدولہ کی تین قسمیں ہیں:(۱) معدولۃ الموضوع (۲) معدولۃ المحمول (۳) معدولۃ الطرفین

معدولۃ الموضوع: وہ قضیہ معدولہ ہے جس میں حرف سلب موضوع کا جز بن رہا ہو، جیسے غیر الکریم دنیٌّ (بے مروت برا ہوتا ہے)

معدولۃ المحمول: وہ قضیہ معدولہ ہے جس میں حرف سلب محمول کا جزء بن رہا ہو، جیسے ھذا القلم غیر مفید (یہ قلم بے فائدہ ہے)

معدولۃ الطرفین: وہ قضیہ معدولہ ہے جس میں حرف سلب موضوع اور محمول دونوں کا جز بن رہا ہو، جیسے کل غیر مؤمن غیر کریم (ہر بے ایمان بے مروت ہے)

قضیہ محصلہ: وہ قضیہ حملیہ ہے جس میں حرف سلب طرفین میں سے کسی کا جزء نہ ہو اور وہ قضیہ موجبہ ہو، جیسے عذاب القبر حق (قبر کا عذاب یقینی ہے)

قضیہ بسیطہ: وہ قضیہ حملیہ ہے جس میں حرف سلب طرفین میں سے کسی کا جز نہ ہو اور وہ قضیہ سالبہ ہو، جیسے محمد لیس بساحر (محمد جادوگر نہیں ہیں)

نوٹ: قضیہ کے موجبہ اور سالبہ ہونے کا مدار نسبت کے ایجاب وسلب پر ہے طرفین قضیہ میں حرف سلب کے ہونے یا نہ ہونے پر نہیں ہے۔

موجہات کا بیان

جہت کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی دو قسمیں ہیں:(۱) قضیہ موجہہ (۲) قضیہ مطلقہ

قضیہ موجهه: وہ قضیہ حملیہ ہے جس میں قضیہ کی نسبت کی کیفیت (جہت) بیان کی جائے، جیسے کل انسان حیوان بالضرورۃ اور لا شيء من الانسان بحجر بالضرورۃ.

قضیہ مطلقه یا مهمله: وہ قضیہ حملیہ ہے جس میں نسبت کی کیفیت (جہت) مذکور نہ ہو، جیسے کل انسان حیوان اور لا شيء من الانسان بحجر.

جهت: قضیہ کی نفس الامری کیفیت پر جو لفظ یا صورت عقلیہ دلالت کرتی ہے، اسے جہت کہتے ہیں، جیسے مذکورہ بالا مثال میں بالضرورۃ۔

جہت کی دو قسمیں ہیں؛ (۱) جہت قضیہ معقولہ (۲) جہت قضیہ ملفوظہ

جهت قضیہ معقوله: وہ صورت عقلیہ جو قضیہ معقولہ میں کیفیت پر دلالت کرتی ہے اسے جہت قضیہ معقولہ کہتے ہیں۔

جهت قضیہ ملفوظه: وہ لفظ جو قضیہ ملفوظہ میں کیفیت پر دلالت کرتا ہے اسے جہت قضیہ ملفوظہ کہتے ہیں، جیسے بالضرورۃ اور بالدوام وغیرہ۔

مادۂ قضیہ: نسبت کی نفس الامری کیفیت کا نام مادۂ قضیہ ہے۔

نوٹ: مادہ وہ چیز کہلاتی ہے جس سے مل کر کوئی دوسری چیز بنے، اور قضیہ موضوع، محمول اور نسبت سے مل کر بنتا ہے، لہذا یہ تینوں قضیہ کے مادہ ہوئے، لیکن ان تینوں میں سب سے اشرف نسبت ہے اور وہ کیفیت جو نفس الامر میں ثابت ہوتی ہے اس نسبت کے لیے لازم ہوتی ہے لہذا اشرف جز (نسبت) کے لازم (نفس الامری کیفیت) کو کل (مادہ) کا حکم دے دیا گیا۔

قضیہ موجہہ کی دو قسمیں ہیں؛ (۱) قضیہ موجہہ صادقہ (۲) قضیہ موجہہ کاذبہ

قضیہ موجهه صادقه: وہ قضیہ ہے جس میں جہت قضیہ، مادۂ قضیہ کے موافق ہو، جیسے کل انسان حیوان بالضرورۃ، انسان کے لیے حیوانیت نفس الامر میں بھی ضروری ہے اور قضیہ میں جو جہت ذکر کی گئی ہے وہ بھی بالضرورت ہے، پس مادۂ قضیہ اور جہت قضیہ ایک دوسرے کے موافق ہوئے۔

قضیہ موجھہ کاذبہ :وہ قضیہ ہے جس میں جہت قضیہ مادۂ قضیہ کے موافق نہ ہو، جیسے کل انسان حجر بالضرورۃ، اس قضیہ میں جہت قضیہ بالضرورۃ ہے، یعنی انسان کے لیے پتھر ہونا ضروری ہے اور نفس الامر میں انسان کے لیے پتھر ہونا نہ صرف یہ کہ ضروری نہیں ہے بلکہ ممتنع ہے پس اس قضیہ میں جہت اور مادہ ایک دوسرے کے موافق نہیں ہیں۔

قضیہ موجہہ کی دو قسمیں ہیں؛(۱) قضیہ موجہہ بسیطہ (۲) قضیہ موجہہ مرکبہ

قضیہ موجھہ بسیطہ :وہ قضیہ ہے جس میں نسبت کی صرف ایک کیفیت ایجابی یا سلبی مذکور ہو۔

قضیہ موجھہ مرکبہ :وہ قضیہ ہے جس میں نسبت کی دو کیفیتیں ایجاب وسلب ایک ساتھ مذکور ہوں، اس میں دو قضیے ہوتے ہیں ایک صراحۃً مذکور ہوتا ہے اور دوسرے کی طرف لاضرورۃ یا لادوام وغیرہ سے اشارہ ہوتا ہے۔

کیفیت کا بیان

کیفیت کی چھ قسمیں ہیں؛(۱) وجوب (۲) امتناع (۳) امکان (۴) ضرورۃ (۵) دوام (۶) فعلیت

لیکن فن منطق میں صرف اخیر کی چار نسبتوں سے بحث کی جاتی ہے۔

وجوب :اس نسبت کا نام ہے جس میں کسی شئے کا وجود ضروری ہو اور عدم ممتنع ہو، جیسے اللہ تعالی موجود ہے۔

امتناع:اس نسبت کا نام ہے جس میں کسی شئے کا عدم ضروری ہو اور وجود محال ہو، جیسے ابولہب جنت میں داخل ہوگا۔

امکان:اس نسبت کا نام ہے جس میں کسی شئے کا وجود ضروری نہ ہو، جیسے گنہگار مؤمن جہنم میں داخل ہوگا یہ ضرورت کی ضد ہے اور اس نسبت کا دوسرا نام لاضرورت بھی ہے۔

امکان کی دو قسمیں ہیں:(۱) امکان عام (۲) امکان خاص

امکان عام: اس نسبت کا نام ہے جس میں موضوع کے لیے محمول کا ثبوت یا سلب اس طرح ہو کہ اس کی جانب مخالف ضروری نہ ہو، جیسے کل نار حارۃ بالإمکان العام (یعنی آگ اس طرح گرم ہے کہ عدمِ حرارت اس کے لیے ضروری نہیں ہے)

امکان خاص: اس نسبت کا نام ہے جس میں حکم کی نہ جانب موافق ضروری ہو اور نہ جانب مخالف ضروری ہو، جیسے کل انسان موجود بالإمکان الخاص (یعنی انسان ایک ایسا موجود ہے جس کے لیے نہ وجود ضروری ہے اور نہ عدمِ وجود ضروری ہے)

ضرورت: وہ ایسی نسبت ہے جس میں محمول کی نسبت کا موضوع سے جدا ہونا محال ہو، جیسے اللہ واحد میں ''احدیت'' (ایک ہونے) کی جو نسبت اللہ تعالی کی طرف ہے وہ کبھی بھی اللہ تعالی سے جدا نہیں ہو سکتی۔

دوام: وہ ایسی نسبت ہے جس میں محمول کی نسبت جو موضوع کے ساتھ ہے وہ تمام زمانوں میں اور ہر وقت موجود رہتی ہو یعنی محمول کا ثبوت یا سلب موضوع سے ضروری تو نہ ہو مگر پھر بھی کسی وجہ سے ایسا التزام پایا جاتا ہو کہ موضوع محمول کی صفت سے کبھی خالی نہ ہوتا ہو، جیسے الحیوان متنفس (جاندار سانس لینے والا ہے) اس قضیہ میں سانس لینا اگرچہ موضوع کی ذات کا تقاضہ نہیں ہے مگر پھر بھی تمام زمانوں میں موضوع، محمول کی صفت کے ساتھ متصف رہتا ہے۔

فعلیت: وہ ایسی نسبت ہے جس میں محمول کی نسبت جو موضوع کی طرف کی گئی ہے وہ تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے میں پائی جائے، جیسے کل إنسان ضاحک بالفعل یعنی ہنسا کسی وقت پایا جاتا ہے یہ دوام کی ضد ہے اس لیے اس نسبت کی طرف لا دوام اور بالاطلاق العام سے بھی اشارہ ہوتا ہے۔

بالقوۃ اور بالفعل: فعلیت قوت کا مقابل ہے بالقوۃ کے معنی ہیں نسبت کسی وقت پائی جا سکتی ہے اور بالفعل کے معنی ہیں نسبت پائی جا رہی ہے۔

ضرورت اور اس کی ضد امکان کی چار قسمیں ہیں: (۱) ذاتی (۲) وصفی (۳) وقتی معین (۴)

وقتی غیر معین

دوام اور اس کی ضد لا دوام یا فعلیت کی دو قسمیں ہیں؛(۱) ذاتی (۲) وصفی

ذاتی :موضوع کے لیے محمول کا ثبوت یا سلب اس وقت تک ضروری، یا دائمی، یا بالفعل، یا بالامکان ہو جب تک موضوع کی ذات موجود رہے، جیسے كل إنسان حيوان بالضرورة و كل فلك متحرك دائما و كل إنسان ضاحك بالفعل و كل نار حارة بالإمكان العام.

وصفی: موضوع کے لیے محمول کا ثبوت یا سلب اس وقت تک ضروری، یا دائمی، یا بالفعل، یا بالامکان ہو جب تک موضوع کی ذات وصف عنوانی کے ساتھ متصف رہے، جیسے كل كاتب متحرك الأصابع بالضرورة مادام كاتبا و كل كاتب متحرك الأصابع دائما مادام كاتبا و كل كاتب متحرك الأصابع بالفعل مادام كاتبا و كل كاتب متحرك الأصابع بالإمكان العام مادام كاتبا.

وقتی معین :موضوع کے لیے محمول کا ثبوت یا سلب کسی خاص وقت میں ضروری ہو یا ضروری نہ ہو، جیسے كل قمر منخسف بالضرورة وقت حيلولة الأرض و كل قمر منخسف بالإمكان العام وقت حيلولة الأرض.

وقتی غیر معین :موضوع کے لیے محمول کا ثبوت یا سلب کسی غیر معین وقت میں ضروری ہو یا ضروری نہ ہو، جیسے كل إنسان متنفس بالضرورة في وقت ما و كل إنسان متنفس بالإمكان العام في وقت ما.

وصف عنوانی :وہ لفظ ہے جس کے ذریعہ موضوع کو تعبیر کیا جائے، جیسے الحیوان کلی میں لفظ حیوان اور اسے وصف موضوع بھی کہتے ہیں۔

ذات موضوع: ان افراد کو کہا جاتا ہے جن پر لفظ موضوع صادق آئے، جیسے الانسان جسمٌ میں افراد انسان یعنی زید عمر خالد وغیرہ۔

نوٹ: جاننا چاہئے کہ اگر قضیہ حملیہ میں ضرورت ذاتی کا ذکر ہے تو وہ قضیہ ضروریہ مطلقہ ہے

اور اگر ضرورت وصفی کا ذکر ہے تو وہ مشروطہ عامہ ہے، اور اگر ضرورت وقتی معین کا ذکر ہے تو وہ وقتیہ مطلقہ ہے، اور اگر ضرورت وقتی غیر معین کا ذکر ہے تو وہ منتشرہ مطلقہ ہے، اور اگر دوام ذاتی کا ذکر ہے تو وہ دائمہ مطلقہ ہے، اور اگر دوام وصفی کا ذکر ہے تو وہ عرفیہ عامہ ہے، اور اگر فعلیت ذاتی کا ذکر ہے تو وہ مطلقہ عامہ ہے، اور اگر فعلیت وصفی کا ذکر ہے تو وہ حینیہ مطلقہ ہے، اور اگر امکان ذاتی کا ذکر ہے تو وہ ممکنہ عامہ ہے، اور اگر امکان وصفی کا ذکر ہے تو وہ حینیہ ممکنہ ہے، اور اگر امکان وقتی معین کا ذکر ہے تو وہ وقتیہ ممکنہ ہے، اور اگر امکان وقتی غیر معین کا ذکر ہے تو وہ منتشرہ ممکنہ ہے۔ (مفتاح التہذیب)

یہ کل بارہ قضیہ ہوئے ان میں سے متقدمین کے نزدیک چھ قضیوں سے فن میں بحث کی جاتی ہے اور متاخرین کے نزدیک آٹھ قضیوں سے بحث کی جاتی ہے۔

قضیہ بسیطہ کا بیان

قضیہ بسیطہ کی آٹھ قسمیں ہیں: (۱) ضروریہ مطلقہ (۲) مشروطہ عامہ (۳) وقتیہ مطلقہ (۴) منتشرہ مطلقہ (۵) دائمہ مطلقہ (۶) عرفیہ عامہ (۷) مطلقہ عامہ (۸) ممکنہ عامہ

ضروریہ مطلقہ: وہ قضیہ موجہہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ موضوع کے لیے محمول کا ثبوت یا سلب اس وقت تک ضروری ہے جب تک موضوع کی ذات موجود ہے، جیسے کل إنسان حیوان بالضرورۃ و لا شيء من الإنسان بحجر بالضرورۃ.

مشروطہ عامہ: وہ قضیہ موجہہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ موضوع کے لیے محمول کا ثبوت یا سلب اس وقت تک ضروری ہے جب تک موضوع کی ذات وصف عنوانی کے ساتھ متصف ہے، جیسے کل کاتب متحرک الأصابع بالضرورۃ ما دام کاتباً و لا شيء من الکاتب بساکن الأصابع بالضرورۃ ما دام کاتباً.

وقتیہ مطلقہ: وہ قضیہ موجہہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ موضوع کے لیے محمول کا ثبوت یا سلب وقت معین میں ضروری ہے، جیسے کل قمر منخسف بالضرورۃ وقت

حیلولة الأرض بینه و بین الشمش و لا شيء من القمر بمنخسف بالضرورة وقت التربیع.

منتشرہ مطلقہ: وہ قضیہ موجہہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ موضوع کے لیے محمول کا ثبوت یا سلب کسی غیر معین وقت میں ضروری ہے، جیسے کل حیوان متنفس بالضرورة وقتاً ما و لا شيء من الإنسان بمتنفس بالضرورة وقتا ما.

دائمہ مطلقہ: وہ قضیہ موجہہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ موضوع کے لیے محمول کا ثبوت یا سلب اس وقت تک دائمی ہے جب تک موضوع کی ذات موجود ہے، جیسے کل فلک متحرک بالدوام و لا شيء من الفلک بساکن بالدوام .

عرفیہ عامہ: وہ قضیہ موجہہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ موضوع کے لیے محمول کا ثبوت یا سلب اس وقت تک دائمی ہے جب تک موضوع کی ذات وصف عنوانی کے ساتھ متصف ہے، جیسے بالدوام کل کاتب متحرک الأصابع ما دام کاتباً و لا شيء من النائم بمستیقظ مادام نائماً.

مطلقہ عامہ: وہ قضیہ موجہہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ موضوع کے لیے محمول کا ثبوت یا سلب تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے میں ہے، جیسے کل إنسان متنفس بالفعل و لا شيء من الإنسان بمتنفس بالفعل.

ممکنہ عامہ: وہ قضیہ موجہہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ موضوع کے لیے محمول کا ثبوت یا سلب اس طرح ہے کہ اس کی جانب مخالف ضروری نہ ہو، جیسے کل نار حارة بالإمکان العام و لا شيء من النار ببارد بالإمکان العام.

قضیہ مرکبہ کا بیان

نوٹ: لا دوام سے مطلقہ عامہ اور لا ضرورت سے ممکنہ عامہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے لہذا کل إنسان متعجب بالفعل لا دائماً کا مطلب ہوگا کل إنسان متعجب بالفعل و لا

شيء من الإنسان بمتعجب بالفعل، اور کل حیوان ماشٍ بالفعل لا بالضرورة کا مطلب ہوگا کل حیوان ماش بالفعل و لا شيء من الحیوان بماش بالإمکان.

قضیہ موجہہ مرکبہ کی سات قسمیں ہیں؛(۱) مشروطہ خاصہ (۲) عرفیہ خاصہ (۳) وجودیہ لاضروریہ (۴) وجودیہ لادائمہ (۵) وقتیہ (۶) منتشرہ (۷) ممکنہ خاصہ

مشروطه خاصه : وہ بعینہ مشروطہ عامہ ہے لا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ، جیسے کل کاتب متحرک الأصابع بالضرورة ما دام کاتباً لا دائمًا و لا شيء من الکاتب بساکن الأصابع بالضرورة ما دام کاتباًلا دائماً.

عرفیه خاصه : وہ بعینہ عرفیہ عامہ ہے لا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ، جیسے بالدوام کل کاتب متحرک الأصابع ما دام کاتباً لا دائماً وبالدوام لا شيء من الکاتب بساکن الأصابع مادام کاتباً لا دائماً.

وجودیه لاضروریه : وہ بعینہ مطلقہ عامہ ہے لاضرورت ذاتی کی قید کے ساتھ، جیسے کل إنسان کاتب بالفعل لا بالضرورة و لا شيء من الإنسان بکاتب بالفعل لا بالضرورة.

وجودیه لا دائمه : وہ بعینہ مطلقہ عامہ ہے لا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ، جیسے کل إنسان ضاحک بالفعل لادائماً و لا شيء من الإنسان بمتنفس بالفعل لا دائماً.

وقتیه : وہ بعینہ وقتیہ مطلقہ ہے لا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ، جیسے کل قمر منخسف بالضرورة وقت حیلولة الأرض بینه و بین الشمس لادائماًو لا شيء من القمر بمنخسف بالضرورة وقت التربیع لادائماً.

منتشره : وہ بعینہ منتشرہ مطلقہ ہے لا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ، جیسے کل حیوان متنفس بالضرورة وقتًاما لادائماًو لا شيء من الإنسان بمتنفس بالضرورة وقتاما لادائماً.

ممکنہ خاصہ :وہ ایسا قضیہ موجہہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ قضیہ کی دونوں جانب ضروری نہیں ہے، جیسے کل إنسان ضاحک بالإمکان الخاص و لا شيء من الإنسان بضاحک بالإمکان الخاص.

قضیہ شرطیہ کا بیان

قضیہ شرطیہ کی دو قسمیں ہیں:(۱) شرطیہ متصلہ (۲) شرطیہ منفصلہ

شرطیہ متصلہ:وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں ایک شئے کے ثبوت یا عدم ثبوت کا حکم لگایا جائے دوسری شئے کے ثبوت کی تقدیر پر، جیسے اگر زید انسان ہے تو وہ حیوان بھی ہے اور ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اگر زید انسان ہے تو وہ گھوڑا بھی ہو۔

شرطیہ منفصلہ:وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں دو چیزوں میں تضاد یا عدم تضاد کا حکم ہو جیسے یہ چیز یا تو درخت ہے یا حیوان ہے۔

متصلہ کی دو قسمیں ہیں:(۱) متصلہ لزومیہ (۲) متصلہ اتفاقیہ

متصلہ لزومیہ :وہ قضیہ ہے جس میں مقدم اور تالی کے درمیان حکم کسی علاقے کی وجہ سے ہو یعنی مقدم اور تالی میں ایسا تعلق ہو جس کی بنا پر جدائی نہ ہو سکتی ہو، جیسے إن کانت الشمس طالعة فالنهار موجود (اگر سورج نکلا ہوا ہے تو دن موجود ہوگا)

متصلہ اتفاقیہ :وہ قضیہ ہے جس میں مقدم اور تالی کے درمیان حکم کسی علاقے کی وجہ سے نہ ہو یعنی مقدم اور تالی کے درمیان جدائی ہو سکتی ہو، جیسے إن کان الإنسان ناطقاً فالحمار ناهق (اگر انسان ناطق ہے تو گدھا ڈھینچو ڈھینچو کرنے والا ہے)

علاقہ :وہ ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے مقدم تالی کی مصاحبت چاہتا ہو، جیسے طلوع شمس کا وجود نہار کے لیے علت ہونا۔

علاقۂ علیت :وہ ایسا علاقہ ہے جس میں مقدم تالی کے لیے علت ہو، یا تالی مقدم کے لیے علت ہو، یا مقدم اور تالی کسی دوسری علت کے معلول ہوں، جیسے إن کانت الشمس

طالعة فالنهار موجود و إن كان النهار موجوداً فالشمس طالعة فكلما كان النهار موجوداً كان العالم مضيئاً.

علاقۂ تضایف: وہ ایسا علاقہ ہے جس میں ایک چیز کا سمجھنا دوسری چیز پر موقوف ہو اور ایسی دو چیزوں کو متضائفین کہتے ہیں، جیسے إن كان زيد أبا عمرو كان عمرو ابنه (اگر زید عمرو کا باپ ہے تو عمرو زید کا بیٹا ہے)

قضیہ منفصلہ کی تین قسمیں ہیں؛ (۱) منفصلہ حقیقیہ (۲) منفصلہ مانعۃ الجمع (۳) منفصلہ مانعۃ الخلو

منفصلہ حقیقیہ: وہ شرطیہ منفصلہ ہے جس کے مقدم اور تالی کے درمیان منافات یا عدم منافات کا حکم صدق اور کذب دونوں میں ایک ساتھ ہو، یعنی نہ تو دونوں ایک ساتھ جمع ہو سکتے ہوں اور نہ ہی جدا ہو سکتے ہوں، جیسے ہر موجود چیز خالق ہے یا مخلوق، لہذا ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی چیز نہ تو خالق ہو اور نہ ہی مخلوق ہو اور نہ ہی یہ ہو سکتا کہ ایک ہی چیز خالق بھی ہو اور مخلوق بھی ہو۔

منفصلہ مانعۃ الجمع: وہ قضیہ منفصلہ ہے جس میں مقدم اور تالی کے درمیان صرف صدق میں منافات یا عدم منافات کا حکم ہو، یعنی دونوں ایک ساتھ جمع نہ ہو سکتے ہوں مگر ایک ساتھ جدا ہو سکتے ہوں، جیسے وہ حیوان یا تو بکری ہے یا ہرن ہے، مذکورہ مثال میں ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ حیوان بکری بھی ہو اور ہرن بھی ہو، لیکن ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ نہ بکری ہو اور نہ ہرن بل کہ کوئی اور جانور ہو۔

منفصلہ مانعۃ الخلو: وہ قضیہ منفصلہ ہے جس میں مقدم اور تالی کے درمیان صرف کذب میں منافات یا عدم منافات کا حکم ہو، یعنی دونوں ایک ساتھ جمع تو ہو سکتے ہیں مگر جدا نہیں ہو سکتے، جیسے مہمانوں کا کھانا میٹھا ہوگا یا نمکین مذکورہ مثال میں یہ تو ہو سکتا ہے کہ کھانا میٹھا بھی ہو اور نمکین بھی یعنی دو یا تین طرح کا کھانا ہو لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ نہ تو کھانا میٹھا ہو اور نہ ہی نمکین۔

انفصال کی قوت وضعف کے اعتبار سے شرطیہ منفصلہ کی دو قسمیں ہیں؛ (۱) عنادیہ (۲) اتفاقیہ

عنادیه: وہ قضیہ منفصلہ ہے جس میں مقدم اور تالی کی ذات ہی دونوں کے درمیان جدائی کو چاہتی ہو، جیسے یہ مرد یا تو مؤمن ہے یا کافر۔

اتفاقیه: وہ قضیہ منفصلہ ہے جس میں مقدم اور تالی کی ذات جدائی کو نہ چاہتی ہو بلکہ اتفاقاً جدائی ہوگئی ہو، جیسے ہمارا روز کا کھانا یا تو روٹی ہے یا چاول۔

مقدم کے اعتبار سے قضیہ شرطیہ کی چار قسمیں ہیں؛ (۱) محصورہ کلیہ (۲) محصورہ جزئیہ (۳) شخصیہ (۴) مہملہ

محصوره كليه: وہ شرطیہ ہے جس میں حکم مقدم کے جمیع حالات کے اعتبار سے ہو، جیسے کلما کانت الشمس طالعة کان النهار موجوداً.

محصوره جزئيه: وہ شرطیہ ہے جس میں حکم مقدم کی بعض حالات کے اعتبار سے ہو، جیسے قد یکون إذا کان الشيء حیوانا کان إنساناً.

شخصيه يا مخصوصه: وہ شرطیہ ہے جس میں حکم مقدم کی کسی متعین حالت کے اعتبار سے ہو، جیسے إن جئتني الیوم أکرمک.

مهمله: وہ شرطیہ ہے جس میں حکم مقدم پر مطلق ہو تمام حالات یا بعض حالات کا کوئی ذکر نہ ہو، جیسے إن کان زید إنسانا کان حیوانا.

تقادیر كی مراد: وہ حالات ہیں مقدم کے ساتھ جن کا جمع ہونا ممکن ہے اگرچہ بالذات وہ حالات محال ہوں۔

موجبه كليه كا سور: متصلہ میں "کلما، مهما" اور "متیٰ" ہے جیسے کلما کانت الشمس طالعة فالنهار موجود یا متی کانت إلخ یا مهما کانت إلخ اور منفصلہ میں "دائماً" ہے، جیسے دائماإما تکون الشمس طالعة أو لا یکون النهار موجودا.

سالبہ کلیہ کا سور: متصلہ اور منفصلہ میں ''لیس البتۃ'' ہے جیسے لیس البتة إذاكانت الشمس طالعة فالليل موجود و ليس البتة إما أن تكون الشمس طالعة وإما أن يكون النهار موجودا.

موجبہ جزئیہ کا سور: متصلہ اور منفصلہ میں ''قد یکون'' ہے جیسے قد يكون إذا كانت الشمس طالعة كان النهار موجودا و قد يكون إما أن تكون الشمس طالعة أو يكون الليل موجودا.

سالبہ جزئیہ کا سور: متصلہ اور منفصلہ میں ''قد لا یکون'' ہے جیسے قد لا يكون إذا كانت الشمس طالعة كان الليل موجودا و قد لا يكون إما أن تكون الشمس طالعة أو يكون النهار موجودا اور حرف سلب کو موجبہ کلیہ کے سور پر داخل کرنا ہے جیسے ليس كلما و ليس مهما وليس متى متصلہ میں اور ليس دائما منفصلہ میں۔

تناقض کا بیان

تناقض: دو قضیوں کا ایجاب اور سلب میں اس طرح مختلف ہونا کہ بلا واسطہ ایک کا صدق دوسرے کے کذب کو یا ایک کا کذب دوسرے کے صدق کو مستلزم ہو، جیسے زید کھڑا ہے اور زید کھڑا نہیں ہے۔

نقیض: ہر شے کے سلب کو اس کی نقیض کہتے ہیں، جیسے جاندار کی نقیض غیر جاندار، لائق کی نقیض نالائق۔

تناقض کا حکم: یہ ہے کہ جن دو قضیوں میں تناقض ہوتا ہے وہ دونوں نہ تو ایک ساتھ جمع ہو سکتے ہیں اور نہ ہی جدا ہو سکتے ہیں۔

قضیہ مخصوصہ میں تناقض کی شرطیں

تناقض کے لیے شرط یہ ہے کہ:

(۱) دونوں قضیے کیف (ایجاب وسلب) میں مختلف ہوں یعنی اگر ایک قضیہ موجبہ ہوتو دوسرا سالبہ ہو۔

(۲) اور اگر دونوں قضیے موجہہ ہوں تو جہت میں بھی اختلاف ضروری ہے یعنی اگر ایک قضیہ میں ضرورت کی جہت ہوتو دوسرے قضیہ میں امکان کی جہت ہو۔

ان باتوں کے علاوہ دو مخصوصہ قضیوں میں تناقض کے لیے آٹھ باتوں میں اتحاد بھی ضروری ہے، جو وحدات ثمانیہ کہلاتی ہیں:

(۱) **وحدت موضوع**: دونوں قضیوں کا موضوع ایک ہو: پس حماد کھڑا ہے اور حسان کھڑا نہیں ہے ان دو قضیوں میں تعارض نہیں ہے کیوں کہ موضوع ایک نہیں ہے۔

(۲) **وحدت محمول**: دونوں قضیوں کا محمول ایک ہو: پس احمد حاضر ہے اور احمد پڑھ نہیں رہا ہے ان دو قضیوں میں تعارض نہیں ہے کیوں کہ محمول ایک نہیں ہے۔

(۳) **وحدت مکان**: دونوں قضیوں کی جگہ ایک ہو: پس راشد گھر میں ہے اور راشد بازار میں نہیں ہے ان دو قضیوں میں تعارض نہیں ہے کیوں کہ مکان ایک نہیں ہے۔

(۴) **وحدت زمان**: دو قضیوں کا زمانہ ایک ہو: پس اصغر پڑھتا ہے ''یعنی دن میں'' اور افضل پڑھتا نہیں ہے ''یعنی رات میں'' ان دو قضیوں میں تعارض نہیں ہے کیوں کہ زمانہ ایک نہیں ہے۔

(۵) **وحدت قوۃ وفعل**: دونوں قضیوں میں قوت اور فعل کا اختلاف نہ ہو: پس از ہر عالم ہے ''یعنی بالقوۃ'' اور زاہد عالم نہیں ہے ''یعنی بالفعل'' ان دو قضیوں میں تعارض نہیں ہے کیوں کہ قوت و فعل کا اختلاف ہے۔

(۶) **وحدت شرط**: دونوں قضیوں کی شرط ایک ہو: پس جسم نگاہ کو خیرہ کرتا ہے بشرطیکہ سفید (چمکدار) ہو اور جسم نگاہ کو خیرہ نہیں کرتا بشرطیکہ سیاہ ہو ان دو قضیوں میں تعارض نہیں ہے کیوں کہ شرط (سفید ہونا اور سیاہ ہونا) ایک نہیں ہے۔

(۷) **وحدت جزوکل**: دونوں قضیوں میں جزو کل کا اختلاف نہ ہو: پس یہ کمرہ سفید

ہے ''یعنی اس کا مرمری فرش'' اور یہ کمرہ سفید نہیں ہے ''یعنی تمام'' ان دو قضیوں میں تعارض نہیں ہے کیوں کہ سفید ہونے کا حکم صرف فرش پر ہے اور سفید نہ ہونے کا حکم پورے کمرے پر ہے۔

(۸) وحدت اضافت: دونوں قضیوں کی نسبت ایک ہو: پس ارشد باپ ہے یعنی سلمان کا اور ارشد باپ نہیں ہے یعنی خالد کا ان دو قضیوں میں تعارض نہیں ہے کیوں کہ نسبت ایک نہیں ہے۔

کسی شاعر نے وحدت ثمانیہ کو نظم کیا ہے۔

در تناقض ہشت وحدتِ شرط داں
وحدتِ موضوع و محمول و مکاں
وحدتِ شرط و اضافت جزء و کل
قوۃ و فعل است در آخر زماں

قضیہ محصورہ میں تناقض کی شرطیں

دو محصورہ قضیوں میں تناقض پائے جانے کے لیے وحداتِ ثمانیہ کے علاوہ کلیت اور جزئیت کا اختلاف بھی ضروری ہے یعنی ان میں سے ایک قضیہ کلیہ ہو اور دوسرا جزئیہ۔

لہذا موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ آئے گی، جیسے ''ہر انسان جاندار ہے'' موجبہ کلیہ ہے اس کی نقیض ''بعض انسان جاندار نہیں ہے'' سالبہ جزئیہ آئے گی، اور سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ آئے گی جیسے ''کوئی انسان پتھر نہیں ہے'' سالبہ کلیہ ہے اس کی نقیض ''بعض انسان پتھر ہیں'' موجبہ جزئیہ آئے گی۔

شرطیات کی نقیضیں: دو قضیہ شرطیہ میں تناقض کے لیے ان کا جنس اور نوع میں متفق ہونا اور کیف میں مختلف ہونا ضروری ہے۔

جنس سے مراد: متصلہ اور منفصلہ ہونا ہے، یعنی اصل قضیہ اگر متصلہ ہے تو نقیض بھی متصلہ

ہوگی، اور اصل قضیہ اگر منفصلہ ہے تو اس کی نقیض بھی منفصلہ ہی ہوگی۔

نوع سے مراد: لزومیہ، عنادیہ اور اتفاقیہ ہونا ہے، یعنی اصل قضیہ اگر لزومیہ، عنادیہ یا اتفاقیہ ہے تو اس کی نقیض بھی لزومیہ، عنادیہ یا اتفاقیہ ہوگی۔

کیف سے مراد: ایجاب اور سلب ہے، یعنی اصل قضیہ اگر موجبہ ہے تو اس کی نقیض سالبہ ہوگی، اور اصل قضیہ اگر سالبہ ہے تو اس کی نقیض موجبہ ہوگی۔

تینوں کی مثالیں؛

متصله لزومیه موجبه: كلما كان زيد انسانا كان حيوانًا.

متصله لزومیه سالبه: ليس كلما كان زيد انسانا كان حيوانًا.

منفصله عنادیه موجبه : دائما اما أن يكون هذا العدد زوجا أو فردًا.

منفصله عنادیه سالبه: ليس دائما اما أن يكون هذا العدد زوجا أو فردًا.

عکس کا بیان

عکس کی دو قسمیں ہیں؛ (۱) عکس مستوی (۲) عکس نقیض

عکس مستوی کا بیان

عکس مستوي یا عکس مستقیم : قضیہ کے پہلے جز کو دوسرا اور دوسرے جز کو پہلا بنا دینا اس طور پر کہ صدق اور کیفیت علی حالہ باقی رہے، یعنی پہلا قضیہ اگر سچا ہے یا سچا مانا ہے تو دوسرا بھی سچا ہی ماننا پڑے گا اور پہلا اگر موجبہ ہے تو دوسرا بھی موجبہ ہی ہوگا یا پہلا اگر سالبہ ہے تو دوسرا بھی سالبہ ہی ہوگا۔

موجبہ کلیہ کا عکس مستوی موجبہ جزئیہ آتا ہے، جیسے "ہر انسان جاندار ہے" کا عکس مستوی ہے "بعض جاندار انسان ہیں"

موجبہ جزئیہ کا عکس مستوی موجبہ جزئیہ ہی آتا ہے، جیسے "بعض انسان جاندار ہیں" کا عکس

مستوی ہے ''بعض جاندار انسان ہیں''

سالبہ کلیہ کا عکس مستوی سالبہ کلیہ آتا ہے، جیسے ''کوئی انسان پتھر نہیں ہے'' کا عکس مستوی ہے ''کوئی پتھر انسان نہیں''

سالبہ جزئیہ کا عکس مستوی ہر جگہ لازمی طور سے نہیں آتا، کیوں کہ ''بعض جاندار انسان نہیں'' سالبہ جزئیہ ہے اور سچا ہے مگر اس کا عکس مستوی ''بعض انسان جاندار نہیں'' غلط ہے۔

عکس نقیض کا بیان

عکس نقیض: عکس نقیض کی تعریف میں دو مذہب ہیں ایک قدماء کا اور دوسرا متاخرین کا۔

مذہب قدماء: طرفین قضیہ کی نقیض کو اس طرح ایک دوسرے کی جگہ رکھ دینا کہ اس کا صدق اور کیف علی حالہ باقی رہے۔

مذہب متأخرین: نقیض ثانی کو اول کی جگہ اور عین اول کو ثانی کی جگہ اس طور پر رکھ دینا کہ وہ ایجاب اور سلب میں مختلف ہو جائیں۔

نوٹ: عکس نقیض میں موجبات کا حکم وہی ہے جو عکس مستوی میں سوالب کا ہے اسی طرح یہاں کے سوالب کا حکم وہی ہے جو وہاں کے موجبات کا ہے۔

موجبه كليه كا عكس نقيض: موجبہ کلیہ کا عکس نقیض موجبہ کلیہ ہی آتا، ہے جیسے ''كل إنسان حيوان'' کا عکس نقیض ''كل لا حيوان لا إنسان'' (ہر غیر جاندار غیر انسان ہے) آتا ہے۔

موجبه جزئيه كا عكس نقيض: موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض نہیں آتا۔

سالبه كليه كا عكس نقيض: سالبہ کلیہ کا عکس نقیض سالبہ جزئیہ آتا ہے، جیسے ''لا شيء من الإنسان بفرس'' کا عکس نقیض ''بعض اللافرس ليس بلا إنسان'' (بعض لا فرس انسان ہیں) آتا ہے۔

سالبه جزئيه كا عكس نقيض: سالبہ جزئیہ کا عکس نقیض سالبہ جزئیہ ہی آتا ہے، جیسے

"بعض الحیوان لیس بانسان" کا عکس نقیض "بعض اللاإنسان لیس بلا حیوان" (بعض لا انسان حیوان ہیں) آتا ہے۔

حجت کا بیان

حجت کی تین قسمیں ہیں؛(۱) قیاس (۲)استقراء (۳)تمثیل

استدلال یا تو کلی سے ہوگا یا جزئی سے، پہلی صورت دو حال سے خالی نہیں، یا تو کلی پر ہوگا یا جزئی پر، دونوں صورتوں کا نام قیاس ہے، دوسری صورت میں یا تو کلی پر ہوگا اور وہ استقراء ہے یا جزئی پر ہوگا اور وہ تمثیل ہے۔

قیاس کا بیان

قیاس: دو یا چند قضایا سے مرکب ایسی بات ہے جن کے مان لینے سے خود بخود دوسرا قضیہ ماننا پڑے، جیسے ہر انسان جاندار ہے اور ہر جاندار جسم والا ہے تو ان دونوں قضیوں کو مان لینے سے یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ہر انسان جسم والا ہے۔

قیاس کی دو قسمیں ہیں؛(۱)استثنائی (۲)اقترانی

قیاس استثنائی: وہ قیاس ہے جس میں نتیجہ یا نقیض نتیجہ اپنی پوری ہیئت اور اجزاء کے ساتھ مذکور ہو، جیسے إن كان زيد إنسانا كان حيوانا لكنه إنسان فهو حيوان اور إن كان زيد حمارا كان ناهقا لكنه ليس بناهق فإنه ليس بحمار.

قیاس اقترانی: وہ قیاس ہے جس میں نتیجہ یا نقیض نتیجہ اپنی پوری ہیئت اور ترتیب کے ساتھ مذکور نہ ہو بلکہ صرف اجزاء بغیر ترتیب نتیجہ کے مذکور ہوں، جیسے زيد إنسان و كل إنسان حيوان فزيد حيوان.

قیاس اقترانی کی دو قسمیں ہیں؛ (۱)حملی (۲)شرطی

قیاس اقترانی حملی: وہ قیاس ہے جو صرف قضایا حملیہ سے مرکب ہو، جیسے زید انسان ہے، اور انسان جاندار ہے، لہذا زید جاندار ہے۔

قیاس اقترانی شرطی: وہ قیاس ہے جو صرف قضایا حملیہ سے مرکب نہ ہو بلکہ یا تو صرف شرطیات سے مرکب ہو یا شرطیہ اور حملیہ دونوں طرح کے قضیوں سے مرکب ہو، جیسے صرف شرطیہ سے مرکب ہونے کی مثال **کلما کانت الشمس طالعة فالنهار موجود و کلما کان النهار موجودا فالعالم مضيئ فکلما کانت الشمس طالعة فالعالم مضيئ**، شرطیہ اور حملیہ دونوں سے مرکب ہونے کی مثال: **کلما کان هذا الشيء انسانا کان حیوانا و کل حیوان جسم فکلما کان هذا الشيء انسانا کان جسما.**

اصغر: نتیجۂ قیاس کے موضوع کو اصغر کہتے ہیں، جیسے مثال مذکور میں زید۔

اکبر: نتیجۂ قیاس کے محمول کو اکبر کہتے ہیں، جیسے مثال مذکور میں حیوان۔

مقدمہ: وہ قضیہ جو قیاس کا جز بنے اسے مقدمہ کہتے ہیں، جیسے مثال مذکور میں ''زید انسان ہے'' پہلا مقدمہ ہے اور ''ہر انسان جاندار ہے دوسرا مقدمہ ہے۔

صغریٰ: قیاس کے جس مقدمہ میں اصغر مذکور ہوتا ہے اسے صغری کہتے ہیں، جیسے مثال مذکور میں ''زید انسان ہے''۔

کبریٰ: قیاس کے جس مقدمہ میں اکبر مذکور ہوتا ہے اسے کبری کہتے ہیں، جیسے مثال مذکور میں ''ہر انسان جاندار ہے''۔

حد اوسط: قیاس کا وہ جز جو قیاس میں مکرّر رہو اسے حد اوسط کہتے ہیں، جیسے مثال مذکور میں ''انسان''۔

قرینہ اور ضرب: وہ ہیئت ہے جو صغری کبری کے ایجاب وسلب اور کلیت اور جزئیت میں اختلاف کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

شکل: حد اوسط کو اصغر اور اکبر کے ساتھ ملانے سے جو ہیئت حاصل ہوتی ہے اسے شکل کہتے ہیں۔

نتیجہ: وہ بات جو قیاس کے مقدموں کو ملانے سے لازم آتی ہے اسے نتیجہ کہتے ہیں، جیسے

مثال مذکور میں زید حیوان ہے۔

کل شکلیں چار ہیں

شکل اول: اگر حداوسط صغری میں محمول اور کبری میں موضوع ہوتو اسے شکل اول کہتے ہیں، جیسے ہر انسان جان دار ہے (صغری) ہر جان دار جسم والا ہے (کبری) پس ہر انسان جسم والا ہے (نتیجہ)

شکل ثانی: اگر حداوسط صغری اور کبری دونوں میں محمول ہوتو اسے شکل ثانی کہتے ہیں، جیسے ہر انسان جان دار ہے (صغری) کوئی پتھر جان دار نہیں ہے (کبری) پس کوئی انسان پتھر نہیں ہے (نتیجہ)

شکل ثالث: اگر حداوسط صغری اور کبری دونوں میں موضوع ہوتو اسے شکل ثالث کہتے ہیں، جیسے ہر انسان جان دار ہے (صغری) ہر انسان لکھنے والے ہیں (کبری) پس بعض جان دار لکھنے والے ہیں (نتیجہ)

شکل رابع: اگر حداوسط صغری میں موضوع اور کبری میں محمول ہوتو اسے شکل رابع کہتے ہیں، جیسے ہر انسان جان دار ہے (صغری) بعض لکھنے والے انسان ہیں (کبری) پس بعض جان دار لکھنے والے ہیں (نتیجہ)

چاروں شکلوں کے نتیجہ دینے کی شرطیں

پہلی شکل میں: کیف کے اعتبار سے ایجاب صغری اور کم کے اعتبار سے کلیت کبری شرط ہے۔

دوسری شکل میں: کم کے اعتبار سے کبری کا کلیہ ہونا اور کیف کے اعتبار سے دونوں مقدموں کا مختلف ہونا شرط ہے۔

تیسری شکل میں: کم کے اعتبار سے دونوں مقدموں میں سے کسی بھی ایک کا کلیہ ہونا اور کیف کے اعتبار سے صغری کا موجبہ ہونا شرط ہے۔

چوتھی شکل میں: کم اور کیف کے اعتبار سے دو باتوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے؛
(۱) اگر دونوں مقدمے موجبہ ہوں تو صغریٰ کا کلیہ ہونا ضروری ہے۔
(۲) اگر دونوں مقدمے ایجاب وسلب میں مختلف ہوں تو دونوں میں سے کسی بھی ایک کا کلیہ ہونا ضروری ہے۔

استقراء کا بیان

استقراء: وہ ایسی مرکب بات ہے جس میں بہت سے جزئیات کے احوال دیکھ کر کوئی کلی حکم لگایا جائے، یعنی امر جزئی سے کلی حکم لگانا، جیسے لکھنؤ کے بہت سے لوگوں کو مہذب دیکھ کر آپ نے کہا کہ لکھنؤ کا ہر آدمی مہذب ہے تو اسی کو استقراء کہتے ہیں۔
استقراء کی دو قسمیں ہیں؛ (۱) استقراء تام (۲) استقراء ناقص

استقراء تام: وہ استقراء ہے جس میں تمام جزئیات کا جائزہ لیا گیا ہو، کوئی ایک بھی جزئی جائزہ سے خارج نہ ہو، جیسے صحابۂ کرام کا جائزہ لے کر محدثین نے حکم لگایا کہ "الصحابة کلھم عدول" (تمام صحابۂ کرامؓ روایت حدیث میں معتبر ہیں)

استقراء تام کا حکم: استقراء تام مفید یقین ہے مگر استقراء تام کی مثالیں بہت کم ہیں کیوں کہ کسی کلی کی تمام جزئیات کا جائزہ لینا بہت مشکل ہے۔

استقراء ناقص: ایسا استقراء ہے جس میں کسی کلی کی اکثر جزئیات کا جائزہ لے کر کوئی کلی حکم لگایا جائے، مثلاً مسلمان امانت دار ہوتا ہے، طالب علم شریف ہوتا ہے وغیرہ۔

استقراء ناقص کا حکم: استقراء ناقص مفید ظن ہوتا ہے اور عام طور پر استقراء ناقص ہی ہوتا ہے پس اگر بعض افراد میں وہ حکم نہ پایا جائے تو اس سے استقراء یا کلی حکم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

تمثیل کا بیان

تمثیل: کسی ایک جزئی کی دوسری جزئی کے ساتھ حکم کی علت میں باہم شرکت بیان کرنا تا کہ

وہ حکم پہلی جزئی میں بھی ثابت کیا جائے، جیسے افیم (افیون) شراب کی طرح نشہ آور چیز ہے اور شراب حرام ہے پس شراب کی طرح افیم بھی حرام ہے، اس مثال میں پہلی جزئی افیم ہے اور دوسری جزئی شراب ہے اور حرام ہونا حکم ہے اور نشہ آور ہونا اس حکم کی علت ہے۔

تمثیل کا حکم: تمثیل بھی استقراء ناقص کی طرح مفید ظن ہوتی ہے۔

تمثیل کے ارکان

تمثیل کی بنیاد چار چیزوں پر ہے؛

اصل (مقیس علیه): پہلی جزئی جس میں وہ حکم ملا ہے، جیسے شراب.

فرع (مقیس): دوسری جزئی جس پر اصل کا حکم لگایا گیا ہے، جیسے افیم۔

علت: وہ مشترک چیز جس کی بنیاد پر اصل کا حکم فرع پر لگایا گیا ہے، جیسے نشہ آور ہونا۔

حکم: وہ بات جو اصل میں تھی پھر اسے فرع میں منتقل کیا گیا ہے، جیسے حرام ہونا.

علت معلوم کرنے کا طریقہ: کسی حکم کی علت معلوم کرنے کے متعدد طریقے ہیں مگر عمدہ طریقے دو ہیں؛ (۱) دوران (۲) تردید

دوران: وہ کسی حکم کا اپنی علت کے ساتھ رہنا ہے علت کے پائے جانے کی صورت میں بھی اور نہ پائے جانے کی صورت میں بھی، یعنی جب علت پائی جائے تو حکم بھی پایا جائے اور جب علت معدوم ہو تو حکم بھی معدوم ہو، مثلاً شراب جب تک نشہ آور ہے حرام ہے اور جب سرکہ بن جائے اور نشہ ختم ہو جائے تو حرام نہیں ہے اور اس کا دوسرا نام "طرد وعکس" بھی ہے۔

تردید: کسی چیز کے ممکنہ اوصاف کو "او" حرف تردید کے ذریعہ جمع کرنا، پھر جن اوصاف میں علت ہونے کی صلاحیت نہیں ہے ان کو ساقط کرنا، تا آنکہ وہ وصف باقی رہ جائے جو علت ہے، مثلاً مذکورہ مثال میں یہ کہنا کہ شراب حرام ہے یا تو اس کے سیال ہونے کی وجہ سے، یا بدبودار ہونے کی وجہ سے، یا انگور کی بنی ہوئی ہونے کی وجہ سے، یا کھٹی ہونے کی وجہ سے، یا نشہ آور ہونے کی وجہ سے مگر سیال ہونا علت نہیں ہو سکتا کیوں کہ پانی دودھ وغیرہ بھی

سیال ہیں اور حلال ہیں، اسی طرح بد بودار ہونا بھی علت نہیں ہوسکتا کیوں کہ سوکھی مچھلی جو نہایت بد بودار ہوتی ہے حلال ہے، اسی طرح انگور کی بنی ہوئی ہونا بھی حرمت کی علت نہیں ہوسکتا کیوں کہ انگور کا رس نشہ آور ہونے سے پہلے حلال ہے، اسی طرح کھٹا ہونا بھی حرمت کی علت نہیں ہوسکتا کیوں کہ املی کھٹی ہوتی ہے اور حلال ہے، پس ثابت ہوا کہ شراب حرام ہے نشہ آور ہونے کی وجہ سے پس وہی حکم کی علت ہے اور اس قسم کا نام ''سبر و تقسیم'' بھی ہے۔ (مفتاح التہذیب)

تردید کا حکم: تردید یقین کا فائدہ نہیں دیتا ہے۔

قیاس خلف: وہ قیاس ہے جس کے ذریعہ کوئی بات پیش کی جائے اس کی نقیض کو باطل کرکے۔

نوٹ: مثلاً یہ دعوی کہ ''کوئی انسان پتھر نہیں ہے'' یہ دعوی شکل ثانی سے اس طرح ثابت ہے کہ **کل انسان حیوان، ولاشيء من الحجر بحیوان، فلا شيء من الانسان بحجر**، اب اگر کوئی شخص شکل ثانی کے نتیجہ کو صحیح نہیں مانتا تو ضروری ہوگا کہ اس کی نقیض کو صحیح مانے، کیوں کہ نقیضین کا ارتفاع محال ہے اور نقیض کو صحیح ماننے سے خلاف مفروض لازم آتا ہے اور خلاف مفروض محال ہے اور جو چیز محال کو مستلزم ہو وہ خود بھی محال ہوتی ہے، پس نقیض باطل ہوگی اور نتیجہ صحیح ہوگا۔

رہی یہ بات کہ نقیض کو سچا ماننے سے خلاف مفروض کیسے لازم آتا ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس نقیض کو صغری بنایا جائے اور مذکورہ شکل ثانی کے کبری کو کبری بنا کر شکل اول ترتیب دی جائے تو جو نتیجہ آئے گا وہ اصل قیاس کے صغری کی نقیض ہوگا جو خلاف مفروض ہے۔

مثلاً: مذکورہ قیاس کے صغری اور کبری کو سچا مان لیا گیا ہے، پس لامحالہ اس کا نتیجہ یعنی **لاشيء من الانسان بحجر** بھی سچا ہوگا، ورنہ اس کی نقیض یعنی **بعض الانسان حجر** سچی ہوگی، حالاں کہ یہ نقیض سچی نہیں ہے کیوں کہ جب ہم اس نقیض کو صغری بنا کر اور اصل قیاس کے کبری کو کبری بنا کر شکل اول ترتیب دیں گے تو کہیں گے کہ **بعض الانسان حجر و لا شيء من الحجر بحیوان** تو نتیجہ آئے گا **بعض الانسان لیس بحیوان** اور یہ نتیجہ

اصل قیاس کے صغری یعنی کل انسان حیوان کی نقیض ہے اور چوں کہ اصل قیاس کا صغری سچا مانا جاچکا ہے، پس ضرور یہ نتیجہ کاذب ہوگا۔(مفتاح التهذيب)

قیاس کی صورت: وہ ہیئت جو صغری اور کبری کو ترتیب دینے اور حد اوسط کے اصغرو اکبر کے پاس رکھنے سے حاصل ہوتی ہے، اسے قیاس کی صورت کہتے ہیں۔

قیاس کا مادہ: قیاس کے دونوں مقدمے یعنی صغری اور کبری کو قیاس کا مادہ کہتے ہیں، جیسے العالم متغير و كل متغير حادث.

مادہ کے اعتبار سے قیاس کی تقسیم

مادہ کے اعتبار سے قیاس کی پانچ قسمیں ہیں؛(۱) قیاس برھانی (۲) قیاس جدلی (۳) قیاس خطابی (۴) قیاس شعری (۵) قیاس سفسطی

قیاس برھانی: وہ قیاس ہے جو مقدمات یقینیہ سے مرکب ہو، خواہ وہ مقدمات بدیہی ہوں یا نظری ہوں، جیسے محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ہر اللہ کا رسول واجب الاطاعت ہے تو نتیجہ نکلا کہ محمد ﷺ واجب الاطاعت ہیں۔

قیاس برہانی کے اجزاء

جن قضایا اور مقدمات یقینیہ سے قیاس برہانی مرکب ہوتا ہے وہ چھ اقسام ہیں؛(۱) اولیات (۲) فطریات (۳) حدسیات (۴) مشاہدات (۵) تجربیات (۶) متواترات

اولیات: وہ قضایا ہیں جن کی طرف توجہ کرتے ہی عقل کو موضوع اور محمول اور نسبت کے تصور کا یقین حاصل ہو جائے، یقین کے حصول کے لیے کسی اور واسطہ کی ضرورت نہ ہو، خواہ وہ تصورات بدیہی ہوں یا نظری ہوں یا بعض بدیہی اور بعض نظری ہوں، جیسے دو اور دو چار ہوتے ہیں، خالق کا رتبہ مخلوق سے بڑا ہوتا ہے۔

فطریات: وہ قضایا ہیں جن کے اطراف اور نسبت کا محض تصور سے عقل کو یقین حاصل نہ ہو بلکہ حصول یقین کے لیے واسطہ کی ضرورت ہو، اور وہ واسطہ ایسا ہو جو اطراف کے ساتھ

ساتھ رہتا ہو، کبھی جدا نہ ہوتا ہو، جیسے چار کا جفت ہونا، جو چار اور جفت کا تصور کرنے سے معلوم نہیں ہوسکتا، بلکہ چار کا ''دو برابر حصوں میں تقسیم ہونے کا علم'' کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے، مگر یہ (واسطہ) ایسی چیز ہے جو چار سے کبھی جدا نہیں ہوتا۔

ذہن سے بالکل غائب نہ ہوتا ہو، بل کہ اطراف کا تصور کرتے ہی اس کا بھی تصور ہو جائے، جیسے چار کا جفت ہونا اور تین کا طاق ہونا۔

حدسیات :وہ قضایا ہیں جن کے مضمون پر یقین حدس کے ذریعہ حاصل ہوا ہو، جیسے چاند کی روشنی سورج کا عکس ہے۔

حدس :حدس کے معنی ہیں دانائی، اور حدسیات عرف عام میں وہ باتیں کہلاتی ہیں جو دانائی اور سے معلوم کی جاتی ہیں اور اصطلاح میں حدس کہتے ہیں مبادیات سے ایک دم نتیجہ تک پہنچ جانا۔

مشاھدات :وہ قضایا ہیں جن کے مضمون پر یقین حواس ظاہرہ یا حواس باطنہ کے ذریعہ حاصل ہوا ہو۔

مشاہدات کی دو قسمیں ہیں؛(۱) حِسّیات (۲) وجدانیات

حسیات:وہ باتیں جو حواس ظاہرہ سے جانی جاتی ہیں انہیں حسیات کہتے ہیں۔

حواس ظاہرہ کی قسمیں

حواس ظاہر پانچ ہیں؛(۱) باصرہ (۲) سامعہ (۳) شامّہ (۴) ذائقہ (۵) لامسہ

باصرہ :دماغ کے اگلے حصہ میں جوف دار رگیں ہیں جو آپس میں مل کر الگ ہوگئی ہیں، چناں چہ ایک رگ ایک آنکھ کی طرف اور دوسری رگ دوسری آنکھ کی طرف پہنچی ہوئی ہے، ان دونوں جوف دار رگوں میں ایک قوۃ ہوتی ہے جس کے ذریعہ روشنی، رنگ، شکل وغیرہ کا ادراک کیا جاتا ہے یہی قوتِ باصرہ کہلاتی ہے۔

سامعہ :کان کے سوراخ کے گڈھے میں ایک رگ بچھی ہوئی ہے جس میں ایک ایسی قوت

ہوتی ہے کہ اس کے ذریعہ آوازوں کا ادراک کیا جاتا ہے یہی قوتِ سامعہ ہے۔

شامہ : دماغ کے اگلے حصہ میں دو گوشت کے ٹکڑے اُگے ہوئے ہیں جو عورت کی چھاتی کی نوک کے مشابہ ہیں ان میں ایک ایسی قوت رکھی ہوئی ہے جس کے ذریعہ بوؤں کا ادراک کیا جاتا ہے یہی قوتِ شامہ ہے۔

ذائقہ : زبان کی جرم (جسم) پر ایک رگ بچھی ہوئی ہے اس رگ میں ایک ایسی قوت رکھی ہوئی ہے جس کے ذریعہ مزہ کا ادراک کیا جاتا ہے اس طور پر کہ جب کوئی چیز منہ میں رکھی جاتی ہے تو لعاب اس کے ساتھ مل کر اس رگ تک پہنچ جاتا ہے جس سے چکھنے کا تحقق ہوتا ہے یہ قوتِ ذائقہ ہے۔

لامسہ : پورے بدن میں رگیں پھیلی ہوئی ہیں جن کے اندر ایک ایسی قوت سرایت کیے ہوئے ہے جس کے ذریعہ گرمی، سردی، خشکی، تری، سختی، نرمی وغیرہ کا ادراک کیا جاتا ہے یہی قوتِ لامسہ کہلاتی ہے۔

وجدانیات : وہ باتیں جو حواس باطنہ کے ذریعہ جانی جاتی ہیں انہیں وجدانیات کہتے ہیں۔

حواس باطنہ کی قسمیں

حواس باطنہ بھی پانچ ہیں؛ (۱) حسِ مشترک (۲) خیال (۳) وہم (۴) حافظہ (۵) متصرفہ

حس مشترک : وہ قوت ہے جو ظاہری چیزوں کی صورتوں کو حاصل کرتی ہے، جیسے مدرسہ کی صورت، قلم، کتاب وغیرہ، اس کا مقام جوفِ اول (مقدم دماغ) ہے۔

خیال : وہ قوت ہے جو حس مشترک کے واسطے خزانہ ہے یعنی اس میں حس مشترک کے ذریعہ حاصل شدہ صورتیں جمع رہتی ہیں، جیسے آپ کے ذہن میں کسی بچھڑے دوست کی صورت محفوظ ہے، اس کا مقام مقدم دماغ میں حس مشترک کے بعد ہے۔

وہم : وہ قوت ہے جو ظاہری چیزوں کے علاوہ معانی شخصیہ جزئیہ کا ادراک کرتی ہے، لیکن یہ معانی کلیہ کا ادراک نہیں کرتی ہے، جیسے محبت، نفرت وغیرہ، اس کا مقام مؤخر دماغ کے

اندر شروع میں ہے۔

نوٹ: معانی سے وہ معانی مراد ہیں جو حواس ظاہرہ سے نہ جانے جا سکیں۔

حافظہ: وہ قوت ہے جو معانی جزئیہ کے لیے خزانہ ہے، یعنی یہ وہم کے ذریعہ حاصل شدہ معانی جزئیہ کو محفوظ رکھتی ہے، جیسے آپ کو کسی سے محبت ہوئی تھی جو ابھی تک یاد ہے، اس کا مقام مؤخر دماغ میں وہم کے بعد ہے۔

متصرفہ: وہ قوت ہے جو حس مشترک اور وہم سے حاصل شدہ صورتوں اور معانی کے درمیان تفصیل وترکیب کا کام کرے، یعنی اس میں جوڑ توڑ لگاتی رہے جیسے آپ کے ذہن میں حسان کی صورت موجود ہے اور حماد کی صورت موجود ہے اب متصرفہ نے ان دونوں صورتوں کو الگ الگ کر دیا کہ یہ حسان کی صورت ہے اور یہ حماد کی صورت ہے۔

تجربیات: وہ قضایا ہیں جن کے مضمون پر یقین بار بار کے تجربے کی بنا پر حاصل ہوا ہو، جیسے بنفشہ اور اسطوخودوس (دو جڑی بوٹیاں) نزلہ کا رافع ہے۔

متواترات: وہ قضایا ہیں جن کے مضمون پر یقین اتنی بڑی جماعت کے خبر دینے سے حاصل ہو جن کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا عقل باور نہ کرے، جیسے محمد ﷺ دنیا میں تشریف لا چکے ہیں۔

دلیل لمی و انی

قیاس برہانی کی دو قسمیں ہیں؛ (۱) برہان لمی (۲) برہان اِنی

برہان لمی: وہ دلیل ہے جس میں حد اوسط نتیجہ کی نسبت (ایجابی یا سلبی) کے لیے جس طرح ذہن میں علت ہے اسی طرح خارج میں بھی علت ہو، بالفاظ دیگر ''علت سے معلول پر استدلال کرنا'' جیسے یہاں آگ موجود ہے اور جہاں آگ موجود ہوتی ہے دھواں ہوتا ہے پس یہاں دھواں ہے۔

برہان انی: وہ دلیل ہے جس میں حد اوسط نتیجہ کی نسبت (ایجابی یا سلبی) کے لیے

صرف ذہن میں علت ہو خارج میں علت نہ ہو، بل کہ اس کے معلول ہوسکتا ہو بالفاظ دیگر ''معلول سے علت پر استدلال کرنا'' جیسے وہاں دھواں موجود ہے اور جہاں دھواں ہوتا ہے آگ بھی ہوتی ہے لہذا وہاں آگ موجود ہے۔

قیاس جدلی :وہ قیاس ہے جو مشہور باتوں (سچی ہوں یا جھوٹی ہوں) یا مسلم باتوں سے مرکب ہو جیسے ہندؤں نے یہ مان رکھا ہے کہ جان دار کو ذبح کرنا برا ہے، اور ہر برا کام واجب الترک ہے، لہذا جان دار کو ذبح کرنا واجب الترک ہے۔

مشھورات :وہ قضایا ہیں جو لوگوں کے درمیان مشہور ہو گئے ہوں اور یہ قضایا زمانے اور جگہ کے اعتبار سے ادلتے بدلتے رہتے ہیں، جیسے ظلم بری چیز ہے، ستر کا کھولنا مذموم ہے۔

مسلمات :وہ قضایا ہیں جو مد مقابل کے درمیان تسلیم شدہ ہوں دشمن کو خاموش کرنے کے لیے جن پر کلام مرتب ہو، جیسے فقہاء کرام کا فقہ کے اصول تسلیم کرنا۔

قیاس جدلی کا مقصد: یہ ہے کہ جو آدمی دلائل سے ناواقف ہے وہ مد مقابل کا مقابلہ کر کے انہیں خاموش کر سکے۔

قیاس خطابی :وہ قیاس ہے جو مقبولات اور مظنونات سے مرکب ہو، جیسے نبیوں، ولیوں اور دانشمندوں کی باتیں لوگوں میں مقبول ہوتی ہیں اور کسی دیوار کی مٹی مسلسل جھڑ رہی ہو تو غالب گمان یہ ہے کہ وہ گرے گی پس کہہ سکتے ہیں کہ **کل حائط ینتشر منه التراب فهو منهدم.**

مقبولات :بلند مرتبہ حضرات کے وہ اقوال جن کو لوگ ان سے حسن ظن کی بنا پر تسلیم کرتے ہیں، جیسے ''الصبر مفتاح الفرج''(صبر خوش حالی کی کنجی ہے)

مظنونات :وہ قضایا ہیں جن سے ذہن میں غالب گمان پیدا ہو جائے جبکہ اس کے خلاف کا بھی احتمال ہو، جیسے زید رات کو پوشیدہ طور پر گلیوں میں پھرتا ہے اور جو پوشیدہ طور پر گلیوں میں پھرتا ہے وہ چور ہوتا ہے لہذا زید چور ہے یہ قضیہ ظن غالب کا فائدہ دیتا ہے۔

قیاس خطابی کا مقصد :سامع کو ان باتوں کی ترغیب دینا جو اخلاق کو سنوارنے اور

دین کے تعلق سے سامع کے لیے نفع بخش ہوں۔

قیاس شعری: وہ قیاس ہے جو محض خیالی قضایا سے مرکب ہو جو واقعۃً صادق ہوں یا کاذب اور محال ہوں یا ان باتوں کے دلوں میں مؤثر ہونے کا امکان ہو، جیسے میرا محبوب چاند ہے اور ہر چاند عالم کو روشن کرتا ہے لہذا میرا محبوب عالم کو روشن کرتا ہے۔

قیاس شعری کا مقصد: یہ ہے کہ سامعین کی طبیعتوں میں کسی چیز کا شوق یا کسی چیز سے نفرت پیدا کی جائے۔

مخیلات: وہ خیالی قضایا ہیں کہ جب ذہن میں آئیں تو دل ان قضایا سے متاثر ہو جائے۔

قیاس سفسطی: وہ قیاس ہے جو محض وہمی باتوں سے یا سچی باتوں سے ملتی جلتی باتوں سے مرکب ہو جیسے تاریکی کا خوف اور مردہ سے ڈرنا محض وہم ہے اور عذابِ قبر کے منکروں کا یہ کہنا کہ مردہ جماد ہے پس اس کو عذاب کیسا؟ یہ وسوسہ ہے۔

وھمیات: وہ قضایا ہیں جو خواہ مخواہ وہم نے گھڑ لیے ہوں، عقل کی کسوٹی پر پرکھنے سے ان کی کوئی واقعیت اور حقیقت سامنے نہ آئی ہو، جیسے جو چیزیں نظر نہیں آتی موجود نہیں ہے اور ہوا نظر نہیں آتی لہذا ہوا موجود نہیں ہے۔

مشبھات: وہ قضایا ہیں جو جھوٹے ہوں لیکن ان کے سچے ہونے کا دھوکہ لگ جائے یعنی یہ کہ وہ قضایا مقبولات میں سے ہیں یا مشہورات میں سے ہیں وغیرہ، اور یہ دھوکہ لفظی غلطی کی وجہ سے بھی ہوتا ہے اور معنوی غلطی کی وجہ سے بھی ہوتا ہے، جیسے ہم گھوڑے کی تصویر دیکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ یہ گھوڑا ہے اور ہر گھوڑا ہنہناتا ہے لہذا یہ بھی ہنہناتا ہے یہ لفظی دھوکہ ہے۔

قیاس سفسطی کا مقصد: دشمن کو دھوکہ دینا اور غلطی میں مبتلا کرنا۔

علوم کے اجزاء کا بیان

ہر فن تین چیزوں کا مجموعہ ہوتا ہے؛ (۱) موضوع (۲) مبادی (۳) مسائل

موضوع: ہر فن کا موضوع وہ چیز ہوتی ہے جس کے عوارض ذاتیہ سے اس علم میں بحث کی

جاتی ہے، جیسے نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے اور منطق کا موضوع معلوم تصورات اور تصدیقات ہیں۔

مبادی: وہ بنیادی باتیں جن پر فن کے مسائل کا مدار ہوتا ہے۔

مبادی کی دو قسمیں ہیں؛(۱) مبادیٔ تصوریہ (۲) مبادیٔ تصدیقیہ

مبادیٔ تصوریہ: وہ باتیں ہیں جن میں کوئی حکم نہیں ہوتا، یہ تین چیزیں ہیں؛

(**الف**) **موضوع کی تعریف**؛ جیسے منطق کا موضوع تصور اور تصدیق ہیں۔

(**ب**) **موضوع کے اجزاء کی تعریف**؛ جیسے منطق کا موضوع دو چیزیں ہیں؛ تصور اور تصدیق اسی طرح ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ تعریف کی جائے، اور اصول فقہ کا موضوع ادلۂ شرعیہ ہے، اور وہ چار چیزیں ہیں؛ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع، اور قیاس لہذا ہر ایک کی الگ الگ تعریف کی جائے۔

(**ج**) **موضوع کے عوارض کی تعریف**؛ جیسے کلمہ کے عوارض ہیں رفع نصب اور جر، اس لیے نحو میں ہر ایک کی تعریف بیان کی جاتی ہے، تصور اور تصدیق کے عوارض ہیں بداہت اور نظریت، اس لیے منطق میں ہر ایک کی تعریف بیان کی جاتی ہے۔

مبادیٔ تصدیقیہ: وہ مقدمات ہیں جن میں کوئی حکم ہوتا ہے اور جن پر فن کے دلائل کا دارومدار ہوتا ہے مبادیٔ تصدیقیہ دو قسم کے ہیں؛(۱) مقدمات بدیہیہ (۲) مقدمات نظریہ

مقدمات بدیھیہ: یعنی اولیات جن کے طرفین کا تصور ہی حکم کے لیے کافی ہوتا ہے۔

مقدمات نظریہ: یعنی وہ مقدمات جو دلائل سے ثابت کیے جاتے ہیں پھر خواہ ان کو استاذ کے ساتھ حسن ظن کی بنا پر مان لیا گیا ہو یا چاروناچار مان لیا گیا ہو۔

مسائل: وہ باتیں جو فن میں مقصود بالذات ہوتی ہیں اور جن کی خاطر فن پڑھا جاتا ہے۔

پرانے زمانے میں علماء کتاب کے شروع میں وہ باتیں ذکر کیا کرتے تھے جن کو وہ رؤوس ثمانیہ (آٹھ بنیادی اور اہم باتیں) کہتے تھے، اور وہ مندرجہ ذیل ہیں؛

(**الف**) **فن کی غرض**؛ تاکہ فن کی تحصیل بے فائدہ نہ ہو۔

(ب) :**فن کافائدہ**؛تا کہ طالب علم اس فن کا مشتاق ہوجائے اوراس راہ کی تمام مشقتوں کوخندہ پیشانی سے برداشت کر سکے۔

(ج): **فن کا تسمیہ**؛ کیوں کہ فن کا نام فن کا عنوان ہوتا ہےاور عنوان سمجھ لینے کے بعد سارا معنون (جس تفصیل کووہ پڑھنا چاہتا ہے) بالاجمال سمجھ لیا جاتا ہے۔

(د) : **مصنف کا تذکرہ**؛تا کہ متعلم کے دل کوسکون حاصل ہو۔

(ہ)**فن کا رتبہ** ؛تا کہ متعلم پہلے ان علوم کوحاصل کرے جن کا پہلے حاصل کرنا ضروری ہےاوران علوم کو بعد میں پڑھے جن کو مؤخر کرنا ضروری ہے۔

(و) **فن کی نوعیت** ؛یعنی یہ کہ یہ فن علوم کی کس نوع سے تعلق رکھتا ہے؟ تا کہ اس فن میں وہ باتیں تلاش کی جائیں جواس سے مناسبت رکھتی ہیں۔

(ز)**کتاب کی تقسیم و تبویب** ؛تا کہ طالب علم جومسئلہ جس باب سے متعلق ہو، اسے وہاں تلاش کرے۔

(ح) : **مناھج تعلیم**؛یعنی فن کی تعلیم کے لیے کیا انداز بیان اختیار کرنا چاہئے۔

اور مناہج تعلیم چار ہیں؛

(الف) **تقسیم**:یعنی اوپر سے نیچے کی طرف بات کر کے سمجھانا،مثلاً سب سے پہلے جنس عالی (وجود) کوسمجھایا جائے، پھراس کو دو قسموں (جوہراور عرض) میں تقسیم کیا جائے، پھر جوہر کی دو قسمیں (جسم نامی اور جسم غیر نامی) بیان کی جائیں۔

(ب) **تحلیل** :یہ تقسیم کا برعکس طریقہ ہے مثلاً حیوانات کی تحلیل و تجزیہ کر کے انواع متعین کی جائیں اوران کی جنس بتائی جائے۔

(ج) **تحدید** :یعنی جب کوئی مسئلہ سمجھانا مقصود ہوتو پہلے ضروری اصطلاحات کی تعریف بیان کی جائیں تا کہ متعلم آسانی کے ساتھ مسئلہ سمجھ سکے۔

(د) **دلیل بیان کرنا**:تا کہ متعلم حق بات تک پہنچ سکےاوراس پر عمل پیرا ہو سکے۔

متفرقات کا بیان

آل: ہر متقی پرہیزگار مؤمن کو آل کہتے ہیں۔

آن: زمانے کے اجزاء کے درمیان حد فاصل کو آن کہتے ہیں، اور موجودہ وقت کو بھی آن کہتے ہیں۔

ابد: مستقبل کی جانب غیر متناہی (کبھی ختم نہ ہونے والے) زمانے کو ابد کہتے ہیں۔

ابتدائے حقیقی: وہ ابتداء ہے جس سے پہلے کوئی چیز نہ ہو، یعنی چیز کی ابتداء حقیقتاً اسی سے ہوتی ہو، جیسے عامۃً دینی کتابوں کی ابتدائے حقیقی حمد وصلاۃ سے ہوتی ہے۔

ابتدائے اضافی: ایک چیز کا دوسری (مخصوص) چیز سے پہلے ہونا، خواہ وہ مقدم چیز دوسری چیز کو دیکھتے ہوئے مؤخر ہو یا نہ ہو، جیسے عامۃً کتب نحو میں مرفوعات کی بحث کو منصوبات پر مقدم کیا جاتا ہے، یہ ابتدائے اضافی ہے۔

ابتدائے عرفی: وہ ابتداء ہے جس کے پہلے مقصود بالذات چیزوں میں سے کوئی چیز نہ ہو۔

اجزاء: جزء کی جمع ہے، وہ چیز جس سے ملکر کوئی دوسری چیز بنے اسے جز کہتے ہیں، جیسے لکڑی چارپائی کا جز ہے۔

جزء اور جزئی میں فرق: یہ ہے کہ کل (مثلاً زید) جزء (مثلاً زید کی انگلی) پر صادق نہیں آتا یعنی زید کی انگلی کے بابت یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ زید ہے، ہاں! کلی (مثلاً انسان) جزئی (مثلاً زید) پر صادق آتی ہے، جیسے کہا جاتا ہے کہ زید انسان ہے۔

ان میں دوسرا فرق یہ ہے کہ جزء کے انتفاء سے کل منتفی ہو جاتا ہے (مثلاً واحد من العشرة) کے منتفی ہونے سے عشرہ منتفی ہو جائے گا، برخلاف کلی کے، کہ وہ جزئی کے انتفاء

سے منتفی نہیں ہوتی، مثلا زید کے انتقال کر جانے سے انسان کلی منتفی نہیں ہوتی۔

ادراک: وہ انفعال ہے یعنی کسی چیز کا اثر قبول کرنا اور فعل کی ضد ہے جس کے معنی ہیں دوسری چیز کے اندر اثر ڈالنا۔

ازل: ماضی کی جانب غیر متناہی (کبھی ختم نہ ہونے والے) زمانے کو ازل کہتے ہیں۔

اشتراک لفظی: لفظ کو ابتداء ہی سے متعدد معانی کے لیے وضع کرنا، جیسے لفظ ''عین'' آنکھ، سونا، ذات، پانی کا چشمہ وغیرہ بہت سے معانی کے لیے شروع ہی سے موضوع ہے۔

اشتراک معنوی: لفظ کا ایک ایسے کلی معنی کے لیے موضوع ہونا جس کے تحت بہت سے افراد ہوں جیسے لفظِ قلم، آلۂ کتابت کے لیے وضع کیا گیا ہے اور اس کے کئی افراد ہیں۔

اصطلاح : مخصوص (علمی یا فنی) گروہ کا کسی لفظ کو معنیٰ موضوع لہ کے علاوہ دوسرے معنی (معنی منقول الیہ) کے ساتھ خاص کرنے پر متفق ہو جانا، جیسے اہلِ شرع لفظ ''صلاۃ'' (بمعنی دعاء) کے بارے میں مخصوص رکن کا نام رکھنے پر متفق ہو گئے ہیں۔

اعتباراتِ ثلاثہ

(۱) **بشرطِ شیء**: جب کوئی ماہیت عوارض کے ساتھ مل کر پائی جائے تو اس کا نام ''ماہیتِ مخلوطہ'' ہے، اسی کو محل بھی کہتے ہیں۔

نوٹ: یہ ماہیت یقینی طور پر پائی جاتی ہے۔

(۲) **بشرطِ لا شیء**: جب کوئی ماہیت لاشیء (عدم عوارض) کی شرط سے مشروط ہو تو اس کا نام ''ماہیت مجردہ'' ہے، وہی جوہر کا مقابل یعنی عرض ہے۔

نوٹ: یہ ماہیت تنہا بالکل نہیں پائی جاتی، کیوں کہ عرض محل کے بغیر نہیں پایا جا سکتا، حتی کہ بعض علماء نے اس کے وجود ذہنی کا بھی انکار کیا ہے، لیکن حق اس کا اثبات ہے، اس لیے کہ تصور کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔

(۳) **لا بشرطِ شیء**: وہ ماہیت ہے جو عوارض و عدمِ عوارض دونوں شرطوں سے خالی ہو، اس کا نام ''ماہیت مطلقہ'' ہے، اس کو عرضی بھی کہتے ہیں۔

نوٹ: ماہیت مطلقہ بذاتِ خود نہ تو موجود ہوتی ہے نہ معدوم اور نہ کلی ہے نہ جزئی۔

عرض: وہ موجود ہے جو اپنے وجود میں کسی کا محتاج ہو، جیسے سیاہی، سفیدی وغیرہ یہ چیزیں جب بھی پائی جائے گی کسی نہ کسی محل میں پائی جائے گی۔

عرضی: وہ مفہوم ہے جو کسی سے مشتق کیا جائے جیسے اسود، ابیض، کاتب وغیرہ سواد، بیاض اور کتابت سے مشتق ہے۔

محل: وہ چیز ہے جس کے ساتھ کوئی عرض قائم ہو جیسے، کپڑا کہ اس کے ساتھ سیاہی و سفیدی وغیرہ قائم ہوتی ہے۔

ان تینوں کی جامع مثال : ذات واجب الوجود ہے اس میں ذات محل ہے، وجود عرض ہے، اور موجود عرضی ہے۔

اعتقاد کی لغوی تعریف: دل کو کسی چیز کے ساتھ باندھ لینا۔

اعتقاد کی اصطلاحی تعریف: ایسا یقینی حکم جو تشکیک کو قبول کرنے والا ہو۔

اعتقاد جازم :اس اعتقاد کو کہتے ہیں جس میں جانب مخالف کا احتمال نہ ہو، جیسے آپ کا یہ اعتقاد کہ آپ آپ ہی ہیں۔

اعتقاد غیر جازم :اس اعتقاد کو کہتے ہیں جس میں جانب مخالف کا احتمال ہو، جیسے آپ کا یہ اعتقاد کہ امتحان میں آپ کا اول نمبر آئے گا۔

اللہ :اللہ ایسی ذات کا نام ہے جس کا وجود ضروری ہو اور وہ ذات تمام صفات کمالیہ کو اپنے اندر لیے ہوئے ہو۔

ایمان :جو باتیں اللہ کے رسول ﷺ اللہ کے پاس سے لے کر آئے ہیں انہیں دل سے ماننے کا نام ایمان ہے۔

ایّ: وہ ایسا لفظ ہے جس کے ذریعہ ایسی چیز کو طلب کیا جائے جس سے شئے اپنے ماسوا سے ممتاز ہو جائے یعنی ان چیزوں سے جو اس کی ذاتیات یا عرضیات میں اس کے ساتھ داخل ہیں۔

براعتِ استھلال: مصنف کا ابتدائے کتاب میں مقصود سے پہلے ایسے الفاظ کو ذکر

کرنا جو سرسری طور پر اصل مضمون کی طرف راہ نمائی کریں جیسے ''صاحب سلم'' نے خطبہ تحریر فرماتے ہوئے لکھا ہے ''سبحانه ما أعظم شانه لا يحد ولا يتصور ولا ينتج ولا يتغير تعالى عن الجنس والجهات جعل الكليات والجزئيات الايمان به نعم التصديق الخ ''مذکورہ عبارۃ میں فن منطق کے اصل مضمون ''حد، تصور، تصدیق، نتیجہ، جنس، کلی اور جزئی وغیرہ دیگر مسائل کی طرف اشارہ ہو رہا ہے۔

بسیط: ہر ایسی چیز جس کا کوئی جز نہ ہو اسے بسیط کہتے ہیں۔

تباین جزئی: یہ ہے کہ دو مفہوموں میں سے ہر ایک دوسرے کے بغیر فی الجملہ صادق آجائے، اس کی دو صورتیں ہیں یا تو عام خاص من وجہ کی شکل میں ہوگا یا پھر تباین کلی کی شکل میں۔

تجنیس: دو لفظوں کا تلفظ میں مشابہ اور معنی میں مختلف ہونے کو تجنیس کہتے ہیں، جیسے چمن میں کس نے الہی نگاہ ڈالی آج، جو کھلکھلاتی ہے گل کی ہر ایک ڈالی آج، مثال مذکور میں پہلے لفظ ''ڈالی'' سے فعل مراد ہے اور دوسرے لفظ ''ڈالی'' سے اسم یعنی شاخ مراد ہے۔

تخییل: ذہن میں کسی نسبتِ خبری (جملہ خبریہ کی نسبت) کا ایسا تصور آنا کہ ذہن اس نسبت کے بارے میں نہ ہی نفی و اثبات کے درمیان دائر ہو، اور نہ تو کسی ایک نسبت کے پائے جانے کا فیصلہ کرتا ہو۔ (یعنی ابتداء ذہن میں آنے والا خیال)

ترتیب مفید: ایسی ترتیب ہے جس کے وجود میں آنے کے بعد نتیجہ خود بخود حاصل ہو جائے اور اس میں کسی غلطی کا امکان نہ ہو۔

ترتیب طبعی: ایسی ترتیب ہے جو انسانی طبیعت کے موافق ہو، اگر چاہیں تو اس سے نتیجہ نظر و فکر کے بغیر نکال سکیں۔

ترجیح بلا مرجح: دو ہم پلہ چیزوں میں سے ایک کو بلا مرجح (دلیل و قرینہ کے بغیر) دوسرے پر فوقیت دینا، یعنی بلا وجہ فوقیت دینا۔

تسامح: کسی لفظ یا عبارت کو محذوف مانے بغیر کلام کا مقصد سمجھ میں نہ آسکے جیسے صاحب منار کا قول: ''والأداء أنواع: كامل وقاصرٌ، وما هو شبيه بالقضاء؛ قال

الشارح وفي هذا التقسيم مسامحة؛ لأن الأقسام لا تقابل فيما بينها وينبغي أن يقول : والأداء أنواعٌ أداءٌ محض وهو نوعان: كامل وقاصر؛ واداء هو شبيه بالقضاء" مذکورہ بالا مثال میں "أداء محض وهو نوعان" کو ماننا ضروری ہے۔

تساهل فی العبارت: عبارت میں ایسے لفظ کو استعمال کرنا جو مراد پر صراحتاً دلالت نہ کرتا ہو۔

تسلسل: امورواقعیہ غیر متناہیہ (جن کی انتہاء نہ ہو) کا اس طور پر مرتب ہونا کہ وہ تمام وجود میں مجتمع ہوں۔

امورِ اعتباریہ: وہ چیزیں ہیں جن کو مضبوط اور پختہ وجود کے بغیر عقل مان لے، امور اعتباریہ کی دو قسمیں ہیں؛

امورِ اعتباریہ واقعیہ: وہ چیزیں ہیں جن کو خارج میں موجود چیزوں سے عقل نے منتزع کیا ہو، جیسے آسمان سے فوقیت اور زمین سے تحتیت کو منتزع کیا گیا ہے، امور اعتباریہ واقعیہ بہ حکمِ امورِ حقیقیہ ہوتے ہیں۔

امورِ اعتباریہ محضہ: وہ چیزیں ہیں جن کو قوتِ واہمہ نے گھڑ لیا ہو، یعنی نہ وہ خود موجود ہوں نہ ان کا منشأ انتزاع موجود ہو، جیسے چڑیل کے دانت اور دوسرا انسان (معین الفلسفہ)

تشخص: ایسے معنی جس کی وجہ سے کوئی چیز اپنے ماسواء سے ممتاز ہو جائے اسے تشخص کہتے ہیں۔

تصور بالکنہ: کسی چیز کی تعریف اس کی ذاتیات سے کی جائے اور ذاتیات کو اس کے لیے ذریعۂ معرفت بنایا جائے، جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق سے کی جائے اور حیوان ناطق اس کے لیے ذریعۂ معرفت بھی ہو۔

تصور بکنهه: کسی چیز کی تعریف اس کی ذاتیات سے کی جائے اور ذاتیات کو اس کے لیے ذریعۂ معرفت نہ بنایا جائے، جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق سے کی جائے اور حیوان ناطق بذاتِ خود مقصود ہو ذریعۂ معرفت نہ ہو۔

تصور بالوجه : کسی چیز کی تعریف اس کی عرضیات سے کی جائے اور عرضیات کو اس کے لیے ذریعۂ معرفت بنایا جائے، جیسے انسان کی تعریف ماش مستقیم القامة سے کی جائے اور اس کو معرّف کے لیے ذریعۂ معرفت بھی بنایا جائے۔

تصور بوجھہ : کسی چیز کی تعریف اس کی عرضیات سے کی جائے اور عرضیات کو اس کے لیے ذریعۂ معرفت نہ بنایا جائے، جیسے انسان کی تعریف ماش مستقیم القامة سے کی جائے اور یہ بذات خود مقصود ہو ذریعۂ معرفت نہ ہو۔

تضایف: دو چیزوں کا اس طور پر ہونا کہ ایک کا سمجھنا دوسرے پر موقوف ہو، جیسے ابوۃ اور بنوت۔

تعریف جامع: وہ پر مغز تعریف جو معرّف کے تمام افراد کا احاطہ کیے ہوئے ہو، (اسی کو عکس وانعکاس سے بھی تعبیر کرتے ہیں)

تعریف مانع: وہ تعریف ہے جس میں افرادِ معرّف کے ماسواء میں سے کوئی بھی فرد داخل نہ ہو، (اسی کو طرد یا اطراد سے بھی تعبیر کرتے ہیں)

تعقل: شیء کے مادہ سے قطع نظر کسی شیء کا ادراک کرنے کو تعقل کہتے ہیں۔

تقدم: کسی چیز کا دوسرے سے پہلے ہونا۔

تقدم ذاتی : ایسا تقدم ہے جس میں مقدم محتاج الیہ ہو اور مؤخر محتاج ہو، اور مقدم مؤخر کے لیے علت تامہ ہو، جیسے سورج کا تقدم دھوپ پر، یہ تقدم ذاتی ہے سورج محتاج الیہ ہے اور دھوپ محتاج ہے یعنی جب بھی سورج پایا جائے گا دھوپ بھی پائی جائے گی۔

تقدم زمانی : ایسا تقدم ہے جس میں مقدم کا زمانہ پہلے ہو اور مؤخر کا زمانہ بعد میں ہو، جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا تقدم سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر۔

تقدم طبعی : ایسا تقدم ہے جس میں مقدم محتاج الیہ ہو اور مؤخر محتاج ہو، لیکن مقدم مؤخر کے لیے علت تامہ نہ ہو، جیسے کلمہ کلام پر مقدم ہے تقدم طبعی کے طور پر اور تصور تصدیق پر مقدم ہے تقدم طبعی کے طور پر۔

تقدم وضعی : ایسا تقدم ہے جس میں مقدم کسی متعین مبدأ کے قریب ہو، جیسے پہلی صف

کا تقدم دوسری صف پر، متعین مبدأ یعنی محراب یا امام کی طرف نسبت کرتے ہوئے، کیوں کہ اگر متعین مبدأ کا اعتبار نہ کیا جائے تو دوسری صف بھی پہلی صف پر مقدم ہوگی دروازہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے۔

دوسری تعریف :مقدم کو پہلے ذکر کیا جائے اور مؤخر کو بعد میں ذکر کیا جائے، جیسے کتاب الطہارت کو کتاب الصلاۃ پر تقدم وضعی حاصل ہے۔

تقدم شرفی :ایسا تقدم ہے جس میں مقدم کے اندر ایسی فضیلت اور کمال ہو جو مؤخر کے اندر نہ ہو، جیسے حضور ﷺ کو تمام انبیاء پر تقدم شرفی حاصل ہے۔

تمام جزء مشترک :ایسی چیز کو کہتے ہیں جو چند حقیقتوں کے تمام مشترکہ اجزاء کو گھیرے ہوئے ہو، جیسے حیوان انسان، فرس، غنم وغیرہ کے تمام مشترکہ اجزاء جسم نامی، حساس متحرک بالارادہ کو گھیرے ہوئے ہیں، اسی طرح کلمہ اسم، فعل، اور حرف کے لیے تمام جزء مشترک ہے۔

تقلید :اس اعتقاد جازم کو کہتے ہیں جو واقع کے مطابق ہو مگر زوال کا احتمال رکھتا ہو، جیسے وہ اجتہادی مسائل جن میں ہم کسی امام کی تحقیق کی پیروی کرتے ہیں، یہ واقع کے مطابق تو ہیں، مگر یہ احتمال ہے کہ ہماری تقلید بدل جائے اور دوسرے امام کی تحقیق کی پیروی کرنے لگیں۔

توفیق:اللہ تعالی کا اپنے بندوں کے افعال واعمال کو اپنی رضاء کے موافق بنا دینے کو توفیق کہتے ہیں۔

جسم :وہ چیز جو ابعاد ثلاثہ یعنی طول، عرض، اور عمق کو قبول کرے اسے جسم کہتے ہیں۔

جمع (انعکاس) :کسی چیز کے تمام افراد کو جمع کرنا اور اصطلاح میں انعکاس کا مطلب یہ کہ جب معرِّف (تعریف) صادق نہ آئے تو معرَّف (جس کی تعریف کی جارہی ہے) بھی صادق نہ آئے۔

جہل بسیط:ایسے شخص کا کسی چیز کو نا جاننا جو کسی چیز کو جاننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

جہل مرکب: خلافِ واقع کسی نسبتِ خبری کا پختہ علم، خواہ پختگی وہم کی پیداوار ہو یا کسی کی (اندھی) تقلید کا نتیجہ ہو (جیسے :بدعتی لوگ اندھی تقلید کے نتیجہ میں اپنے سنی ہونے کا

اعتقاد رکھے ہوئے ہیں) اور جیسے یہ اعتقاد کہ خواجہ صاحب بیٹا دیتے ہیں۔

جهت: جہت کا اطلاق دو چیزوں پر ہوتا ہے؛

(۱) وہ جگہ جہاں پر اشارہ حسیہ کی انتہاء ہو جائے۔

(۲) وہ جگہ جہاں پر حرکات مستقیمہ کی انتہاء ہو جائے۔

مشہور جہتیں چھ ہیں اوپر، نیچے، دائیں، بائیں، آگے، پیچھے

جن کو ایک شعر میں بھی جمع کیا گیا ہے؛

شش جہت ہیں چھ طرف کچھ کم نہ بیش

زیر و بالا، راست وچپ و پس و پیش

حادث: حدوث (بہ معنی نیا ہونا، پیدا ہونا) کا اسم فاعل ہے معلوم ہونا چاہئے کہ فلاسفہ کے نزدیک حادث کا اطلاق دو معنوں پر ہوتا ہے حدوثِ زمانی حدوث ذاتی

حدوث زمانی: چیز کا بہ اعتبار زمانہ عدم کے بعد وجود میں آنا (نیست کے بعد ہست ہونا) اس کا مقابل قدم زمانی ہے۔

حدوث ذاتی: چیز کا اپنے وجود میں کسی علتِ تامہ یا ناقصہ کا محتاج ہونا۔

نوٹ: متکلمین کے نزدیک ''العالم حادث'' میں حدوث سے حدوث زمانی مراد ہے نہ کہ حدوث ذاتی جیسا کہ فلاسفہ مانتے ہیں۔

قِدَم: (بہ معنی پہلے زمانے ہی سے پرانا پن) کی بھی دو قسمیں ہیں؛

قدم ذاتی: چیز کا اپنے وجود میں غیر (علت تامہ یا علت ناقصہ) کا محتاج نہ ہونا، قدمِ ذاتی صرف حق سبحانہ وتقدس میں منحصر ہے، اس کا مقابل حدوثِ ذاتی (محتاج الی الغیر) ہے۔

قدم زمانی: چیز کا مسبوق بالعدم نہ ہونا، (یعنی وجود پر عدم سبقت کئے ہوئے نہ ہو) اس کا مقابل حدوثِ زمانی (نیست کے بعد ہست) ہے۔

الحاصل: ''قدیم بالذات'' وہ ہے جس کا وجود بوجہِ واجب ہونے کے لذاتہ ہو، یعنی غیر کا محتاج نہ ہو یہ قسم قدیم صرف ایک ہی ذات الہی میں منحصر ہے، اور ''قدیم بالزمان'' جس

کے زمانہ موجود سے پہلے زمانہ نہ ہو، جیسے افلاک، عقول عشرہ وغیرہ (علی زعم الفلاسفۃ) اور ''حادث بالذات'' جس کا وجود بوجہِ امکان ذاتی نہ ہو، بلکہ غیر کا محتاج ہو جیسے جملہ ممکنات اور ''حادث بالزمان'' جس کے زمانہ موجود سے پہلے بھی زمانہ موجود ہو جیسے اجسام مرکبہ۔

حروف مبانی: اس کا اطلاق ان حروف ہجائیہ پر ہوتا ہے جن سے مل کر کلمہ بنتا ہے، (یعنی وہ حروف جو کلمات کی ترکیب کے لیے موضوع ہیں) جیسے ا، ب، ت، اس کا اطلاق الف، باء، تاء پر نہیں ہوتا، کیوں کہ الف وغیرہ ان حروف کے اسماء ہیں، مسمیات نہیں۔

فائدہ: ان حروف (ا، ب، ت) کو حروف تہجی، حروف ہجائیہ، اور حروف مبانی بھی کہتے ہیں۔

حروفِ معانی: ہر وہ حرف یا شبہ حرف ہے جس کا نحوی، صرفی، یا صوت پر دلالت کرنے والا کوئی فائدہ ہو۔

ملحوظہ: شبہِ حرف سے مراد کلم المجازات، ادوات شرط و جزاء اور ادواتِ استفہام ہیں، جیسے ''مَنْ، کُلَّمَا'' وغیرہ، جو اگر چہ اسماء ہیں لیکن ان کے معانی دوسرے کلمے کو ملائے بغیر معلوم نہیں ہوتے، لہذا ان کو شبہِ حرف کہا جاتا ہے۔

حق: اس اعتقاد جازم کو کہتے ہیں جو واقع کے مطابق ہو، پھر اگر وہ زوال کا احتمال رکھے تو اس کا نام تقلید ہے اور اگر زوال کا احتمال نہ رکھے تو اس کا نام یقین ہے۔

حقیقت و ماهیت: شی ء کی حقیقت و ماہیت وہ چیز کہلاتی ہے جس کی وجہ سے وہ چیز چیز ہوتی ہے، جیسے حیوانِ ناطق انسان کے لیے، بر خلاف ضاحک اور کاتب جیسی چیزیں جن کے بغیر بھی انسان کا تصور ممکن ہے کہ وہ عوارض ہیں۔

کبھی حقیقت و ماہیت کے درمیان اعتباری فرق بیان کیا جاتا ہے کہ ''ما به الشيء هو هو'' اپنے متحقق اور موجود ہونے کے اعتبار سے حقیقت ہے اور متشخص اور معین ہونے کے اعتبار سے ھویت ہے، اور ان دونوں سے صرف نظر کرتے ہوئے ماہیت کہلاتی ہے۔

ماهیت: (فلاسفہ کے نزدیک) وہ حقیقت کلیہ ہے جو ما ہو کے سوال کے جواب میں واقع ہو۔

بسا اوقات ماہیت کا اطلاق ما به الشيء هو هو، (وہ عقلی مفہوم جس سے چیز کا

قوام ہو) پر بھی ہوتا ہے جیسے ڈیسک کی ماہیت لکڑی اور کیل ہے۔

فائدہ: پہلی تعریف کے مطابق ماہیت کا اطلاق حقیقتِ کلیہ پر ہوگا، اور دوسری تعریف کے مطابق ماہیت کا اطلاق حقیقتِ کلیہ وجزئیہ دونوں پر ہوگا۔

ماهیت: دراصل "ماهويةٌ" تھا یاء برائے نسبت اور تاء برائے مصدریت ہے، واو کو یاء سے بدلا گیا، اور یاء کا یاء میں ادغام کر دیا گیا، اور یاء کی مناسبت سے ہاء کو کسرہ دیا گیا تو "ماهيةٌ" ہو گیا۔

هویت: پهلی تعریف: حقیقتِ جزئیہ (غیر سے ممتاز کرنے والے تشخص) کو کہتے ہیں یعنی جب ماہیت کا لحاظ تشخص (ما بہ الامتیاز) کے ساتھ کیا جائے تو اسے ہویت کہتے ہیں، مثلاً: ماہیتِ انسانیہ کے ساتھ زید کے رنگ روپ، اس کی پیشانی کا چوڑا ہونا، ناک کا بلند ہونا، وغیرہ کا لحاظ کیا جائے تو حقیقتِ جزئیہ (یعنی ذات زید) ہی متصور ہوگی۔

دوسری تعریف: (بہ قول بعض) ہویت "هو هو" سے ماخوذ ہے اور غیریت کا مقابل ہے (هو هو: دو چیزوں میں اتحاد بتانے کا محاورہ ہے)

جوابِ ماهو: (مناطقہ کی اصطلاح میں) "ماهو" کے سوال میں ذکر کردہ امور کا وہ جواب ہے جو مسئول عنہ کی ماہیت پر مکمل طور پر دلالت کرے، جیسے جب انسان کے بابت "ماهو؟" سے دریافت کریں تو "حیوان ناطق" سے جواب دیا جاتا ہے، جو "حیوان ناطق" ماہیت انسانیہ کے تمام افراد پر برابری کے ساتھ دلالت کرتا ہے، کہ جہاں ماہیت انسانیہ پائی جائے گی حیوان ناطق ہونا پایا جائے گا۔

من حیث: اس سے مراد کبھی تو "اطلاق" ہوتا ہے یعنی یہاں پر کوئی قید نہیں ہے جیسے: الإنسان من حيث هو، (اسے حیثیتِ اطلاقیہ کہا جاتا ہے) اور کبھی من حیث سے تقیید مراد ہوتی ہے (اسے حیثیت تقییدیہ کہا جاتا ہے) جیسے: النار من حيث أنها حارةٌ تُسخِّنُ (آگ اس حیثیت سے کہ وہ گرم ہوتی ہے چیز کو گرما دیتی ہے)

حاسه: ایسی قوت جس کے ذریعہ جسم کے اجزاء معلوم ہوں اسے حاسہ کہتے ہیں، حاسہ کی

دو قسمیں ہیں؛ ظاہرہ اور باطنہ، دونوں میں سے ہر ایک کی پانچ قسمیں ہیں۔

حواس ظاہرہ :حواس ظاہرہ پانچ ہیں؛(۱) باصرہ، دیکھنے کی قوت (۲) سامعہ، سننے والی قوت (۳) شامہ، سونگھنے والی قوت (۴) ذائقہ، چکھنے والی قوت (۵) لامسہ، چھونے والی قوت

حواس باطنہ : حواس باطنہ پانچ ہیں؛(۱) حس مشترک (۲) خیال (۳) وہم (۴) حافظہ (۵) متصرفہ

(ہر ایک کی تعریف صفحہ نمبر ۱۵۲، ۱۵۳ پر گزر چکی ہے)

حصر :کسی چیز کو متعین عدد پر لانے کو حصر کہتے ہیں۔

کل کا اپنے اجزاء میں حصر :یہ ہے کہ اسم کل کا اپنے اجزاء میں سے ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ اطلاق درست نہ ہو، مثلاً یہ رسالہ پانچ ابواب میں منحصر ہے، اس مثال میں ہر باب کو علیحدہ طریقے پر رسالہ نہیں کہا جا سکتا بلکہ رسالہ کا جز کہا جائے گا۔

کلی کا اپنی جزئیات میں حصر :یہ ہے کہ اسم کلی کا اپنی جزئیات میں سے ہر ایک پر علیحدہ طریقہ پر اطلاق درست ہو، مثلاً یہ کتاب، ایک مقدمہ، فن کی تعریف، اس کی حاجت کے بیان، اور اس کے موضوع کی تعریف کے بیان میں منحصر ہے، مذکورہ مثال میں ہر ایک کو علیحدہ طور سے مقدمہ کہا جا سکتا ہے۔

حکم :حکم کا اطلاق چند معانی پر ہوتا ہے؛

(۱) ایک چیز کو دوسری چیز کی طرف ایجاباً یا سلباً منسوب کرنا۔

(۲) کسی چیز کو اپنی جگہ پر رکھنا۔

(۳) وہ اثر جو کسی چیز پر مرتب ہوتا ہے۔

(۴) نسبتِ تامہ خبریہ

(۵) محمول

(۶) قضیہ

حمد: کسی کی اختیاری خوبی پر زبان سے تعریف کرنا حمد کہلاتا ہے عام ازیں حمد مقابلہ نعمت کے ہو یا نہ ہو، تو یہ تعریف حمد کہلائے گی۔

خارج: لفظ خارج کا اطلاق تین چیزوں پر ہوتا ہے، عین (خارج میں پائی جانے والی چیز) کے معنی پر جیسے زید کی آنکھوں کا وجود خارج میں ہے لیکن بینائی کا وجود خارج میں نہیں ہے، نسبت ذہنیہ کے خارج یعنی نسبت خارجیہ پر اور نفس الامر (بہ معنی واقعی بات، درحقیقت) کے معنی میں۔

خط: وہ ایسا عرض ہے جو صرف لمبائی میں تقسیم کو قبول کرے اور وہ سطح کا کنارہ ہے۔

خطبۂ الحاقیۂ: وہ خطبہ ہے جو کتاب کو تصنیف وتالیف کے بعد کتاب کے ساتھ لاحق کیا گیا ہو، بہ ایں طور کہ مؤلف اولا کتاب کو تصنیف کر لے، پھر خطبہ کو اصل مضمون سے ملا دے (شامل کر دے) تو اس کو خطبہ الحاقیہ کہتے ہیں۔

خطبۂ ابتدائیہ: وہ خطبہ ہے جو کتاب کو تصنیف وتالیف سے پہلے لکھا گیا ہو، بہ ایں طور کہ مؤلف اولا خطبہ کو تحریر کر لے، پھر کتاب کو تصنیف کرے، تو اس کو خطبہ ابتدائیہ کہتے ہیں۔

دعوی: وہ قضیہ ہے جو ایسے فیصلے پر مشتمل ہو جس کو یا دلیل سے ثابت کرنا (پایہ ثبوت کو پہنچانا) مقصود ہو یا تنبیہ (یاد دہانی) سے اظہارِ حق مقصود ہو۔

دلیل: وہ چیز جس سے کسی دوسری چیز کا علم حاصل ہو، اسے دلیل کہتے ہیں۔

دلیل افتراض: قضیہ کے موضوع کو کوئی متعین چیز فرض کرنا، پھر اس کے لیے وصف موضوع اور وصف محمول کو ثابت کرنا اور ان دو شکلوں سے شکل ثالث بنا کر مدعی ثابت کرنا۔

مثلاً کل انسان حیوان کا عکس نقیض ہے **کل لا حیوان لا انسان**، اس عکس نقیض کو ثابت کرنے کے لیے ہم عکس کے موضوع کو ''درخت'' فرض کرتے ہیں اور اس کے لیے دونوں وصف ثابت کرتے ہیں تو دو قضیے حاصل ہوں گے (۱) **کل الأشجار لا حیوان** (۲) **کل الأشجار لا انسان**، پس شکل ثالث سے نتیجہ نکلے گا **کل لا حیوان لا انسان** اور یہی عکس نقیض تھا۔ (مفتاح التہذیب)

دلیل الزامی: وہ دلیل ہے جو فریق مخالف کے نزدیک مسلم ہو خواہ اس کا مستدل ہو یا نہ ہو، بنابریں جواب الزامی میں یوں کہا جاتا ہے (اے مخالفین!) یہ جواب تمہارے خیال کے مطابق ہے نہ کہ ہمارے خیال کے مطابق۔

یعنی جو اعتراض فریق مخالف نے ہم پر کیا تھا ہم نے ویسا ہی اعتراض اس کے مذہب پر کر دیا، کہ جو جواب ہمیں دو گے بعینہ وہی جواب ہماری طرف سے تمہارے اعتراض کا ہوگا۔

دلیل تحقیقی: وہ دلیل ہے جو حقائق پر مبنی ہو، اور خصمین کے نزدیک مسلم ہو۔

دلیل حصر: ایسی دلیل جس میں مقسم کے مذکورہ اقسام میں منحصر ہونے کی وجہ بیان کی جائے، اسے دلیل حصر کہتے ہیں۔

دلیل خلف: ایسی دلیل جس میں مقصود کو ثابت کیا جائے اس کی نقیض کو باطل کر کے، اسے دلیل خلف کہتے ہیں۔

دوسری تعریف: عکس کی نقیض کو اصل قضیہ کے ساتھ ملا کر شکل اول بنا کر نتیجہ نکالنا۔

دلیل سمعی: (نقلی دلیل) وہ دلیل وثبوت ہے جس کا مدار سماع یعنی کتاب اللہ، وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع امت اور اقوال سلف پر ہو۔

دلیل عقلی: وہ دلیل وثبوت ہے جس میں عقلی استدلال سے توانائی حاصل کی جائے، (یعنی مدعا کو از روئے عقل دلیل سے ثابت کرنا)

دور: مناطقہ کی اصطلاح میں دو چیزوں میں سے ہر ایک کا سمجھنا دوسرے پر موقوف ہونا، یعنی دونوں میں سے ہر ایک موقوف بھی ہو اور موقوف علیہ بھی اور اس سے شی ء کا اپنے موقوف علیہ پر موقوف ہونا لازم آئے گا، جیسے مکہ کی جہت کا سمجھنا موقوف ہو مدینہ کی جہت پر اور مدینہ کی جہت کا سمجھنا موقوف ہو مکہ کی جہت کے سمجھنے پر۔

دور مصرح: وہ دور ہے جس میں شی ء اپنے موقوف علیہ پر (بیک درجہ) موقوف ہو، یعنی ایک ہی مرتبہ میں بات پلٹ جائے جیسے مثلاً الف کا سمجھنا باء کے سمجھنے پر موقوف ہو اور باء کا الف پر۔

دور مضمر: وہ دور ہے جس میں توقف چند مرتبوں پر ہو، جیسے الف کا سمجھنا باء کے سمجھنے پر موقوف ہو اور باء کا سمجھنا جیم پر اور جیم کا الف پر۔

توقف الشیء علی نفسہ: ایک شیء کا سمجھنا خود اسی پر موقوف ہو، جیسے مثلا خاصہ کی تعریف ما یختص بہ سے کریں تو یہ دور کو مستلزم ہے اور دور باطل ہے لہذا ایسی جگہ کچھ نہ کچھ فرق نکالنا ضروری ہوگا چاہے اعتباری ہی فرق کیوں نہ ہو مثلا یوں کہا جائے کہ خاصہ سے اصطلاحی تعریف مراد ہے اور "ما یختص بہ" سے لغوی تعریف۔

دین: وہ ایسا قانون الٰہی ہے جو عقل مندوں کو ان کے پسندیدہ اختیار سے خیر بالذات کی طرف لے جائے۔

دین اور ملت میں فرق: یہ دونوں ذات کے اعتبار سے متحد ہیں البتہ ان کے درمیان اعتباری فرق ہے، وہ اعتباری فرق یہ ہے کہ اس اعتبار سے کہ شریعت پر عمل کیا جائے تو اس کو دین کہتے ہیں، اور اس اعتبار سے اس کو لکھا جائے اسے ملت کہتے ہیں اور اس اعتبار سے کہ اس کی طرف رجوع کیا جائے اسے مذہب کہتے ہیں۔

ذہن: نفس کی وہ قوت ہے جس کو منعم حقیقی نے علوم تصوریہ وتصدیقیہ کے حصول کے لیے بنایا ہے۔

رسول: وہ ایسا انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی طرف نئی کتاب اور شریعت دے کر اپنے احکام کی تبلیغ کے لیے بھیجا ہو۔

رکن: شیء میں داخل ہونے والی چیز شیء کا جزء ہے تو اس کو رکن کہا جاتا ہے، جیسے رکوع کرنا نماز کا رکن (جزء) ہے۔

سجع: کلامِ منثور میں دو فاصلوں کے آخرِ الفاظ کا آخری حرفوں کی شکل (حرکت وسکون) میں یکساں اور موافق ہونا، جیسے صاحب تہذیب المنطق کا فرمان "لا زال لہ من التوفیق قوامٌ، ومن التأیید عصامٌ وعلی اللہ التوکل وبہ الاعتصام" ہمیشہ رہے اس (بیٹے) کے لیے توفیقِ خداوندی کا سہارا اور تائید الٰہی کی پناہ اور اللہ ہی پر اعتماد اور بھروسہ ہے اور ان ہی کا دامن تھامنا ہے اس مثال میں فعال کا وزن ہے اور اخیر میں الف اور میم

آرہے ہیں۔

سلب عموم: ایجاب کلی کی نفی کرنا جیسے ہر جاندار انسان ہوایسا نہیں ہے بلکہ بعض جاندار انسان ہیں (موجبہ جزیہ) گویا سلب عموم کے موقع پر موجبہ جزئیہ صادق آئے گا۔

فائدہ: عمومِ سلب اور سلب عموم کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے جس میں سلب عموم عام ہے اور عمومِ سلب خاص ہے، گویا جہاں جہاں عمومِ سلب (نفی میں عموم) پایا جائے گا وہاں سلب عموم (عموم کی نفی کا ہونا) بھی پایا جائے گا لیکن جہاں کہیں سلبِ عموم (عموم کی نفی) ہو وہاں عمومِ سلب (نفی میں عمومیت) ہونا ضروری نہیں ہے۔

عمومِ سلب اور سلب عموم کی تعیین؛

عمومِ سلب: ادات عموم کو اداتِ نفی پر مقدم کرنے سے حاصل ہوتا ہے جیسے کل الدارھم لم آخذ (میں نے ایک بھی درہم نہیں لیا)

سلبِ عموم: اداتِ نفی کو اداتِ عموم پر مقدم کرنے سے حاصل ہوتا ہے جیسے لم یکن کل ذلک (یہ سارا معاملہ نہیں ہوا، دوسری مثال لم یقم کل إنسانٍ (جملہ افراد انسان کھڑے نہیں ہوئے)

خلاصۂ کلام: عمومِ سلب میں مسندالیہ کے ہر ہر فرد سے حکم کی نفی ہوتی ہے اور سلب عموم میں افرادِ مسندالیہ کے مجموعے سے حکم کی نفی ہوتی ہے۔

شخص: ماہیت میں صرف قید (تشخصات) ملحوظ ہوں تو اس کو شخص کہا جاتا ہے، مثلا ماہیت انسانیہ یعنی حیوان ناطق جب زید کے تشخصات مثلا موٹی آنکھوں۔ چپٹی ناک، اور چوڑی پیشانی والا ہونا، پیش نظر ہو تو وہ شخص کہلاتا ہے۔

ماہیت کو جب کسی قید کے ساتھ لیا جات ہے تو تین صورتیں ہوتی ہیں؛ حصہ، فرد اور شخص۔

شخص: اس کی تعریف گذر چکی۔

حصہ: ماہیت میں صرف تقیید (تشخصات کے ساتھ ہونا) ملحوظ ہو تو اس کا نام حصہ ہے مثلا زید نام ہے انسان مع تشخصات کا، پس اگر ذات زید کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے مخصوص

تشخصات ملحوظ نہ ہوں البتہ تشخصات کے ساتھ مقید ہونا ملحوظ ہوتو اس کا نام حصہ ہے۔

فرد : ماہیت میں جب قید وتقیید دونوں ہوں تو اس کو فرد کہتے ہیں جیسے ماہیتِ انسانیہ یعنی حیوان ناطق جب زید، عمر، بکر کے تشخصات (جن سے انسان کے افراد ماہیت کے دیگر افراد سے ممتاز ہوتے ہیں) سے ملے گی تو وہی زید، عمر، بکر کی ماہیت کے افراد ہوں گے)

تشخص: ان عوارض کو کہتے ہیں جن کے ذریعہ ایک حقیقت کے افراد کے درمیان ایک دوسرے سے امتیاز ہوتا ہے، جیسے گورا، کالا ،موٹا، پتلا وغیرہ کے ذریعے افرادِ انسان مثلاً زید، عمر، بکر وغیرہ میں امتیاز ہو جاتا ہے جن کی بنا پر ایک دوسرے کے درمیان اشتباہ نہیں ہوتا۔(توضیح المنطق)

شرط :وہ چیز جس پر کسی دوسری چیز کا وجود موقوف ہو، جبکہ اسکی ماہیت میں داخل نہ ہو اور نہ اس کے وجود میں مؤثر ہو، جیسے وضوء کا نماز کے لیے شرط ہونا۔

شطر : کسی چیز کا وہ جز جو اس کی حقیقت میں داخل ہو اسے شطر کہتے ہیں، جیسے رکوع اور سجدہ نماز کے لیے۔

شک: نسبتِ خبری کا وہ علم جس میں ذہن نفی و اثبات میں دائر ہو، یعنی دونوں پہلو برابر ہوں (کہ ذہن کسی ایک طرف فیصلہ نہ کر پائے) جیسے ایک نمازی کو تعداد رکعت میں شبہ ہو گیا کہ دو رکعت ہوئی یا تین، اور بالکل کچھ فیصلہ نہیں کر پا رہا ہے، دونوں احتمال برابر ہیں، تو اس کو شک کہیں گے۔

شکر کی لغوی تعریف :محسن کے ساتھ اس کے احسان کی بنا پر ایسا فعل اختیار کرنا جس سے اس کی تعظیم ظاہر ہو۔

شکر کی اصطلاحی تعریف :محسن کے احسان کا تذکرہ کر کے اس کی تعریف کرنا۔

شیء: شی ء سے مراد وجود ہے اور وہ تمام موجودات کا نام ہے خواہ وہ عرض ہوں یا جوہر، بہ شرطیکہ اس کی بابت اطلاع واخبار درست ہو۔

اصطلاحی معنی :وہ جوہر جو خارج میں پختہ ثبوت کے ساتھ پایا جائے۔

صحابی رسول :وہ انسان جنہوں نے بحالت ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا

ہو یا آپ کی صحبت اختیار کی ہو اور حالت ایمان ہی میں دنیا سے رخصت ہوا ہو۔

صدق کی لغوی تعریف: حکم کا واقع کے مطابق ہونا۔

صدق کی اصطلاحی تعریف: مخبر عنہ کی اس حالت کو ظاہر کرنا جس پر وہ پہلے تھا۔

صدق: مفہوم ذہنی کا کسی چیز پر فٹ ہو جانا صدق کہلاتا ہے۔

مصداق: جس چیز پر (چاہے وہ چیز ذہنی ہو یا خارجی) مفہومِ ذہنی فٹ ہو جائے اس کو مصداق یا فرد کہتے ہیں (توضیح المنطق)

نسبت کلامیہ: مبتداء خبر کے درمیان اس باہمی ربط اور تعلق کو کہتے ہیں جو متکلم کے کلام سے سمجھا جاتا ہے۔

نسبت ذھینہ: اس نسبت کو کہتے ہیں جو متکلم کے ذہن کے اندر متصور اور حاضر ہو۔

نسبت خارجیہ: مبتداء اور خبر کے درمیان خارجی تعلق کو کہتے ہیں جیسے "زیدٌ قائمٌ" کے اندر ثبوتِ قیام جو کلام سے سمجھا جاتا ہے نسبتِ کلامیہ ہے اور بہ ایں حیثیت کہ وہ متکلم کے ذہن میں مرتسم ہے نسبتِ ذہنیہ ہے اور بہ ایں اعتبار کہ وہ خارج میں حاصل ہے نسبتِ خارجیہ ہے۔

نوٹ: نسبتِ خارجیہ، نسبتِ واقعیہ اور نفس الأمر یہ الفاظِ مترادفہ میں سے ہیں۔

معلوم ہونا چاہئے کہ جب نسبتِ کلامیہ نسبتِ خارجیہ کے مطابق ہو تو اسے صدق کہا جاتا ہے اور اگر نسبتِ کلامیہ نسبتِ خارجیہ کے مطابق نہ ہو تو اسے کذب کہا جاتا ہے۔

صفة حقیقیة محضه: وہ صفات ہیں جو موصوف میں پائی جائیں اور ان کا تعقل (وجود ذہنی) اور تحقق (وجود خارجی) غیر پر موقوف نہ ہوں جیسے کسی جسم (مثلاً قلم) کی سیاہی و سفیدی کو سمجھنا یا اس کا پایا جانا غیر (دوسرے جسم) پر موقوف نہیں۔

حقیقیہ ذات اضافت: وہ صفات ہیں جو موصوف میں پائی جائیں اور (ان کا تعقل غیر پر موقوف نہ ہو البتہ) ان کا تحقق غیر پر موقوف ہو جیسے عالم ہونا، آکل ہونا، کہ صفت علم اور اکل کا تعقل غیر پر موقوف نہیں البتہ علم کا تحقق معلوم پر اور اکل کا تحقق مأکول پر موقوف ہے۔

اضافیہ محضہ: وہ صفات ہیں جو موصوف میں نہ پائی جائیں اور ان کا تعقل و تحقق غیر پر موقوف ہو جیسے کسی جگہ مسجد دائیں طرف ہے اور مہمان خانہ بائیں طرف ہے تو یہاں مسجد کا دائیں طرف ہونا اپنے بائیں طرف مہمان خانے کا تقاضہ کرتا ہے۔

ضم ضمیمہ: کہتے ہیں کسی کلمہ کے ساتھ دوسرے کلمہ کے ملانے کو جیسے حرف کسی دوسرے کلمہ کے ملائے بغیر مفیدِ معنی نہیں ہوتا۔

فی نفسہ: کی نسبت اس شیٔ کی طرف کی جاتی ہے جو شیٔ اپنے وجود میں فارض کے فرض (تسلیم کرنے والے کا تسلیم کرنے) کی طرف محتاج نہ ہو، اگر چہ محل کی طرف محتاج ہو، جیسے سفید کپڑا کہ اس میں سفیدی کا وجود فارض کے فرض کرنے کی طرف محتاج نہیں ہے لیکن اس کا وجود محل یعنی کپڑے کی طرف محتاج ہے بہ ایں معنی کہ کپڑے کا وجود منتفی ہوتے ہی سفیدی بھی ختم ہو جائے گی جو بہ واسطۂ کپڑا نمودار ہوا ہے۔

بنفسہ: کی نسبت اس شیٔ کی طرف کی جاتی ہے جو نہ فارض کے فرض کی طرف محتاج ہو نہ محل کی طرف محتاج ہو (ہاں! فاعل یعنی موجد کا محتاج ہو) جیسے حیوان۔

لنفسہ: کی نسبت اس شیٔ کی طرف کی جاتی ہے جو نہ فارض کے فرض کی طرف محتاج ہو نہ محل کی طرف اور نہ فاعل کی طرف جیسے وجودِ باری تعالی نہ فارض نہ محل اور نہ فاعل کی طرف محتاج ہے۔

صنف: ایسی نوع ہے جو صفات عرضی کے ساتھ مقید ہو، جیسے ترکی، مصری، ہندوستانی وغیرہ۔

صورۃ نوعیہ: وہ ایسا جوہر ہے جس کی وجہ سے جسم کی انواع بدل جائے، جیسے حیوان ہونا، نبات ہونا، جماد ہونا وغیرہ۔

صورۃ جسمیہ: وہ ایسا جوہر متصل ہے جو ابعاد ثلاثہ کو قبول کرنے والا ہو اور جسم میں ظاہری نظر سے معلوم ہو جائے۔

ظن: نسبتِ خبری کا وہ علم جس میں دل کسی ایک حکم (نفی یا اثبات) کو ترجیح کے ساتھ قبول کرے، جانب مرجوح کو وہم کہا جاتا ہے، جیسے ایک نمازی کو تعداد رکعت میں شبہ ہو گیا کہ دو

رکعت ہوئی یا تین، اس صورت میں اگر اسے تین رکعت کا احتمال ہو تو یہ ظن ہے۔

عقل: وہ ایسا جوہر ہے جو اپنی ذات اور اپنے فعل میں مادہ کا محتاج نہ ہو، اس تعریف کے اعتبار سے حکماء کے نزدیک عقل موجود ہے برخلاف متکلمین کے۔ اور عقول دس ہیں۔

علاقہ: ایسی چیز جس کی وجہ سے ایک چیز کا تعلق دوسری چیز سے ہو جائے، اسے علاقہ کہتے ہیں۔

مجاز مرسل کے علاقوں کا مدار تتبع اور تلاش پر ہے جو علماء کے ذکر کے مطابق چوبیس سے زائد ہیں؛

معنیٰ حقیقی اور مجازی کے درمیان سببیت کا علاقہ ہو یعنی

(۱) سبب بول کر مسبب مراد لینا، جیسے "والسماء بنینٰھا باید" (اور ہم نے آسمان کو قدرت سے بنایا) میں ید بول کر قدرت مراد لینا۔

(۲) مسبب بول کر سبب مراد لینا، جیسے "وینزل لکم من السماء رزقا" (اور وہ آسمان سے تمہارے لیے رزق بھیجتا ہے) میں رزق بول کر بارش کو مراد لینا۔

معنیٰ حقیقی اور مجازی کے درمیان کلیت اور جزئیت کا علاقہ ہو یعنی

(۳) کل بول کر جز مراد لینا، جیسے "یجعلون أصابعهم في آذانهم" (وہ ٹھونس لیتے ہیں اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں) میں انگلی بول کر انگلی کا پوروا مراد لینا۔

(۴) جز بول کر کل مراد لینا، جیسے "فتحریر رقبة" (ایک غلام آزاد کرنا) میں گردن بول کر گردن والا یعنی ذات انسان مراد لینا۔

معنیٰ حقیقی اور مجازی کے درمیان لزوم کا علاقہ ہو یعنی

(۵) ملزوم بول کر لازم مراد لینا، جیسے "طلع الضوء أي الشمس" (روشنی نکلی) میں روشنی بول کر سورج مراد لینا۔

(۶) لازم بول کر ملزوم مراد لینا، جیسے "دخلت الشمس المكان" (سورج گھر میں داخل ہوا) میں سورج بول روشنی مراد لینا۔

(۷) شیء بول کر متعلق شیء مراد لینا جیسے "جری المیزاب" میں میزاب بول کر بارش

مراد لینا۔

معنیٰ حقیقی اور مجازی کے درمیان اطلاق اور تقیید کا علاقہ ہو یعنی

(۸) مطلق بول کر مقید مراد لینا، جیسے"فتحریر رقبة" (تو ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا) میں مطلق غلام بول کر مؤمن غلام مراد لینا۔

(۹) مقید بول کر مطلق مراد لینا، جیسے"لکل فرعونٍ موسی" (ہر ظالم کی سرکوبی کے لیے کوئی نیک بندہ پیدا ہو جاتا ہے) میں لفظ فرعون اور لفظ موسیٰ سے مطلق ظالم اور نیک بندہ مراد لینا۔

معنیٰ حقیقی اور مجازی کے درمیان عموم وخصوص کا علاقہ ہو یعنی

(۱۰) خاص بول کر عام مراد لینا، جیسے"جاء ني رجل أي زيد" (میرے پاس ایک مرد آیا) میں زید بول کر مطلق انسان مراد لینا۔

(۱۱) عام بول کر خاص مراد لینا، جیسے"الذین قال لهم الناس" (یہ ایسے لوگ ہیں کہ لوگوں نے اُن سے کہا) میں لوگ بول کر نعیم بن مسعود مراد لینا۔

(۱۲) مضاف کو حذف کر کے فعل کا تعلق مضاف الیہ سے کرنا، جیسے"واسئل القرية" میں قریہ بول کر اہل قریہ مراد لینا۔

(۱۳) مضاف الیہ کو حذف کرنا، جیسے"یومئذ" اور "حینئذ" جو کہ اصل میں"یوم اذ کان کذا" اور "حین اذ کان کذا" تھے۔

(۱۴) چیز کا ما یکون (مستقبل کی حالت) کے اعتبار سے نام رکھنا، جیسے"اني أراني أعصر خمرا" (میں اپنے خواب میں دیکھتا ہوں کہ شراب نچوڑ رہا ہوں) میں مستقبل میں شراب ہونے والی انگور پر شراب کا اطلاق کیا گیا ہے۔

(۱۵) چیز کا ما کان (ماضی کی حالت) کے اعتبار سے نام رکھنا، جیسے" واٰتوا الیتمیٰ أموالهم" (اور تم یتیموں کو ان کے اموال سپرد کر دو) میں بالغ ہونے کے بعد بھی یتیم ہی کہنا جو کہ پہلے یتیم تھے۔

معنیٔ حقیقی اور مجازی کے درمیان حال اور محل کا علاقہ ہو یعنی

(۱۶) محل کا حال پر اطلاق کرنا، جیسے "**فلیدع نادیہ**" (چاہئے کہ وہ اپنی مجلس کو بلالے) میں مجلس بول کر اہل مجلس مراد لینا کیوں کہ مجلس محل ہے اور اہل مجلس (عوام) حال ہیں۔

(۱۷) حال کا محل پر اطلاق کرنا، جیسے "**فأما الذین ابیضت وجوههم ففي رحمة من الله**" (اور جن کے چہرے سفید ہوگئے ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے) میں رحمت بول کر جنت مراد لینا، کیوں کہ رحمت حال ہے اور جنت محل ہے۔

(۱۸) کسی چیز کا آلہ بول کر وہی چیز مراد لینا، جیسے "**واجعل لي لسان صدق في الآخرین**" (اور میرا ذکر آئندہ آنے والوں میں جاری رکھ) میں لسان بول کر ذکرِ حسن مراد لیا گیا ہے۔

(۱۹) احدالبدلین بول کر دوسرا مراد لینا، جیسے دم (خون) بول کر دیت مراد لینا۔

(۲۰) معرفہ سے نکرہ مراد لینا، جیسے "**فأخاف أن یأکله الذئب**" (مجھے ڈر ہے کہ اسے کوئی بھیڑیا کھالے گا) میں "الذئب" معرف بالف لام بول کر نکرہ غیرہ معینہ مراد لینا۔

(۲۱) احدالضدین کا اطلاق دوسرے پر کرنا، جیسے "**وجزاء سیئةٍ سیئةٌ مثلها**" (کسی برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی ہے) میں "سَیِّئَة" کا اطلاق دو معنوں پر کیا گیا ہے، اول "سَیِّئَة" سے ظلم کرنا مراد ہے، اور ثانی سے ظلم کا بدلہ لینا مراد ہے، جن دونوں میں سے اول ناجائز ہے جب کہ ثانی یعنی ظلم کے برابر بدلہ لینا جائز اور مباح ہے، اس پر مجازاً "سَیِّئَة" کا اطلاق کیا گیا ہے۔

(۲۲) کسی حرف وکلمہ کو حذف کرنا، جیسے "**یُبَیِّنُ الله لکم أن تضلُّوا**" (اللہ تعالیٰ تم سے اس لیے بیان کرتے ہیں کہ تم گمراہی میں نہ پڑو) میں "لا" حرف نفی کو حذف کیا گیا ہے۔

(۲۳) کسی حرف وکلمہ کو زیادہ کرنا، جیسے "**لیس کمثله شيء**" (کوئی چیز اس کا مثل نہیں ہے) میں مذکور تشبیہ کے معنی کے لیے دو کلمے ہیں جن میں ایک زائد ہے۔

(۲۴) نکرہ تحت الاثبات کا عموم کا فائدہ دینا، جیسے **علمت نفس ما قدمت**" (ہر شخص

اپنے اگلے اعمال کو جان لے گا) میں "نفسٌ" بول کر "کلُّ نفسٍ" مراد لینا۔

علاقۂ عرفیہ :وہ ایسا علاقہ ہے جس کی وجہ سے ملزوم کا تصور لازم کے بغیر عرف عام میں محال ہو، جیسے حاتم طائی کا تصور بغیر سخاوت کے۔

علاقۂ عقلیہ:ایسا علاقہ ہے جس کی وجہ سے ملزوم کا تصور لازم کے بغیر عقلاً محال ہو۔

علاقۂ مصحّحہ :(اسم فاعل کے صیغے کے ساتھ) ایسا علاقہ ہے کہ جس کی وجہ سے ذہن معنیٰ موضوع لہ سے معنیٰ لازم کی طرف منتقل ہو جائے۔

علت :وہ چیز ہے جس پر دوسری چیز کا وجود موقوف ہو اور اس کی حقیقت سے خارج ہو لیکن اس کے وجود میں مؤثر ہو۔

علت کی دو قسمیں ہیں؛ علت تامہ اور علت ناقصہ

علت تامہ :ایسی علت ہے جس کے پائے جانے کے بعد معلول کا وجود ضروری ہو، جیسے طلوع شمس وجود نہار کے لیے علۃ تامہ ہے۔

علت ناقصہ :ایسی علت ہے جس کے پائے جانے کے بعد معلول کا وجود ضروری نہ ہو، جیسے چارپائی کے لیے علت مادی یعنی لکڑی وغیرہ۔

فائدہ :علت تامہ کے پائے جانے کے بعد معلول کا وجود ضروری طور پر ہو جاتا ہے اور کسی ایک چیز کی دو علت تامہ ہونا محال ہے۔

علت صوری:وہ چیز ہے جس کی وجہ سے کوئی چیز بالفعل موجود ہو، جیسے چارپائی کی صورت۔

علت غائی :وہ مقصد ہے جس کی وجہ سے معلول کا وجود ہوا ہو، جیسے بیٹھنا چارپائی کے لیے علت غائی ہے۔

علت فاعلی :ایسی علت جس سے معلول کا وجود ہوا ہو، جیسے بڑھئی چارپائی کے لیے علت تامہ ہے۔

علت مادی:وہ چیز جس کی وجہ سے شئے بالقوۃ موجود ہو جیسے لکڑی۔

فاصلہ:اس کی جمع فواصل آتی ہے، قرآن کریم کی آیات کریمہ کے آخری الفاظ کے ہم وزن

ہونے کو فاصلہ کہتے ہیں جس طرح نثر میں سجع ہے اور یہ دونوں نظم میں قافیہ کی طرح ہیں۔

فعل: کسی چیز کا تینوں زمانوں میں سے کسی ایک میں موجود ہونا۔

قاعدہ :اس کی جمع قواعد آتی ہے، ہر ایسا کلی ضابطہ جو اپنی تمام جزئیات پر منطبق ہو جائے اسے قاعدہ کہتے ہیں۔

قافیہ :شعر کے آخری حرف کو قافیہ کہتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ شعر کے آخری کلمہ کو قافیہ کہتے ہیں۔

قانون:ایسا کلی ضابطہ ہے جو اپنی ان تمام جزئیات پر منطبق ہو جن کے احکام اس ضابطہ سے معلوم ہوں، جیسے نحویوں کا قول فاعل مرفوع ہوتا ہے، مفعول منصوب ہوتا ہے اور مضاف الیہ مجرور ہوتا ہے۔

قرینہ: وہ (لفظی یا معنوی) مناسبت اور انداز ہے جو بلا وضع ملفوظ کے منشا اور مطلب کو مقرر کرنے یا محذوف کی تخصیص پر دلالت کرے، (لفظی قرینہ) جیسے "ضَرَبَتْ حبلی موسی" میں "ضَرَبَتْ" کا فاعل "حبلی" ہے جو فعل کی تانیث سے معلوم ہوا معنوی قرینہ جیسے "أكل الكمثرى يحيىٰ" میں "أكل" کا فاعل یحیی ہے۔

قسم شیء: مقسم کا ایک فرد جو مقسم کے تحت میں آئے جیسے اسم کلمہ کے تحت میں آتا ہے۔

قسیم شیء: کسی مقسم کے تحت آنے والے افراد جو باہم ایک دوسرے کے مقابل ہوں جیسے اسم فعل اور حرف تینوں آپس میں قسیم ہیں اور یہ تینوں اپنے مقسم (کلمہ) کے تحت داخل ہیں اسی طرح تصور اور تصدیق آپس میں قسیم ہیں جو دونوں علم مقسم کے تحت داخل ہیں۔

قوت :تینوں زمانوں (ماضی، حال، مستقبل) میں کسی چیز کے حاصل ہونے کا امکان ہو تو اسے قوت کہتے ہیں، جیسے جو انسان فی الحال کاتب نہیں ہے، اس کے اندر کتابت کی استعداد کا ہونا۔

قید اتفاقی: وہ قید ہے جس کے منتفی ہونے سے حکم مذکور منتفی نہ ہو یعنی جو در حقیقت وضاحت کے لیے ہو۔

قید احترازی: وہ قید ہے جس کے منتفی ہونے سے مذکورہ حکم منتفی ہو جائے۔

تعریفات اور مثالوں کے مواقع میں جہاں لفظ کل کا استعمال ہوتا ہے وہ تین معانی میں مستعمل ہوتا ہے۔

کذب: حکم کے واقع کے مطابق نہ ہونے کو کذب کہتے ہیں، جیسے زید پتھر ہے۔

کلام لفظی: مراد متکلم پر دلالت کرنے والے الفاظ اور حروف کا مجموعہ۔

کلام نفسی: متکلم کے دل کا وہ مفہوم جس پر الفاظ تحریر یا اشارہ دلالت کرتا ہو۔

نوٹ: کلام کرنے سے پہلے ہر متکلم اپنے دل و دماغ میں معانی کا ایک مجموعہ تیار کرتا ہے اس ذہنی خاکہ کو ''کلام نفسی'' کہا جاتا ہے پھر ان معانی کو جن الفاظ سے تعبیر کرتا ہے اس کو کلام لفظی کہا جاتا ہے۔

کل: جو مجموعہ جو چند اجزاء سے مرکب ہو اسے کل کہتے ہیں۔

کل بہ معنی کلی: (یعنی وہ لفظ کل جس میں موضوع کی ماہیت پر حکم لگایا گیا ہو نہ کہ موضوع کے افراد کے لیے، جیسے کل إنسان نوعٌ (انسان ایک کلی ہے جو نوع ہے)

کل مجموعی: وہ کل ہے جس میں موضوع کے جملہ افراد پر محمول کے اثبات یا نفی کا حکم لگایا گیا ہو جیسے کل إنسان لا یشبعه هذا الرغیف (یہ چپاتی جملہ افرادِ انسان کو سیر نہیں کرسکتی)

کل افرادی: وہ کل ہے جس میں موضوع کے تمام افراد پر محمول کے اثبات کا حکم انفرادی طور پر (ہر ہر فرد پر) لگایا گیا ہو، جیسے کل انسان حیوان (انسان کا ہر ہر فرد حیوان ہے)

کلیات فرضیہ: وہ مفہوم جس کا خارج اور ذہن میں کوئی مصداق نہ ہو اسے کلی فرضی کہتے ہیں، جیسے شریک باری تعالی اور لاموجود وغیرہ۔

کواکب سبع سیارة: ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں؛ شمش، قمر، مریخ، زہرۃ، زحل، عطارد، اور مشتری۔

لزوم: کسی شئے سے جدا ہونے کے محال ہونے کو لزوم کہتے ہیں۔

لزوم خارجی: وہ ایسا لزوم ہے کہ اگر موضوع لہ کا خارج میں تصور کریں تو وہ لازم پایا جائے گا اور اگر ذہن میں تصور کریں تو وہ لازم نہ پایا جائے گا جیسے **احراق النار** (کیوں کہ اگر خارج میں اس کا تصور کریں تو نار کو احراق لازم ہوتا ہے لیکن اگر ذہن میں تصور کریں تو یہ نہیں ہوتا کہ ذہن جل جائے) تو معلوم ہوا کہ ذہن کی صورت میں اس کو احراق لازم نہیں ہوگا۔

لزوم ذہنی عرفی: ایسا لزوم ہے کہ ذہن میں موضوع لہ کا تصور اس معنیٰ خارجی (لازم) کے بغیر عرف عام کے میں محال ہو یعنی یہ کہ جب بھی لفظ بولا جائے تو ذہن عرف کی وجہ سے معنیٰ موضوع لہ سے اس لازم کی طرف منتقل ہو جائے، جیسے حاتم کا سخاوت پر دلالت کرنا۔

لزوم ذہنی عقلی: ایسا لزوم ہے کہ عقل اس بات کو ممکن نہ سمجھے کہ موضوع لہ ذہن میں آئے اور معنیٰ خارج (لازم) ذہن میں نہ آئے جیسے عمی کی دلالت بصر پر۔

مادہ: وہ ایسا مفہوم بسیط ہے جس کا وجود اس شئے کے بغیر مکمل نہ ہو جو اس میں حلول کرے۔

مباین: ایسے دو الفاظ جن کے معنی اور لفظ ایک دوسرے کے مخالف ہوں انہیں مباین کہتے ہیں۔

متن: کتاب کی وہ اصل عبارت جو اختصار کا لحاظ رکھتے ہوئے فن کے صرف بہ قدرِ ضرورت مسائل پر مشتمل ہو۔

وجہ تسمیہ: متن کے لغوی معنی ہیں، سخت، مضبوط، ٹھوس اور پختہ چیز، اور متن کو متن اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ شروح وحواشی کے لیے بنیاد اور اصل کی حیثیت رکھتا ہے (کہ اس پر حاشیہ چڑھایا جاتا ہے، یا اس کی شرح کی جاتی ہے)۔

شرح: وہ کتاب ہے جس میں کسی متن کو آسان کرنا مقصود ہو اور متن پر مشتمل ہو، جیسے شرح وقایہ، شرح مواقف، شرح مقاصد اور بنایہ شرح ہدایہ وغیرہ۔

تعلیق و حاشیہ: وہ کتاب ہے جس میں کسی متن کو آسان کرنا مقصود ہو لیکن متن کی عبارت پر مشتمل نہ ہو جیسے حاشیۂ ہدایہ فتح القدیر۔

مجعولیت ذاتی : یہ ہے کہ ذاتیات کا ثبوت ذات کے لیے کسی واسطے کا محتاج ہو۔

مجہول مطلق : یہ ہے کہ کوئی شئے ہر اعتبار سے نامعلوم ہو کسی بھی طریقہ سے اس پر حکم لگانا ممکن نہ ہو۔

مدح: تعریف کرنا ہے زبان کے ساتھ کسی اچھی خوبی پر خواہ اختیاری ہو یا غیر اختیاری نعمت کے مقابلہ میں ہو یا نہ ہو۔

مدلول: کسی دوسری چیز کے جاننے سے جس چیز کا علم حاصل ہو جائے اسے مدلول کہتے ہیں۔

مصادرہ : ایسے قضیہ کو جزء قیاس بنانا جو نتیجے کو مستلزم ہو مصادرہ کہلاتا ہے، مثلاً انسان بشر ہے (صغری) ہر بشر ہنسنے والا ہے (کبری) انسان ہنسنے والا ہے (نتیجہ) مذکورہ مثال میں کبری اور نتیجہ اور ایک ہی چیز ہے کیوں کہ بشر اور انسان الفاظ مترادفہ میں سے ہیں۔

مطلَب : وہ لفظ جس کے ذریعہ تصور یا تصدیق کو طلب کیا جائے اسے مطلب کہتے ہیں اور یہ چار الفاظ ہیں؛ ما، اَیٌّ، ہل، اور لِمَ۔

معارضہ کی لغوی تعریف :ممانعت کے طور پر مقابلہ کرنا۔

اصطلاحی تعریف:فریقِ مخالف کی پیش کردہ دلیل کے مقابلے میں اپنی دلیل قائم کرنے کو معارضہ کہتے ہیں۔

معانی : وہ ان ذہنی صورتوں کا نام ہے جن کے مقابلے میں الفاظ کو وضع کیا گیا ہو، اگر ان معانی ذہنیہ کو الفاظ مفردہ سے تعبیر کیا جائے تو ان معانی کو معانی مفردہ کہتے ہیں اور اگر الفاظ مرکبہ سے تعبیر کیا جائے تو ان معانی کو معانی مرکبہ کہتے ہیں.

معقولات: وہ امور کلی جو عقل میں آئیں، انہیں معقولات کہتے ہیں.

معقولات اولی:ایسی کلی ہے جس کا خارج میں کوئی مصداق ہو، جیسے انسان، حیوان وغیرہ۔

معقولات ثانیہ :ایسی کلی ہے جس کا ذہن میں تو وجود ہو لیکن خارج میں وجود نہ ہو، جیسے حیوان کا جنس ہونا، انسان کا نوع ہونا وغیرہ۔

مغالطۂ عامۃ الورود: اس کو مغالطۂ عامۃ الورود اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ ہر جگہ جاری

ہوسکتا ہے جیسے فرض کیجئے کہ تمہارے ہاتھ میں پنسل ہے تو زید یوں کہے کہ مان لو! یہ قلم ہے ورنہ اس کی نقیض لاقلم صادق ہوگی کیوں کہ اگر لاقلم ہونا بھی تسلیم نہیں کروں گے تو ارتفاع نقیضین لازم آئے گا جو محال ہے اور جب اس کی نقیض (لاقلم ہونا) صادق آئے گی تو "شيءٌ من الأشياء" ہونا صادق آئے گا جس سے یوں شکل بن جائے گی المدعی ثابت وإلا (أي وإن لم يكن المدعى ثابتا) فنقيضه ثابتٌ وكلما كان نقيضه ثابتا كان شيء من الأشياء ثابتا اس میں سے جب حداوسط کو جو نقيضه ثابتٌ ہے گرادیا جائے تو نتیجہ نکلے گا كلما لم يكن المدعى ثابتا كان شيء من الأشياء ثابتا اور چوں کہ ہر قضیہ کو اس کی عکس نقیض لازم ہوتی ہے اس لیے جب اس کی نقیض نکالی جائے گی تو اس کی صورت یوں ہوگی کہ كلما لم يكن شيء من الأشياء ثابتا كان المدعى ثابتا اور یہ بالبداہت باطل اور محال ہے کیوں کہ جب "شيء من الأشياء" یعنی کوئی بھی چیز ثابت نہ ہو تو مدعی کیوں کر صادق آئے گا کیوں کہ مدعی بھی تو "شيء من الأشياء" ہے اب اگر آپ کا مدعی صادق آئے گا تو پھر ایسے مدعی کو ثابت کرنا لازم آئے گا جس کی نفی "شيء من الأشياء" کے ضمن میں پہلے کر چکے ہو اور یہ محال ہے بوجہ عدمِ تسلیمِ مدعی لازم آیا اس سے ہمارا مدعی ثابت ہوا کہ تمہارے ہاتھ میں پنسل نہیں ہے بلکہ قلم ہے۔

اس مغالطہ کا جواب یہ ہے کہ عدمِ ثبوتِ "شيءٌ من الأشياء" محال ہے اور عدمِ ثبوت "شيءٌ من الأشياء" کی تقدیر پر ثبوت مدعی بھی محال ہے تو یہاں ایک محال دوسرے محال کو مستلزم ہوا اور یہ (ایک محال کا دوسرے محال کو مستلزم ہونا) محال نہیں ہے کیوں کہ کتب منطق میں ہے "جوزوا استلزام المحال للمحال" یہ ہے مغالطۂ عامۃ الورود کی تقریر اور اس کا جواب۔

مفہومات شاملہ: وہ ایسی کلی ہے جس کے خارج میں افراد موجود ہوں، مفہومات شاملہ دو طرح کے ہوتے ہیں؛ (۱) وجودی جیسے شیء اور ممکن (۲) عدمی یعنی سلبی جیسے لاشریک باری اور لااجتماع النقیضین وغیرہ۔

مفهوم موافق: وہ مفہوم ہے جس کے بابت (نص میں) سکوت اختیار کیا گیا ہو لیکن اس کا حکم نص میں مذکورہ صورت کے موافق ہو۔

مفہوم مخالف: وہ مفہوم ہے جس میں مسکوت عنہ مذکور کی ضد ہو، اس کو دلیلِ خطاب بھی کہتے ہیں جیسے باری تعالی کے فرمان ''اور جو لوگ (زنا کی) تہمت لگائیں پاکدامن عورتوں کو (جن کا زانیہ ہونا کسی دلیل یا قرینۂ شرعیہ سے ثابت نہیں) اور پھر چار گواہ (اپنے دعوے پر) نہ لاسکیں تو ایسے لوگوں کو اسّی درّے لگاؤ اور ان کی کوئی گواہی کبھی قبول مت کرو''، اس حکم مذکور کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانے والے کو اسی سے زائد لگانے نہ لگانے کا تذکرہ نص میں مذکور نہ ہونے کی بناپر زائد کوڑے لگانا واجب نہیں۔

مقدمہ: کتاب کا وہ حصہ جس پر کتاب میں آنے والی بحث موقوف ہو، اسے مقدمہ کہتے ہیں۔

مقدمۃ العلم: وہ چیزیں جن پر علم کا آغاز موقوف ہو، اسے مقدمۃ العلم کہتے ہیں جیسے فن کی تعریف، فن کا موضوع اور فن کی غرض وغایت وغیرہ۔

مقدمۃ الکتاب: کتاب کا وہ حصہ جو مقصود کتاب سے پہلے مذکور ہو، اور مقصود میں نافع ہو۔

ممکن: جس کا نہ عدم ضروری ہو نہ وجود، اسی لیے ممکن اپنے وجود میں اور اپنی بقاء میں ہمیشہ غیر یعنی موجِد کا محتاج ہوتا ہے۔

واجب: وہ ہستی ہے جس کا عدم ممتنع ہو یعنی اس کا وجود ضروری ہو۔

واجب لذاتہ: وہ ہستی ہے جس کا وجود ذاتی ہو یعنی وہ اپنے وجود میں غیر کا محتاج نہ ہو (ایسی ہستی صرف اللہ تعالی کی ہے)

واجب لغیرہ: وہ ممکن ہستی ہے جس کو غیر (یعنی اللہ تعالی) کی طرف سے وجود ملا ہو اور وہ کبھی معدوم نہ ہو، جیسے ''عقول عشرہ'' فلاسفہ کے مطابق واجب لغیرہ ہیں اور تعلیماتِ اسلامی کی رو سے کوئی چیز واجب لغیرہ نہیں ہے۔

ممتنع: وہ ہے جس کا خارج میں نہ ہونا ضروری ہو یعنی کسی چیز کا موجود نہ ہوسکنا جیسے شریک باری تعالی اجتماع ضدین اور ارتفاع ضدین وغیرہ۔

منع (اطراد): دخول غیر سے مانع ہونا یعنی جب معرِّف (تعریف) صادق آئے تو معرَّف (جس کی تعریف کی جائے) بھی صادق آئے۔

موجود خارجی: وہ موجود ہے جو خارج از ذہن وجود سے متصف ہو (یعنی صرف ذہنی وجود نہیں، بلکہ خارج میں بھی اس کا وجود ہو جیسے زید، عمر، آسمان وغیرہ۔

موجود ذھنی : وہ موجود ہے جو محض عقلی طور پر پایا جائے، یعنی صرف ذہن میں موجود ہو، جیسے چار کے عدد کا جفت یعنی قابلِ تقسیم ہونا۔

موجودذھنی حقیقی :وہ چیز جو ذہن میں حقیقۃً موجود ہو یعنی کسی فرض کرنے والے کے فرض کرنے پر اس کا وجود موقوف نہ ہو، جیسے چار کا جفت ہونا۔

موجود ذھنی فرضی :وہ چیز جس کو ذہن میں خلاف واقع فرض کیا گیا ہو، اسے موجود ذہنی کہتے ہیں، جیسے پانچ کا جفت ہونا۔

موجود نفس الامری :وہ چیز جو حقیقۃً موجود ہو کسی فرض کرنے والے کے فرض کرنے پر موقوف نہ ہو جیسے طلوع شمس اور وجود نہار کے درمیان ملازمت، یہ ہر صورت میں پائی جاتی ہے خواہ کوئی فرض کرے یا نہ کرے یا کوئی فرض کرنے والا موجود ہو یا نہ ہو۔

ناطق: معقولات (کلیات) کا ادراک کرنے والا ''یہ انسان کا فصلِ قریب ہے'' یہاں نطق سے نطقِ باطنی مراد ہے نہ کہ نطق ظاہری (بولنا)

نبی :وہ ایسا انسان ہے جسے اللہ تعالی اپنے بندوں کی طرف مبعوث فرماتے ہیں اپنے احکام پہنچانے کے لیے۔

نتیجه: دلیل اور حجت کو مکمل کرنے کے بعد حاصل ہونے والا اور دلیل و حجت سے لازم آنے والا قول۔

نوٹ: اسی نتیجے کو دلیل قائم کرنے سے قبل ''مدعیٰ'' کہا جاتا ہے اور دلیل قائم کرنے کے بعد ''نتیجہ'' کہا جاتا ہے،

خلاصۂ کلام: مدعی اور نتیجہ ذات کے اعتبار سے ایک ہیں حیثیت کے اعتبار سے مختلف

ہیں جیسے عالم حادث ہے، یہ ایک مدعی ہے اس کو ثابت کرنے کے لیے دلیل دی کہ عالم تغیر پذیر ہے، ہر تغیر پذیر چیز حادث ہے، اس کا نتیجہ یہ نکلے گا، عالم حادث ہے۔

نزاعِ لفظی: وہ اختلاف اور جھگڑا جو عرف ولغت اور اصطلاح سے متعلق ہو معنی سے متعلق نہ ہو جیسے مبتداء اور خبر کے درمیان جب کہ دونوں معرفہ ہوں ایک ضمیر لاتے ہیں جیسے "زید هو القائم" اس ضمیر کو بصریین "ضمیر فصل" کہتے ہیں اور کوفیین "عماد" سے تعبیر کرتے ہیں یہ نزاع لفظی کے قبیل سے ہے۔

نزاعِ معنوی: وہ اختلاف ہے جو لفظ کے معنی ومطلب سے متعلق ہو (الحاصل نزاعِ معنوی پر کوئی ثمرہ مرتب ہوتا ہے جب کہ نزاعِ لفظی پر کوئی ثمرہ مرتب نہیں ہوتا۔

نفس الامري اور واقع: یہ ہے کہ کوئی چیز اس طور پر موجود ہو کہ اس پر حکم لگانا صحیح ہو یعنی کسی فرض کرنے والے کے فرض کرنے پر موقوف نہ ہو، اور موجود فی نفس الامر اور موجود فی نفسہ دونوں ایک ہی چیز ہے۔

نقض کی لغوی تعریف: ٹوٹنا یا توڑنا۔

اصطلاحی تعریف: کسی حکم کا اپنی علت سے خالی ہونا یعنی ایسا ہو کہ علت تو پائی جارہی ہے لیکن اس کا حکم نہیں ہے، یا اس کے برعکس کہ حکم تو پایا جارہا ہے لیکن اس کی علت نہیں پائی جارہی ہے۔

نقض اجمالی: یہ ہے کہ دلیل کا انکار کردیا جائے یعنی پوری دلیل ہی کو تسلیم نہ کیا جائے۔

نقض تفصیلی: یہ ہے کہ دلیل کے کسی ایک مقدمے کو تسلیم نہ کیا جائے یا علی التعیین دونوں مقدموں کا انکار کردیا جائے۔

نقطه: خط کے کنارے کو کہتے ہیں وہ ایسا عرض ہے جو طول عرض عمق میں عقلا ووہماً، قطعاً وکسراً (کاٹ کر اور توڑ کر) کسی بھی طرح تقسیم کو قبول نہ کرتا ہو۔

خط: اس کی تعریف اوپر گزر چکی ہے۔

سطح: جسم کے کنارے کو کہتے ہیں، اور وہ ایسا عرض ہے جس میں صرف طول وعرض ہوتا

ہے عمق نہیں ہوتا، اس لیے وہ صرف طول وعرض میں تقسیم کو قبول کرتا ہے۔

نقوش : لکھے ہوئے حروف کو نقوش کہتے ہیں، جیسے ''ا، ب، ت'' وغیرہ۔

نکتہ: وہ دقیق (غامض) علمی مسئلہ ہے جو بڑے غور وفکر سے حاصل ہو، یعنی وہ بلیغ کلام جو ہر ایک کی سمجھ میں نہ آسکے۔

وجہ تسمیہ: نکتہ کے لغوی معنی ہیں ''داغ، زمین کریدنے کا اثر''، اور نکتہ بھی دلوں میں اثر کرتا ہے۔

لطیفہ: مراد کو واضح کرنے والی باریک وغامض علامت جو ذہن میں آئے لیکن سمجھانے کے موقع پر الفاظ کے دائرے میں نہ آئے، جیسے ذائقہ دار چیزوں کے مزے، کہ ان کا تعلق سمجھانے سے نہیں ہے بلکہ چکھنے سے ہے۔

وجود :ایک بدیہی چیز ہے، جس کی صرف تعریف لفظی ہی ہوسکتی ہے، اور ہر وہ چیز جو عدم سے وجود میں آئے اسے موجود کہتے ہیں۔

وجود حقیقی: چیز کا خارج میں اپنی ذات (حقیقت) کے ساتھ پایا جانا جیسے ذات زید کا وجود۔

وجود ذہنی :چیز کا ابتدائی درجے میں بہ طور نمونے کے صرف ذہن وخیال میں پایا جانا، جیسے کوئی مضمون تحریر کرنے سے پہلے ایک ذہنی خاکہ تیار کیا جاتا ہے جس کو بعد میں لفظوں یا تحریر سے تعبیر کیا جاتا ہے یہاں پر ذہنی خاکے کو ''وجودِ ذہنی'' کہا جاتا ہے اور لفظوں سے تعبیر کو ''وجود لفظی'' اور تحریر سے تعبیر کرنے کو ''وجود کتابی'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

وجود لفظی: چیز کے وجودِ حقیقی اور وجودِ ذہنی پر دلالت کرنے والے لفظ کا پایا جانا۔

وجود کتابی: چیز کے وجود حقیقی و وجود ذہنی پر دلالت کرنے والے نقوش کا پایا جانا۔

وھم: نسبتِ خبری میں جانب راجح کے بالمقابل دل میں آنے والا (مرجوح) خیال اور احتمال، جیسے ایک نمازی کو تعداد رکعت میں شبہ ہو گیا کہ دو رکعت ہوئی یا تین، اس صورت میں اگر اسے دو رکعت کا شبہ ہو تو یہ وہم ہے۔

ھدایت: اشاعرہ کے نزدیک یقینی طور پر مقصود تک پہنچانے والے راستے کی راہ نُمائی کرنا؛ معتزلہ کے نزدیک مقصود تک پہنچا دینا (جیسے: جامع مسجد جانے والے کو راستے کی راہ نُمائی کرنا، یا جامع مسجد تک پہنچا دینا)۔

ھلم جراً: وہ محاورہ ہے جس سے کسی فعل کے دوام اور تسلسل کا قصد کیا جاتا ہے، یعنی علی ہذا القیاس اس پر دوسروں کو بھی قیاس کرو۔

ھویت: تشخص یعنی ایسی چیز جس کے ذریعہ شئے اپنے ماسوا سے ممتاز ہو جائے اسے ہویت کہتے ہیں۔

ھیولیٰ کی لغوی تعریف: یونانی لفظ ہے بمعنی اصل شئے اور مادۂ شئے۔

اصطلاحی تعریف: وہ جسم کے اندر ایسا جوہر ہے جو جسم کو پیش آنے والے اتصال و انفصال کو قبول کرتا ہے اور صورت جسمیہ اور صورت نوعیہ کا محل ہے۔

یقین: کسی نسبت خبری (کے پائے جانے یا نہ پائے جانے) کا پختہ علم جو واقع کے مطابق ہو اور تشکیکِ مشکک سے زائل نہ ہو۔

اہم مراجع ومصادر

- سلم العلوم
- شرح تہذیب
- کتاب التعریفات
- مفتاح التہذیب
- شرح العقائد
- ملا مبین
- قطبی (شرح شمسیہ)
- مرقات
- کشاف فی اصطلاحات الفنون
- دستور الطلباء
- مبادی الفلسفہ

ترجمہ اور ترکیب سیکھیں

دعائیہ کلمات

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم

مہتمم دارالعلوم دیوبند

مؤلف

واصف احمد مالیگانوی

متعلم دارالعلوم دیوبند

علوم عقلیہ میں علم منطق کو جو اہمیت حاصل ہے اس کی بنا پر ہر دور میں درس نظامی کے نصاب میں کتب منطق کو خاص مقام حاصل رہا ہے، یہ الگ بات ہے کہ ایک دور تھا جب منطق و فلسفہ اور دیگر علوم عقلیہ میں مہارت ہی کو معیارِ کمال سمجھا جاتا تھا، لیکن آہستہ آہستہ ان علوم سے متعلق کتابوں کی تعداد نصاب تعلیم میں کم ہوتی گئی، مگر اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کم از کم منطق کی بنیادی اصطلاحات اور اہم ضوابط سے واقفیت کے بغیر بہت سی خالص دینی کتابوں کا بھی کما حقہ سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے، وجہ یہ ہے کہ ان کتابوں میں خالص منطقی اصطلاحات کا جگہ جگہ استعمال کیا گیا ہے۔

اس وقت مولوی محمد اسجد سلّمہٗ کی مرتب کردہ کتاب ''معین المنطق'' پیش نظر ہے جس میں موصوف نے منطق کی مصطلاحات کو امہات کتب سے اخذ کر کے سلیقہ سے جمع کر دیا ہے، پہلا حصہ عربی زبان میں اور دوسرا حصہ اردو زبان میں ہے، امید ہے کہ سہولت پسندی کے اس ماحول میں یہ کتاب منطق سے شغف رکھنے والوں کے لیے فن سے مناسبت پیدا کرنے میں معاون ثابت ہوگی۔

(حضرت مولانا مفتی ابو القاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم، مہتمم دار العلوم دیوبند)

سوغاتِ قلبی

علم منطق کا خزانہ آ گیا — جو قلوبِ اہلِ فن کو بھا گیا

کلی اور جزئی کا ہے اس میں بیاں — ہو گیا اس سے معرف بھی عیاں

ہے تباین اور تساوی، عام بھی — خاص بھی ہے ناقصہ اور تام بھی

اس میں حجت اور کاسب، مکتسب — اصطلاحیں اس میں ہیں منطق کی سب

حشو، زائد کا نہیں اس میں گذر — اور کجی کا کچھ نہیں اس میں اثر

اصطلاحیں اس میں ہیں لکھی ہوئی — فنِ منطق کی کتابوں کی سبھی

نیز ہے مطلوب اس میں اختصار — تا کہ نہ ہو طالبِ منطق پہ بار

مولوی اسجدؔ نے جو لکھی کتاب — حق تعالیٰ اس پہ دے ان کو ثواب

علم منطق میں ہے یہ بے حد معین — اور غبی ہو جائے گا اس سے ذہین

نور کرتا ہے یہ مولیٰ سے دعاء — کر دے وہ مقبولیت اس کو عطاء

از: نور محمد سہارنپوری

DARUL MA'ARIF
DEOBAND-247554